تصویرِ کشمیر

پرتھوی ناتھ کول
دہلی یونیورسٹی

طبع اول

۱۹۴۹ء

قیمت ۳ روپے

ناشر

زینت کتاب گھر - کوچہ چیلان - دہلی

"اسلام اور ہندو دھرم کو کشمیر کی

زمین پر تولا جا رہا ہے ۔۔۔۔

میری یہ واحد امید اور دعا ہے

کہ اس ظلمت اور گمراہی میں

ڈوبے ہوئے نیم براعظم کے لئے

کشمیر ایک روشن مینار

ثابت ہو۔"

گاندھی جی

۳۰ را کتوبر ۱۹۴۷ء

انتساب

ان تمام لاکھوں کشمیری بھائیوں کے نام

جو

پاکستان کے اس حملے سے بے گھر، بے بس اور بے کس ہو گئے۔

اور

ان تمام عظیم شخصیتوں۔ گمنام۔ غیر معروف۔ بے غرض اور

بہادر نوجوانوں کے نام

جو

کشمیر کی جنگ آزادی میں شہید ہوئے

تعارف

کشمیر کا مسئلہ اس وقت اہم ترین مسئلہ ہے جس پر ہمارے بہت سے خاص سیاسی مسائل کے حل کا مدار ہے۔ اس سلسلے میں پرتھوی ناتھ کول صاحب اسسٹنٹ لائبریرین، دہلی یونیورسٹی، ممبر آف دی کونسل، انڈین لائبریری ایسوسی ایشن نے مسائل کشمیر پر ایک کتاب "تصویر کشمیر" لکھی ہے جو دو حصوں پر مشتمل ہے۔ "داستان کشمیر" اور "سانحہ کشمیر"۔

میں نے اس کتاب کے ابواب اور ہر باب کے مندرجہ جات کو جستہ جستہ بڑی دلچسپی سے پڑھا، اور سنا ہے۔ میرے نزدیک لائق مولف نے اس کتاب میں وہ تمام ضروری امور درج کر دیئے ہیں، جن سے مسائل کشمیر پر روشنی پڑتی ہے۔

اس کتاب کے مطالعے سے کشمیر کے اقتصادی، صنعتی، تعلیمی، معاشرتی، سیاسی اور جغرافیائی حالات قارئین کے سامنے آجاتے ہیں اور وہ حالاتِ موجودہ کو بخوبی سمجھ سکتے ہیں۔

میرے نزدیک یہ کتاب زمانہ موجودہ کی اہم کتاب ہے، اور اس سے کشمیر کو بہت فائدہ پہنچے گا۔

جوش ملیح آبادی

دہلی ۲۴ فروری ۱۹۴۹ء

دیباچہ

کشمیر آج ایک انتہائی نازک دور سے گذر رہا ہے اور اس نے ایک نہایت پیچیدہ مسئلے کی صورت اختیار کر لی ہے۔ عام طور سے لوگ اس مسئلے کی پوری اہمیت سے واقف نہیں ہیں۔ انھیں یہ بھی اچھی طرح معلوم نہیں ہے کہ اصل مسئلہ کیا ہے اور اسمیں کیسے کیسے الجھاؤ ڈالدئے گئے ہیں؟ کشمیر کی جنگ دو مختلف نظریوں کی جنگ ہے اور اسی جنگ کے فیصلے پر کشمیر اور خود ہندوستان کی قومیت کا انحصار ہے۔

آج کوئی پانچ برس سے میری یہ تمنا تھی کہ میں کشمیر کی جنگ آزادی کا نقشہ کھینچوں لیکن زمانے کی گردش سے میری یہ آرزو جلد بر نہ آئی۔ ۱۹۴۲ء میں جب کہ کشمیر میں "کاکسٹکریسی" کا دبدبہ زوروں پر تھا، میں نے کشمیر کی پسماندگی کے خلاف آواز بلند کی اور علمی انقلاب کو بروئے کار لانے کے لئے ریاست کے اخبارات میں مضامین لکھنا شروع کئے جو ڈیڑھ سال کے اندر ایک سو سے زائد تعداد تک پہنچ گئے۔

اکتوبر ۱۹۴۷ء سے پاکستانی لٹیروں کی یلغار نے مجھے بھی جھنجھوڑا اور میں نے پاکستان کے مکر و فریب کا پردہ چاک کرنے کے لئے **تصویر کشمیر** کو پیش کرنے کا ارادہ کیا۔ میں نے پہلے انگریزی میں کام شروع کیا تھا لیکن آخر کار اردو میں ترجمہ کر کے اسے ہندوستانی میں پیش کرنا زیادہ مناسب سمجھا۔

"تصویر" دو حصوں پر مشتمل ہے جس کے دو نمایاں پہلو ہیں۔ پہلے پہلو کے سات رخ ہیں اور دوسرے کے چار۔ غرض کہ "تصویر کشمیر" کے گیارہ رخ دکھائے گئے ہیں۔

پہلے چار رخوں میں یہ دکھانے کی کوشش کی گئی ہے کہ جغرافیائی طور سے کشمیر جنت نظیر ہے، سماجی حیثیت سے، کشمیری ایک قوم ہیں، اقتصادی اعتبار سے، کشمیر مفلسوں کا وطن ہے اور سیاسی نظریے سے کشمیر متحدہ قومیت کی زندہ

مثال ہے۔ پانچویں رُخ میں کشمیر کے سیاسی اکھاڑے کے اندر کانگرس اور لیگ کے پہلوانوں کی کشتی دکھائی گئی ہے۔ جس میں کانگریس کی جیت ہوتی ہے۔ چھٹا رُخ تصویر کا ایک بدنما رُخ ہے جس میں دورِ کاک شاہی کا چہرہ نظر آتا ہے۔ ساتواں رُخ ان حالات کو پیش کرتا ہے جو کاک شاہی کے بعد ظہور میں آئے اور جنکی وجہ سے کشمیر بھارت ماتا کی گود میں آگیا۔ آٹھواں رُخ سانحۂ کشمیر یا پاکستانی حملے کا نظارہ پیش کرتا ہے۔ تصویر کا سب سے زیادہ المناک رُخ نواں ہے جسمیں پاکستانی درندگی کا نقشہ کھینچا گیا ہے۔ کشمیر کے مسئلے کو بین الاقوامی ریاست میں پیش کرنے کے لئے دسواں رُخ دکھایا گیا ہے۔ ہمیں وہ سب صورتیں دکھائی گئی ہیں جن سے کشمیر ایک داخلی معاملے سے ہٹ کر سیاسی شطرنج بازی کا ایک مہرہ بن گیا ہے۔ تصویر کا گیارواں رُخ موجودہ حالت پیش کرتا ہے اور اس رُخ میں ہند سرکار اور حکومت کشمیر کے انقلابی اقدامات کا نقشہ کھینچا گیا ہے۔ اس رُخ کے آخر میں کشمیر کی قسمت کے معمار کی تصویر پیش کی گئی ہے۔

میں اس تصویر کو پیش کرنے کے لئے اپنے چند محترم دوستوں اور بزرگوں کا احسانمند ہوں جنھوں نے میری حوصلہ افزائی کر کے مجھے تصویر کو پیش کرنے کے قابل بنایا۔ ان دوستوں اور بزرگوں میں مولانا محمد سعید صاحب مسعودی جنرل سکرٹری جموں و کشمیر نیشنل کانفرنس کا از حد ممنون ہوں جنھوں نے مسودہ کا مطالعہ کر کے مجھے اپنے قیمتی خیالات سے مستفید فرمایا۔ کتاب کی ترتیب انھیں کے مشورہ کا فیض ہے۔ دیباچہ تشنہ رہ جائے گا اگر میں شاعرِ انقلاب جوش ملیح آبادی صاحب اور پروفیسر امیر حسن عابدی صاحب کا تہ دل سے شکریہ ادا نہ کروں۔

مجھے امید ہے کہ ناظرین میری اس ناچیز کاوش کو قبول فرمائیں گے جو میرے نزدیک ملک و قوم کے مفاد کی ضامن ہوگی۔

پرتھوی ناتھ کول

دہلی یونیورسٹی ۳۰ رمئی ۱۹۴۹ء

حصّہ اوّل

داستانِ کشمیر

حصّہ دوم

سانحۂ کشمیر

فہرست مضامین

داستان کشمیر

سانحۂ کشمیر

ہندوستانی وفد کے دوبارہ آنے پر۔چینی نمائندوں کی تجویز۔چھ قوموں کی مشترکہ تجویز۔ہندوستان کا اظہار۔کشمیر کا اظہار۔ہندوستان کا جواب۔ پاکستان کا اظہار۔کمیشن کا تقرر۔سیکورٹی کونسل کی تجویز۔کمیشن جنیوا میں۔کمیشن کی کارروائی۔اگست ۱۹۴۸ء کی قرارداد۔ ہند سرکار کا جواب۔صدر کمیشن کا خط۔مزید وضاحت۔ پاکستان کا جواب۔پاکستان کا انکار۔کمیشن کا اظہار۔ مسٹر مارشل کا اصرار۔کمیشن کی ناکامی کے بعد۔پاکستان کا واویلا۔استصواب رائے کا فارمولا۔ڈاکٹر لوزانو کی کامیابی۔ تجویز کیا ہے؟ اگست کی قرار داد سے زیادہ۔ہندوستان کا بیان۔ پاکستان کی تشریح۔فوجی مشاہدین۔رائے شماری کا منتظم نئی تجویزیں۔

گیارھواں باب: کشمیر کی ناؤ بھنور میں ۔ ۳۰۳-۳۴۷

بے اعلانی جنگ۔پاکستان کا اقرار۔یو۔این۔او۔ سے دھوکا۔ ہندوستان کا عہد۔ہندوستان کی امداد۔کشمیر کشمیریوں کا۔ کشمیر کا فیصلہ۔کنونشن۔استصواب رائے مشکلات۔تفصیلات کی تکمیل۔موجودہ حالت۔تقسیم کی مخالفت۔دوسری تدابیر۔ لڑائی روکو کی خلاف ورزی۔ناؤ کدھر کو؟ دو کنارے۔ نیا کشمیر۔اقتصادی حالت۔تجارت۔نظریہ۔جنگ آزادی۔ پاکستان کے کرتوت۔جمہوریت۔پاکستانی درندگی۔ہند کی امداد۔نیشنل کانفرنس۔عوامی راج۔جاگیرداری کا خاتمہ۔زمیندارانہ اصلاحات۔پنچایت راج۔تعلیمی سدھار۔حفظان صحت کا سدھار۔انفارمیشن اور براڈ کاسٹنگ۔تجارت۔نقل و حمل۔خبر رسانی۔خوراک۔پناہ گزینوں کا بسانا۔ ہندوستانی مسلمان۔بین الاقوامی حالات۔آگے کیا ہوگا؟ کشمیر بیدار ہے۔

کشمیر کی کشتی کے ناخدا!

حصہ اول

داستانِ کشمیر

ریاست جموں و کشمیر

پیمانہ ۱" = ۶۳ میل

سوویٹ روس
پامیر
افغانستان
داروکوٹ
ممبروالی
اشکومان
دریائے ہنزا
ہنزا
نگر
چترال
یاسین
پونیال
دریائے گلگت
گلگت
سنکیانگ
بلتستان
دریائے سندھ
چلاس
نانگا پربت
سوات
دریائے کنہار
کاغان
سنبارادا کیرن
دریائے کشن گنگا
مظفر آباد
نوشہرہ
ایبٹ آباد
مری
راولپنڈی
گوجرخان
چکوال
دریائے جہلم
جہلم
گجرات
سیالکوٹ
وزیر آباد
دریائے چناب
گوجرانوالہ
شاہ پور
دریائے راوی
پونچھ
کوٹلی
میرپور
بھمبر
راجوری
جموں
کٹھوعہ
سانبہ
ادھم پور
بھدرواہ
رام بن
ریاسی
کشتواڑ
بانہال
اننت ناگ
سرینگر
بارہمولہ
بڈگام
کولگام
سوپور
ہندواڑہ
جہلوار
سونامرگ
دراس
کرگل
دریائے شنگو
کپلو
دریائے شیوک
سالتی
ریونگکرو
لہہ
کھلاٹسی
زانسکار
دریائے زانسکار
پدم
روپشو
کلار
دریائے سندھ
تبت
چمبہ
ریاست چمبہ
کانگڑہ
ہندوستان

پہلا باب

کشمیر کی جغرافیائی حالت

کشمیر کا چمن جو مجھے دلپذیر ہے — اس باغِ جانفزا کا یہ بُلبل اسیر ہے
ورثہ میں ہم کو آئی ہے آدم کی جائداد — جو ہے وطن ہمارا وہ جنت نظیر ہے

(اقبال)

ریاست جموں وکشمیر جس کو عام طور پر کشمیر کہتے ہیں اپنی خوبصورتی کی وجہ سے "ہندوستانی انگوٹھی کا سب سے زیادہ روشن نگینہ" کہا جاتا ہے۔ لیکن جب ہم یہاں کی انتہائی غربت کو دیکھتے ہیں جو کہ اس کے باشندوں کی ظلومیت، بیکاری، بیماری، لاچاری اور جہالت کی وجہ سے پیدا ہوئی ہے تو ہم یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتے کہ اس مرصع انگوٹھی کے محافظوں نے اپنے فرائض کی طرف کبھی دھیان نہیں دیا اور انھوں نے اس دُربے بہا کے پہلوؤں کو صاف رکھنے کا خیال نہیں کیا۔ بلکہ اس کے استعمال کرنے میں بالکل لاپروائی سے

کام لیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کشمیر کے لوگ اپنے اس بیش قیمت اور خوبصورت گھر میں بالکل پسماندہ ہو گئے ہیں۔

کشمیر ہندوستان کے عین شمالی سرحد پر واقع ہے۔ اس کے علاوہ فوجی اور سیاسی نکتہ نگاہ سے ایک اہم ریاست ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ۱۵ اگست ۱۹۴۷ء کے بعد ہندوستانی اُفق پر یہ ایک پیچیدہ مسئلہ بن گیا ہے۔ تمام ریاست کوہ ہمالیہ کے سلسلوں سے قریباً گھری ہوئی ہے۔ اس مضبوط فصیل سے نکلنے کے لئے شمال کی طرف سے صرف ایک دروازہ گلگت ہے۔ مشرق کی طرف سے فصیل بالکل اونچی ہے جس کا کوئی دروازہ نہیں۔ البتہ مغرب اور جنوب کی طرف سے اس کے دو وسیع دروازے تھے جو اس ریاست کو باقی دنیا سے ملاتے تھے۔ یہ دروازے تمام سال کھلے رہتے تھے۔ مگر ۱۵ اگست ۱۹۴۷ء کے بعد ہمارے ہمسایہ ملک پاکستان نے ان دونوں دروازوں کو بند کر دیا۔ کیونکہ ان کا رُخ اس کے احاطے میں آگیا۔ مگر ان دروازوں کے بند ہونے کے بعد ہی فصیل میں ایک نیا دروازہ کاٹ دیا گیا جس نے اس ریاست کو ہندوستان کی سرزمین سے ملا دیا۔

حدود اربعہ

کشمیر کی سرحدیں کئی بڑے ممالک کے ساتھ ملتی ہیں۔ اس کے جنوب میں مشرقی پنجاب (ہندوستان) مغربی پنجاب (پاکستان)، مغرب میں شمال مغربی سرحدی صوبہ، مغربی پنجاب (پاکستان) اور افغانستان، شمال میں سطح مرتفع پامیر کا بلند علاقہ۔ روسی ترکستان، چینی ترکستان (سنکیانگ) اور مشرق میں سطح مرتفع تبت واقع ہے۔ غرضیکہ یہ ریاست ممالک ہلئے سویٹ روس۔ چین۔ افغانستان پاکستان۔ ہندوستان اور تبت سے گھری ہوئی ہے۔ تمام سرحد کی لمبائی قریباً

۱۵۰۰ میل ہے۔ جن میں سے ۴۵۰ میل چین۔ بلتستان اور گلگت کے علاقہ سے ملتی ہے۔ چند میل روس اور گلگت سے ملتی ہے۔ ۵۰ میل گلگت کے قریب افغانستان سے ملتی ہے۔ ۳۵۰ میل پاکستان سے ملتی ہے۔ ۲۵۰ میل ہندوستان سے ملتی ہے اور ۳۵۰ میل تبت سے ملتی ہے۔

رقبہ اور آبادی

ریاست جموں وکشمیر رقبہ کے لحاظ سے ہندوستان کی سب سے بڑی ریاست ہے اس کا رقبہ ۸۴۴۷۱ مربع میل ہے جو ۳۲°۱۷ سے ۳۶°۵۸ عرض بلد اور ۷۳°۲۶ اور ۸۰°۳۰ طول بلد کے درمیان پھیلا ہوا ہے۔ تمام ریاست کی لمبائی مشرق سے مغرب کو ۲۵۰ میل اور چوڑائی شمال سے جنوب کو ۲۷۵ میل کے قریب ہے۔ مگر چونکہ اس اتنے بڑے رقبہ کا اکثر حصہ پہاڑی ہے۔ اس لئے آبادی بہت کم ہے۔ پہاڑی، بنجر اور جنگلات سے ڈھکے ہوئے علاقوں میں آبادی کا نام ونشان نہیں ملتا۔ اتنی بڑی ریاست کی کل آبادی ۴۰۲۱۶۱۶ ہے۔ تاہم آبادی کے لحاظ سے یہ ریاست ہندوستان کی ریاستوں میں چوتھی بڑی ریاست ہے۔

قدرتی تقسیم

قدرتی طور پر ریاست چار حصوں میں منقسم ہے :-

(۱) جنوب کا میدانی علاقہ

(۲) پہاڑی علاقہ

(۳) کوہ ہمالیہ کا درمیانی علاقہ

(۴) ہمالیہ پار کا علاقہ

(۱) جنوب کا میدانی علاقہ - یہ علاقہ پنجاب اور ریاست کے پہاڑی علاقہ کے درمیان واقع ہے اور پہاڑوں کے ساتھ دریائے راوی اور دریائے جہلم تک پھیلا ہوا ہے - یہ میدانی علاقہ سطح سمندر سے ایک ہزار فٹ بلند ہے - دریائے اُجھ اور توی اس علاقہ میں بہتے ہیں - دریائے چناب اور جہلم کا میدانی علاقہ ۷۰ میل تک پھیلا ہوا ہے اور اس علاقہ میں مناور توی بہتی ہے - اس تمام حصے کا رقبہ ۳۰۰۹ مربع میل ہے - جس میں شہر جموں اور کٹھوعہ، جسلمیر گڑھ، اکھنور اور بھمبر کے قصبے واقع ہیں - کل آبادی ۸۱۴۰۲۸ ہے جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ حصہ تمام ریاست کا سب سے زیادہ گنجان آباد علاقہ ہے - کشمیر کی کل آبادی کا پانچواں حصہ اس خطہ میں ہے جس کا رقبہ ریاست کے سارے رقبہ کا صرف تیسواں ($\frac{1}{30}$) حصہ ہے -

(۲) پہاڑی علاقہ - یہ علاقہ کوہ ہمالیہ کی جنوبی شاخ (پیر پنچال) اور میدانی علاقہ کے درمیان ہے - اور بلند پہاڑوں کے ساتھ ساتھ مشرق سے مغرب کو پھیلا ہوا ہے - ان میں سے کئی پہاڑیاں دس ہزار فٹ اور کئی پانچ ہزار فٹ بلند ہیں - ان پہاڑوں پر چٹان ہی چٹان اور جنگلات ہی جنگلات نظر آتے ہیں، اس علاقے کے جنوبی حصے میں سانبہ - رام نگر - اودھم پور - راجوری - نوشہرہ - اور شمالی حصہ میں کشتواڑ - بھدرواہ - گنڈ - بٹوت - بانہال - ریاسی - پونچھ، کوٹلی اور میرپور کے قصبے ہیں - اس حصے کا رقبہ ۹۷۶۹ مربع میل اور آبادی ۱۱۶۷۴۰۵ ہے -

(۳) کوہ ہمالیہ کا درمیانی علاقہ - اس حصہ میں کوہ ہمالیہ کی کئی شاخیں بچھی ہوئی ہیں جن میں سے کئی دس ہزار فٹ سے پندرہ ہزار فٹ بلند ہیں - کوہ ہمالیہ کی جنوبی شاخ پیر پنچال سے گذر کر کشمیر کی خوبصورت وادی نظر آتی ہے - یہ بہت زرخیز

اور گنجان آباد علاقہ ہے - یہ وادی ۸۴ میل لمبی اور ۲۵ میل چوڑی ہے - یہ علاقہ اصلی کشمیر ہے اور اس علاقہ کو دریائے جہلم، کشن گنگا اور نالہ سندھ سیراب کرتے ہیں - اس علاقہ کی بلندی سطح سمندر سے پانچ ہزار فٹ ہے - کل رقبہ ۸۵۳۹ مربع میل اور آبادی ۱،۲۸۷۰ ہے -

(۴) ہمالیہ پار کا علاقہ - یہ علاقہ کوہ ہمالیہ کی شاخوں کوہ قراقرم اور کوہ ہندوکش کے درمیان واقع ہے - یہ بھی یا نیم تبتی علاقہ ہے جو دو حصوں میں منقسم ہے - ایک حصہ لداخ اور دوسرا حصہ گلگت - لداخ مشرقی حصے میں ہے جس کی بلندی دس ہزار فٹ سے بائیس ہزار فٹ تک ہے - بعض علاقے بائیس ہزار فٹ سے بھی بلند ہیں - یہ علاقہ عام طور پر بنجر اور برف سے ڈھکا رہتا ہے - دریائے سندھ تمام علاقے میں بہتا ہے - گلگت کی بلندی لداخ سے ذرا کم ہے - فوجی لحاظ اور سیاسی نکتہ نظر سے یہ بہت اہم جگہ ہے اسی لئے ۱۹۳۵ء میں فوجی انتظام کی رو سے اس علاقہ کو حکومت ہند کے سپرد کر دیا گیا تھا - مگر پچھلے سال جب برطانوی حکومت ہندوستان سے ختم ہو گئی اور ہندوستان آزاد ہوا تو یہ علاقہ ۱- اگست ۱۹۴۷ء کو برطانوی اقتدار ختم ہونے سے پہلے ہی کشمیر کو واپس کر دیا گیا -

کشمیر کی جغرافیائی حالت کو دیکھتے ہوئے گلگت کی اہمیت زیادہ ہے کیونکہ یہ جگہ ریاست کے عین شمالی سرحد پر واقع ہے اور یہاں سے ہی ایک راستہ ہے جو کشمیر بلکہ سارے ہندوستان کو ترکستان وغیرہ سے ملاتا ہے - بس اس جگہ کی اہمیت کو دیکھ کر ای - ایف - نائٹ اپنی کتاب "جہاں تین سلطنتیں ملتی ہیں" لکھتے ہیں -

" یہی جگہ ہے جہاں تین بڑی سلطنتوں کی سرحدیں ملتی ہیں - اور وہ

روس ۔ چین اور تبت ہیں "

اس وقت اگر غور سے دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ نہ صرف تین بلکہ چھ بڑے ممالک کی سرحدیں اس جگہ ملتی ہیں ۔

سرحدی علاقے میں ہی نانگا پربت ۔ کنچن جنگا ۔ گاڈون آسٹن کی اونچی چوٹیاں ہیں ۔ اس تمام حصے کا رقبہ ۶۳۵۵۴ مربع میل اور آبادی بالکل کم یعنی ۵۰ اشخاص فی مربع میل ہے ۔ کل آبادی ۳۱۱۴۷۸ ہے ۔

ملکی تقسیم

انتظام حکومت کے لحاظ سے ریاست تین حصوں میں منقسم ہے :۔

(۱) صوبہ جموں

(۲) صوبہ کشمیر

(۳) سرحدی علاقے

(۱) صوبہ جموں میں میدانی علاقہ اور پہاڑی علاقہ شامل ہیں ۔ اس صوبہ کا رقبہ ۱۲۳۷۸ مربع میل اور آبادی ۱۹۸۱۴۳۳ ہے

(۲) صوبہ کشمیر میں کوہ ہمالیہ کا درمیانی علاقہ شامل ہے اس صوبہ کا رقبہ ۸۵۳۹ مربع میل اور آبادی ۱۷۳۸۷۰۵ ہے

(۳) سرحدی علاقہ میں کوہ ہمالیہ پار کا خطہ شامل ہے جس کا رقبہ ۶۳۵۵۴ مربع میل اور آبادی ۳۱۱۴۷۸ ہے ۔

ضلعے

ریاست کو ۱۳ ضلعوں میں تقسیم کیا گیا ہے ۔ ہر ایک ضلع میں کئی تحصیلیں ہیں

اور تحصیل قصبوں اور دیہاتوں پر مشتمل ہیں۔ ضلعوں اور تحصیلوں کی تقسیم اس طرح ہے:-

صوبہ	ضلع	رقبہ	شمار تحصیل	تحصیل	رقبہ	کیفیت
جموں	جموں	۱۱۴۷ مربع میل	۴	جموں	۳۴۶ مربع میل	شہر جموں اس ضلع میں شامل ہے۔ اسکا رقبہ ½ مربع میل ہے
				اکھنور	۳۱۷ "	
				سری رنبیر سنگھ پورہ	۱۵۷ "	ریاست میں سب سے چھوٹی تحصیل ہے
				سانبہ	۳۲۷ "	
"	کٹھوعہ	۱۰۲۳ مربع میل	۳	کٹھوعہ	۲۲۴ مربع میل	
				جسمیرگڑھ	۱۸۵ "	
				بسوہلی	۶۱۴ "	
"	ادھم پور	۵۰۷۰ مربع میل	۵	ادھم پور	۳۸۳ مربع میل	ریاست میں سب سے بڑا ضلع ہے۔
				کشتواڑ	۳۰۲۱ "	ریاست میں سب سے بڑی تحصیل ہے
				رام بن	۵۸۸ "	
				بھدرواہ	۵۵۳ "	
				رام نگر	۵۲۵ "	

صوبہ	ضلع	رقبہ	شمار تحصیل	تحصیل	رقبہ	کیفیت
جموں	ریاسی	١٧٨٩ مربع میل	٢	ریاسی رامپور راجوری	٩٨٣ مربع میل ٨٠٦ "	
"	میرپور	١٦٢٧ مربع میل	٣	میرپور کوٹلی بھمبر	٣٥٥ مربع میل ٥٧۴ " ٦٩٨ "	
"	پونچھ جاگیر	١٦٢٧ مربع میل	۴	باغ سدھنوتی حویلی مینڈھر	٣٢١ مربع میل ٣۴٨ مربع میل ۴٧٩ " " ۴٧٩ " "	اس ضلع میں گردوپ جاگیر بھی شامل ہے جسکا رقبہ ۴ مربع میل ہے۔
"	چینہنی جاگیر	٩٥ مربع میل	×	×	×	یہ جاگیر ٩۴ دیہات پر مشتمل ہے
کشمیر	بارہ مولا	٣٣١٧ مربع میل	٣	بارہ مولا اتر مچھی پورہ (ہندواڑہ) سری پرتاب سنگھ پورہ (بڈگام)	٥٩٠ مربع میل ٢٢٣٩ " ٥٨٨ "	صوبہ کشمیر میں سب سے بڑا ضلع ہے۔

صوبہ	ضلع	رقبہ	شمار تحصیل	تحصیل	رقبہ	کیفیت
کشمیر	اننت ناگ	۲۸۱۴ مربع میل	۳	خاص پلوامہ اونتی پور اننت ناگ کولگام	۷۴۳ مربع میل ۴۴۹ " ۱۰۳۴ " ۵۸۸ "	شہر سرینگر اس ضلع میں شامل ہے۔
کشمیر	مظفر آباد	۲۴۰۸ مربع میل	۳	مظفر آباد اوڑی کرناہ	۵۴۶ مربع میل ۵۲۰ " ۱۳۴۲ "	
سرحدی علاقہ	لداخ	۴۵۷۶۲ مربع میل	۳	لداخ کرگل اسکردو	۲۹۸۴۲ مربع میل ۷۳۹۲ " ۸۵۲۲ "	
"	استور	۱۶۳۲ مربع میل	×	×	×	اس ضلع میں ۳۹ دیہات ہیں
"	گلگت	۱۴۸۰ مربع میل	×	×	×	اس ضلع میں ۴۹ دیہات ہیں
×	گلگت ایجنسی	۱۴۶۸۰ مربع میل	۷ علاقے	ہنزا ناگیر پونیال اشکومان یاسین گلی گھیزر چلاس		یہ ضلع ۷ علاقوں پر مشتمل ہے جن میں کوئی تحصیل نہیں ہے

پہاڑ

کوہ ہمالیہ کے بلند سلسلے کشمیر کو قریباً چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہیں۔ ان پہاڑوں کی بہت اونچی چوٹیاں ہیں جن میں مونٹ گاڈون آسٹن ۲۸۲۵۰ فٹ۔ نانگا پربت ۲۶۲۶۰ فٹ۔ ہاراموش ۲۴۲۷۰ فٹ۔ نن کن ۲۳۰۰۰ فٹ۔ نبرا (نن کن کے ساتھ کی چوٹی) ۲۳۰۰۰ فٹ۔ مونٹ ہرمکھ ۱۶۰۰۰ فٹ۔ تاتا کوٹی ۱۶۰۰۰ فٹ۔ مہادیو ۱۵۰۰۰ فٹ اور افروٹ ۱۴۵۰۰ فٹ بلند ہیں۔

درے

کشمیر میں کئی مشہور درے ہیں۔ درہ زوجیلا ہمالیہ میں سب سے پست درہ ہے اور یہی درہ سونہ مرگ کے اوپر سے لداخ۔ بلتستان اور گلگت کے راستے کشمیر کو وسطی ایشیا کے ساتھ ملاتا ہے۔ امبالا۔ بوٹھہاٹ۔ مارگن۔ سنتھن۔ اور تراگ بل دیگر مشہور درے ہیں۔ بانہال کا مشہور درہ صوبہ کشمیر کو صوبہ جموں کے ساتھ ملا کر ریاست کو ہندوستان کے ساتھ جوڑ دیتا ہے۔

مرگ (پہاڑی سبزہ زار)

مسز سی۔ جی بروس نے اپنی کتاب "کشمیر" میں لکھا ہے:۔
"سوئٹزرلینڈ کے مشہور ایلپس کی طرح کشمیر کے ایلپس اپنے آپ بڑے دلکش ہیں"۔
کشمیر میں سبزہ زار کثرت سے ہیں۔ جھیل ولر کے سرے پر ناگ مرگ۔ درہ زوجیلا کے سرے پر سونہ مرگ (سونے کا سبزہ زار) گلمرگ (گلابوں کا سبزہ زار)۔ کھیلن مرگ اور توسہ میدان مشہور پہاڑی سبزہ زار ہیں۔

آب وہوا

ریاست جموں وکشمیر کی آب وہوا صحت بخش ہے ۔ مشہور فرانسیسی سیاح برنیئر جو ۱۶۶۵ء میں کشمیر گیا تھا ۔ اس ملک کی آب وہوا کے متعلق لکھتا ہے :۔

" جب وہ آہستہ آہستہ گرم میدانوں سے آگے بڑھتا گیا اور درجہ حرارت اور نباتات کو اپنی رفتار کے ساتھ تبدیل ہوتا پاتا گیا تو اسے اپنے پہاڑ اور گیو یاد آئے ۔"

میدانی علاقہ گرمیوں میں زیادہ گرم رہتا ہے ۔ مگر کوہ ہمالیہ کے درمیانی علاقہ میں آب وہوا بالکل معتدل رہتی ہے ۔ موسم بڑا خوشگوار رہتا ہے ۔ خاص کر وادیٔ کشمیر کی آب وہوا روح پرور ہوتی ہے ۔ یہاں تک کہ ایران کے مشہور شاعر عرفیؔ اپنے قصیدہ " در وصف کشمیر " میں اس طرح بیان کرتے ہیں ۔

ہر سوختہ جانے کہ بہ کشمیر درآید گر مرغِ کباب است کہ با بال و پر آید

یہی وجہ ہے کہ ہزاروں سیاح موسم گرما میں میدانوں کی جھلستی ہوئی گرمی سے بچنے کے لئے وادیٔ کشمیر میں آتے ہیں اور یہاں کے صحت افزا مقامات کی سیر کا لطف اٹھا کر اپنے آپ کو تندرست بناتے ہیں ۔ اس صحت بخش آب وہوا اور قدرتی نظاروں کی وجہ سے کشمیر جنت نظیر بن گئی ہے ۔

موسم گرما میں اتنی خوشگوار آب وہوا ہونے کے باوجود جاڑے میں موسم سخت سرد رہتا ہے ۔ ہمالیہ پار کے علاقہ میں تقریباً تمام سال سخت سردی ہوتی ہے ۔ ان علاقوں میں گرمیوں کا موسم بہت چھوٹا ہوتا ہے ۔ کشمیر اور گلگت کے درمیانی علاقہ میں گرمیوں میں خاصی گرمی رہتی ہے ۔ پیر پنچال کے پہاڑی علاقہ میں گرمیوں میں معتدل آب وہوا رہتی ہے لیکن سردیوں میں شدت کی سردی پڑتی ہے ۔

بارش

چونکہ ریاست کی سطح زیادہ تر پہاڑی ہے اس لئے بارش کم ہوتی ہے۔ میدانی علاقے اور وادی کشمیر میں کچھ بارش ہوتی ہے لیکن ہمالیہ پار کے علاقہ میں بالکل کم ہوتی ہے جنوبی پہاڑی علاقے میں بارش زیادہ ہوتی ہے۔ کوہ ہمالیہ کے درمیانی علاقہ میں بارش تھوڑی سی ہوتی ہے۔ مگر سردیوں میں برف پڑتی ہے۔ جنوبی پہاڑی علاقہ میں بھی سردیوں میں کافی برف پڑتی ہے۔ ہمالیہ پار کا علاقہ برف سے بالکل ڈھکا رہتا ہے۔

صوبہ جموں میں سالانہ بارش ۴۵ انچ اور صوبہ کشمیر میں ۳۰ اور ۳۵ انچ کے درمیان ہے۔ ریاسی اور پونچھ کے علاقوں میں سالانہ بارش ۶۰ انچ سے بھی زیادہ ہے۔

دریا

ہمالیہ پار کے علاقہ میں دریائے سندھ بہتا ہے۔ جو تبت میں جھیل مانسرور سے نکل کر ۸۰۰ میل تک کوہ ہمالیہ کے ساتھ ساتھ شمال مغرب کی جانب بہتا ہے اور گلگت کے مقام پر جنوب مغرب کی طرف مڑجاتا ہے اور پنجاب میں داخل ہوتا ہے۔ اس کے کئی معاون ہیں جن میں گلگت، ہنزا، شیوک، اسٹور، اور زنسکار مشہور ہیں۔

کوہ ہمالیہ کے درمیانی علاقہ میں دریائے جہلم بہتا ہے جو چشمہ ویری ناگ سے نکل کر کشمیر کی خوبصورت وادی کو سیراب کرتا ہوا مظفرآباد کے پاس جنوب کو مڑ کر ریاست کی مغربی حد بناتا ہوا جہلم کے مقام پر پنجاب میں داخل ہوتا ہے

یہ دریا ریاست کے لئے فائدہ مند ہے۔ اس دریا کے معاون لدر، وار ڈون۔ نالہ سندھ اور کشن گنگا ہیں۔

دریائے چناب ریاست چنبہ سے گذر کر ریاست کے پہاڑی علاقہ میں بہتا ہوا اکھنور کے مقام پر میدانی علاقہ میں داخل ہوتا ہے۔

میدانی علاقہ میں دریائے اُجھ۔ توی اور منا ور توی بہتے ہیں جو ریاست کے جنوبی علاقے کو سیراب کرتے ہیں۔ دریائے اُجھ میں برسات کے دنوں طغیانی آتی ہے۔ یہ دریا ۲۵ میل کے قریب پہاڑی علاقہ سے ہوتا ہوا اکھنور کے مقام پر کئی شاخوں میں بٹ جاتا ہے۔ توی ۸۰ میل پہاڑوں کے درمیان سے بہتی ہوئی جموں کے قریب میدانی علاقہ میں داخل ہوتی ہے۔ منا ور توی منا ور سے کچھ فاصلہ پر چناب میں جا گرتی ہے۔

جھیلیں

ریاست میں بہت سی چھوٹی چھوٹی جھیلیں ہیں۔ جن کا پانی میٹھا ہے لیکن بڑی بڑی اور مشہور جھیلیں ولر۔ ڈل۔ انچار۔ مانسبل۔ گنگا بل۔ شیش ناگ۔ کونسر ناگ۔ تارسر اور مار سر ہیں۔ جھیل ولر تمام ایشیا میں سب سے بڑی میٹھے پانی کی جھیل ہے۔ جھیل ڈل ریاست کی سب سے زیادہ مفید اور دلفریب جھیل ہے۔ اسی جھیل کے کنارے مغلوں کے باغات ہیں۔ اسی جھیل کے اندر تیرتے ہوئے جزیرے ہیں۔ کنولوں کی بھرمار اور ہاؤس بوٹوں کی قطار اسی جھیل کی خصوصیت ہے۔ اس جھیل اور ڈلر کا پانی دریائے جہلم سے ملتا ہے۔ جھیل انچار کا پانی نالہ سندھ کے ساتھ ملتا ہے۔ جھیل مانسبل سب سے گہری جھیل ہے۔ اس جھیل کا پانی بالکل صاف اور نیلا ہے۔ گنگا بل شیش ناگ اور کونسر ناگ

سب پہاڑی جھیلیں ہیں جن سے پہنچنے کے راستے دشوار گذار اور خطرناک ہیں۔
لداخ میں کئی بڑی جھیلیں ہیں جو اونچے پہاڑوں کی چوٹیوں پر واقع ہیں۔
ان میں سے زیادہ تر کھارے پانی کی جھیلیں ہیں۔ جھیل پنگاگ سب سے بڑی جھیل ہے۔

چشمے

کشمیر میں بے شمار چشمے ہیں جن کا پانی صاف و شفاف ٹھنڈا اور میٹھا ہوتا ہے
سب سے زیادہ میٹھا پانی چشمہ شاہی کا ہے۔ دیگر مشہور چشمے۔ ویری ناگ۔ اچھ بل۔
چشمہ شاہی اور کوکرناگ ہیں۔ ہارون کا پانی نلوں کے ذریعہ شہر سرینگر کے باشندوں
کو مہیا گیا ہے۔ کھریو اور اننت ناگ کے نزدیک گندھک کے چشمے ہیں۔ پیر پنچال
کے دامن میں بھی کئی چشمے ہیں۔ کچھ چشمے اپنے پانی کا رنگ بدلتے رہتے ہیں۔

چشمے کا پانی

کشمیر کے چشموں کا پانی بیماریوں کے دور کرنے میں بہت مفید ہے۔
چشمہ شاہی کا پانی ہاضمے کی بیماریوں کو دور کرتا ہے
اچھ بل کا پانی۔ گردے۔ مثانے اور معدے کی بیماریوں کو ٹھیک
کرنے میں کارآمد ہے۔
کونسر ناگ کا پانی دمہ اور ذات الجنب کے مریضوں کیلئے مفید ہے۔
چشمہ بائی ہامہ کا پانی تپ دق کے بیماروں کے لئے فائدہ مند ثابت ہوا ہے۔
گندھک کے چشموں میں نہانے سے کھجلی اور کئی جلدی بیماریاں دور ہو جاتی
ہیں۔

پھول

کشمیر پھولوں کی سیج ہے۔ جہاں کہیں نظر ڈالو پھول ہی پھول نظر آتے ہیں۔ خوشبو ہر طرف چھائی ہے۔ تمام قسم کے پھول اس خطے میں اُگتے ہیں۔ یہاں تک کہ یورپ کے کئی خاص پھول بھی کشمیر میں کھلے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ یہ پھولوں کی بہار بغیر کسی خاص محنت کے قدرتی طور پر ہر ایک جگہ دکھائی دیتی ہے۔ قدرت نے پھولوں کی گلکاری کشمیر کی زمین ہی کو بخش دی ہے۔ جھیلوں میں پانی کی سطح پر کنول کے پھول ایک عجب لطف دیتے ہیں۔ وہ اپنی گلابی اور سفید پنکھڑیاں کھولے ہوئے جھیل میں قالینوں کی قطار سی مانند نظر میں آتے ہیں۔

قابل دید مقامات

وادیاں

پیر پنچال پہاڑوں کے سلسلے ریاست جموں و کشمیر کو دو حصوں میں تقسیم کرتے ہیں ایک حصہ صوبہ کشمیر اور دوسرا حصہ صوبہ جموں۔ صوبہ کشمیر میں ایک زرخیز، پُر بہار، نظاروں سے بھرپور زمین کا ایک خطہ ہے۔ جو تمام روئے زمین پر ایک انتہائی خوبصورت جگہ مانی گئی ہے۔ یہ جگہ وادیٔ کشمیر ہے اور جیسا کہ بیان کر چکے ہیں یہ وادی ۸۴ میل لمبی اور ۲۵ میل چوڑی ہے۔ اس وادی کے بیچوں بیچ دریائے جہلم سانپ کی طرح بل کھاتا ہوا بہتا ہے۔ اس وادی کو بعض مصنف "مشرق کا سوئٹزرلینڈ" لکھتے ہیں لیکن سر فرانسس ینگ ہسبنڈ اپنی کتاب "کشمیر" میں لکھتے ہیں۔

"کشمیر سوئٹزرلینڈ سے مشابہت رکھتا ہے۔ مگر سوئٹزرلینڈ کی وادی کشمیر کے صرف ایک بغلی وادی کے مانند ہے"

کشمیر میں کئی چھوٹی چھوٹی بغلی وادیاں بھی ہیں جن میں سے چار مشہور ہیں:۔

(۱) وادی سندھ

(۲) وادی لدر

(۳) وادی لولاب

(۴) وادی وارڈون

نالۂ سندھ ۔ وادی سندھ میں اور دریائے لدر ۔ وادی لدر میں بہتا ہے ۔ یہ دو وادیاں قدرتی نظاروں کی وجہ سے بڑی دلکش بن گئی ہیں۔ ای ۔ ایف نائٹ لکھتے ہیں :۔

"وادی سندھ کشمیر کا سب سے زیادہ دلفریب نظارہ دیتی ہے"

اس کی تقلید میں سر فرانسس ینگ ہسبنڈ لکھتے ہیں :۔

"اطراف کی وادیوں میں وادی سندھ یقیناً سب سے زیادہ موثر اور کشش پیدا کرنے والی ہے"

پہاڑی مقامات

چونکہ کشمیر کے چاروں طرف پہاڑ ہی پہاڑ ہیں۔ اس لئے ان پہاڑوں پر کئی ایسے مقامات ہیں جو دیکھنے سے تعلق رکھتے ہیں ۔ یہ مقامات صحت ٹھیک کرنے اور نظاروں سے لطف اندوز ہونے کے لئے عمدہ جگہیں ہیں جو موسم گرما میں دیکھنے کے قابل ہیں ۔ ان مقامات میں گلمرگ ۔ کھیلن مرگ ۔ توسہ میدان ۔ پہلگام ۔ کوکرناگ ۔ عیش مقام ۔ گاندربل اور سونہ مرگ زیادہ مشہور ہیں ۔ جموں کے علاقہ کی

ہرن، کشتواڑ۔ بھدرواہ۔ بٹوٹ۔ گڈ اور سانسار صحت افزا مقامات ہیں۔ یہ تمام مقامات ہر سال ہزاروں سیاحوں کو میدانوں سے کھینچ کر لاتے ہیں۔

باغات

پھولوں کی بھرمار۔ خوشگوار آب وہوا۔ قدرتی سبزہ زار۔ پانی کے چشمے اور زرخیز زمین کشمیر میں بے شمار باغات کے وجود کا باعث ہیں۔ لیکن جو اچھے باغات ہیں وہ سب مغلوں کے زمانے میں بنائے گئے ہیں۔ مسٹر سی جی بروس کا بیان ہے:-

"کشمیر میں ۷۷۰ باغات مغلوں کے بنے ہیں"

ان باغات میں چشمہ شاہی (بادشاہ کا چشمہ)، نشاط باغ (خوشی کا باغ)، شالیمار باغ (پیار کا باغ) نسیم باغ (تازہ ہوا کا باغ)۔ اچھ بل (دلپسند کا باغ) اور ویری ناگ مشہور ہیں۔ ان میں سے اکثر باغات جھیل ڈل کے کنارے پر ہیں۔ جو کہ سیاحوں کے لطف کا مرکز ہیں۔

پرانی یادگاریں

کشمیر زمانہ قدیم سے تہذیب وتمدن کا مرکز رہا ہے۔ یہاں کئی قابل دید عمارتیں ہیں جن میں اکثر مندریں اور مسجدیں ہیں۔ سری نگر میں شنکراچاریہ۔ شاہ ہمدان۔ پتھر مسجد۔ جامع مسجد۔ مزار والا بادشاہ۔ پری محل۔ زیارت مخدوم صاحب اور قلعہ ہاری پربت مشہور یادگاریں ہیں۔ اونتی پور میں اونت سوامی اور اونت سور کے مندر۔ مارتنڈ مندر۔ بامزو گپھا۔ پایک مندر۔ اچھ دل پرانی عمارتیں ہیں۔ ان کے علاوہ ہارون۔ پان درتھین۔ ویری ناگ۔ ماماں۔ مانسبل۔ پٹن۔ پری ہس پورہ وانگاٹ اور یونی یار میں پرانے کھنڈرات ہیں۔ یہ سب یادگاریں تواریخی اور آثاریہ

دلچسپی کا باعث ہیں۔

سری نگر

سری نگر یعنی سورج کا شہر۔ ریاست کا سب سے بڑا شہر ہے۔ اس کی آبادی ۲۰۸۰۰۰ ہے۔ ای۔ ایف۔ نائٹ کا کہنا ہے "سری نگر ایشیا کا وینس ہے" لیکن سٹوئی رہامیم نے "قسمت انڈیا" میں لکھا ہے: "ہندوستان کے شہروں کا شہر سرینگر ہے جو لگ بھگ مشرق کا وینس اور سوئٹزرلینڈ مانا جاتا ہے"۔

دریائے جہلم اس شہر کے بیچ میں بہتا ہے اور اس کے دوبالا کرتا ہے۔ یہ جگہ قدرتی نظاروں، صاف و شفاف جھیلوں۔ شکاروں، ڈونگوں، ہاؤس بوٹوں۔ مندروں، مسجدوں، سندرکنولوں، شاہی محلاتوں، عمدہ باغاتوں، بڑے کارخانوں، عیش پسند مقاموں، ہرے سبزہ زاروں، پرانے کھنڈراتوں، شاندار بازاروں، تعلیمی اداروں، سرکاری دفاتروں، تیرتے ہوئے کھیتوں، خوبصورت انسانوں، ہنرمند کاریگروں، کاروباری لوگوں، گانے والے پرندوں، اونچے درختوں، کھلے گلی کوچوں اور متوسط مکانوں سے بھرپور ہے۔ جس کی وجہ سے یہ کشمیر کی ملکہ بن گئی ہے۔

شولے ہارمیم نے "قسمت انڈیا" میں ایک اور جگہ لکھا ہے:۔

"جیسے لندن انگلستان کی روح ظاہر کرتی ہے۔ اسی طرح سری نگر وہ نظارہ دیتی ہے جو ہندوستان ہے"۔

یہ ریاست کی راجدھانی ہے اور اس کی بلندی سطح سمندر سے ۵۵۰۰ فٹ ہے۔ شہر کا رقبہ ۶ مربع میل ہے جس میں ۴۰۰۰۰ سے زائد مکانات ہیں۔

جموں

جموں ریاست کا دوسرا شہر ہے۔ یہ ریاست کی موسم سرما کی راجدھانی ہے

اور سری نگر یعنی صوبہ کشمیر کے ساتھ درہ بانہال کے ذریعہ جڑا ہوا ہے۔ یہ ۱۵ اگست ۱۹۴۷ء سے پہلے ریاست کو ریلوے لائن کے ذریعے باقی ہندوستان سے ملاتا تھا۔ لیکن اس کے بعد یہ لائن پاکستان کے علاقہ میں ہونے کی وجہ سے پاکستان گورنمنٹ نے کاٹ دی ہے نئی سڑک جو ریاست کو ہندوستان سے ملاتی ہے۔ وہ جموں سے کٹھوعہ تک ہے۔ اس شہر کی آب و ہوا گرمیوں میں گرم اور سردیوں میں معتدل رہتی ہے یہ کاروبار کا مرکز اور صوبہ جموں کی رونق ہے۔ توی کے کنارے آباد ہے اور اس کا رقبہ ۱/۲ مربع میل ہے اور آبادی ۵۰۳۷۹ ہے۔

کشمیر جنت نظیر

کشمیر اپنی نظیر آپ ہے۔ دنیا کا کوئی خطہ اس ملک کے قدرتی مناظر سے مقابلہ نہیں کر سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ مشہور سیاحوں نے بھی اس ملک کو باغ ارم کے نام سے پکارا ہے۔ ای۔ الیف۔ نائٹ جو کشمیر ۱۸۸۸ء میں گئے تھے۔ کہتے ہیں:۔

"یہ انتہائی خوبصورت ملک ہے جو ہم نے کبھی دیکھا ہے"۔

اس ملک میں دیودار۔ بلوط۔ چنار۔ کیکر۔ چیل اور سفیدے کے درخت ہیں۔ پھل والے درختوں میں سیب، ناشپاتی، اخروٹ۔ گیلاس۔ شہتوت۔ آڑو۔ شفتالو۔ زرد آلو۔ خوبانی اور بادام کے درخت کثرت سے ہیں۔ اس کے علاوہ انگور کی بیلیں بھی جگہ جگہ پر ہیں۔ ان خوشگوار میوہ دار۔ اور لہلہاتے ہوئے درختوں کے نیچے سبزہ زار اور ہری ہری گھاس کا مخمل ہے۔ جس میں قدرت نے گلکاری کی ہے۔ اس میں قسم قسم کے پھول کھلتے ہیں جن میں گلاب۔ سوسن۔ نرگس۔ عشق پیچاں۔ لاجونتی وغیرہ مشہور ہیں۔ جھیل ڈل میں کنول کا پھول اپنا ثانی نہیں رکھتا۔ ان پھولوں سے لدے

ہوئے سینکڑوں باغات اور سبز مخملی زمین ہزاروں کے دلوں کو معشوق کی طرح اپنی طرف جذب کر لیتے ہیں۔ ان درختوں کی ٹہنیوں اور پھولوں کی پنکھڑیوں پر خوش نوا چہچہاتے اور خوبصورت پرندے کشمیر کا راگ الاپتے ہیں اور سب سے اوپر نظر ڈالو تو شگاف دار پہاڑوں کی قطار نظر آتی ہے۔ یہ قدرتی فصیلیں کشمیر کو ایک عجیب لطف بخشتی ہیں۔ ان فصیلوں کے اوپر قدرت نے برف کا دستار باندھ رکھا ہے۔ جو سورج کے اجالے میں چاندی کے ڈھیر نظر آتے ہیں۔ ان کی چوٹیاں بڑی شاندار ہیں۔ جن میں سے کئی آسمان کے ساتھ سرگوشیاں کرتی ہوئی کشمیر کی دلفریبی کی داستانیں سنا رہی ہیں۔ جن کی آواز بازگشت دنیا کے کونے کونے میں پہنچی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔ غرضیکہ اس خطہ زمین کی صحت بخش آب وہوا۔ ٹکراتی ہوئی ندیاں۔ چمکتے ہوئے چشمے۔ صاف و شفاف جھیلیں۔ امڈتے ہوئے دریا۔ اونچے اونچے درخت۔ پتوں کی کثرت۔ لذیذ میوے۔ مہکتے ہوئے پھول۔ چہچہاتے ہوئے پرندے۔ مخمل جیسا سبزہ زار۔ برف کے دستار۔ پھولوں کی گلکاریاں۔ قسم قسم کے باغات۔ مختلف نباتات۔ قابل دید مقامات۔ گھنے جنگلات۔ قدرتی دولت کی بہتات اور ان سب کو لپیٹے ہوئے اونچے پہاڑوں کی قدرتی فصیلیں اگر جنت کی رونق اور تازگی نہیں بخشتیں تو اور کیا ہے؟

ای۔ الیف۔ نائٹ لکھتے ہیں:۔ ”یہ عجب نہیں کہ جو حملہ آور اس خوشگوار نخلستان میں اس کے دشوار گذار اور خطرناک پہاڑوں کو جو اس کی زرخیز خوبصورتی کے گرد ہیں جھینیوں میں کاٹ کر پہنچے ہیں۔ اسکو پہلے پہل جنت کے نام سے پکارا ہے . . . . بے شک ایک علیحدہ بررونق زمین جو بغیر کسی وجہ کے زمین پر جنت کہی جاتی ہے تمام ایشیا میں پاک زمین کے نام سے مشہور ہے“۔

مغل بادشاہوں نے کشمیر کی خوبصورتی کو دیکھ کر اسے اپنا مسکن بنایا۔

شہنشاہ جہانگیر اپنی چاہتی ملکہ نورجہاں کے ساتھ ہمیشہ کشمیر کی سیر کیا کرتے تھے۔ اُسکے زمانے کا مشہور شالیمار باغ (محبت کا باغ) ابھی ان کی بے حد محبت کی منہ بولتی تصویر ہے۔ کشمیر کی قدرتی خوبصورتی کو دیکھ کر یک دم اس کے منہ سے یہ مصرع نکلا :-

اگر فردوس بر روئے زمین است ہمین است و ہمین است و ہمین است

اور جب جہانگیر مرا تو اس وقت بھی اس کے منہ سے آواز آئی "آہ کشمیر!"

حضرت حفیظ جالندھری اپنی مشہور نظم "تصویر کشمیر" میں فرما چکے ہیں۔

عامیوں نے کہدیا کشمیر کو جنت نشاں
ورنہ جنت میں یہ حسن و رنگ و شادابی کہاں
کیا ہے جنت چند حوریں اک چمن دو ندیاں
عالم بالا میں ہے پَرتو اسی کشمیر کا
یہ بھی اک پہلو ہے کشمیر کی تصویر کا

اور ڈاکٹر سر محمد اقبال کشمیر کے قدرتی نظاروں سے لطف اندوز ہونے کی یوں دعوت دیتے ہیں :-

رخت بہ کاشمر کشا کوہ و تل و دمن نگر
سبزہ جہاں جہاں بہ بین لالہ چمن چمن نگر
باد بہار موج موج مرغ بہار فوج فوج
صلصل و سار زوج زوج بر سر نارون نگر
تا نہ فتند زینتش چشم سپہر فتنہ باز
بستہ بہ چہرۂ زمیں برقع نسترن نگر

دوسرا باب

کشمیر کی سماجی حالت

کشمیر زمیں پر ہے؟ کہ جنت کا چمن ہے　　مسلم ہو کہ ہندو ہو، ہر اک کا وطن ہے
مذہب ہے یہاں کا فقط اک "قوم پرستی"　　یہ خطہ اسی واسطے مشہور زمن ہے
(کول)

تقسیم آبادی

۱۹۴۱ء کی مردم شماری کے بموجب ریاست جموں و کشمیر کی کل آبادی ۴۰۲۱۶۱۶ ہے دوسرے لفظوں میں ہم یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ ہر نسو ہندوستانیوں (پاکستانیوں کے سمیت) میں ایک کشمیری ہے۔ ریاست کی تقسیم آبادی صوبوں ضلعوں اور تحصیلوں کی بنا پر حسب ذیل ہے:

صوبہ	کل آبادی
جموں	۱۹۸۱۴۳۳
کشمیر	۱۷۲۸۷۰۵
سرحدی علاقے	۳۱۱۴۷۸

ضلع	کل آبادی	تحصیل	آبادی
جموں	۴۳۱۳۶۲	(۱) جموں (۲) ہری رنبیر سنگھ پورہ (۳) سانبہ (۴) اکھنور	۱۵۶۵۵۶ ۹۶۵۲۱ ۸۹۴۶۴ ۸۸۸۲۱
کٹھوعہ	۱۷۷۶۷۲	(۱) بسوہلی (۲) جسمیر گڑھ (۳) کٹھوعہ	۷۰۶۷۴ ۵۹۶۷۰ ۴۷۳۷۸
اودھم پور	۲۹۴۲۱۷	(۱) رام بن (۲) کشتواڑ (۳) رام نگر (۴) اودھم پور (۵) بھدرواہ	۷۵۷۹۳ ۶۰۸۹۳ ۶۰۰۷۰ ۵۲۹۳۷ ۴۴۵۱۸
ریاسی	۲۵۷۹۰۳	(۱) رامپور راجوری (۲) ریاسی	۱۴۰۸۴۴ ۱۱۷۰۵۹
میرپور	۳۸۶۶۵۵	(۱) بھمبر (۲) میرپور (۳) کوٹلی	۱۶۲۵۰۳ ۱۱۲۱۱۵ ۱۱۱۰۳۷
پونچھ	۴۲۱۸۲۸	(۱) حویلی (۲) سدھنوتی (۳) مینڈھر (۴) باغ	۱۱۰۷۳۳ ۱۰۸۳۰۰ ۱۰۱۷۰۴ ۱۰۱۰۹۱

ضلع	کل آبادی	تحصیل	آبادی
چنہنی	۱۷۷۹۶	×	×
بارہ مولہ	۶۱۲۴۲۸	(۱) اتر مچھی پورہ (ہندواڑہ)	۲۷۴۹۴۲
		(۲) پرتاب سنگھ پورہ (بڈگام)	۱۷۴۵۸۳
		(۳) بارہ مولہ	۱۶۲۹۰۳
اننت ناگ	۸۵۱۶۰۶	(۱) خاص	۳۳۳۸۸۱
		(۲) اننت ناگ	۲۰۳۸۲۷
		(۳) کولگام	۱۵۷۳۷۲
		(۴) پلوامہ	۱۵۶۵۲۶
مظفرآباد	۲۶۴۶۷۱	(۱) مظفرآباد	۱۲۵۵۸۵
		(۲) اوڑی	۸۰۲۲۳
		(۳) کرناہ	۵۸۸۶۳
لداخ	۱۹۵۲۸۲	(۱) اسکردو	۱۰۶۲۷۱
		(۲) کرگل	۵۲۸۵۳
		(۳) لداخ	۳۶۳۰۷
استور	۱۷۰۲۶	×	×

ضلع	کل آبادی	تحصیل یا علاقہ	آبادی
گلگت	۲۲۴۹۵	×	×
گلگت ایجنسی	۷۶۵۲۶	(۱) چلاس	۱۵۳۶۴
		(۲) ہنزا	۱۵۳۴۱
		(۳) ناگیر	۱۴۸۷۴
		(۴) یاسین	۹۹۸۹
		(۵) گلی گھیزار	۸۵۱۲
		(۶) پونیال	۸۱۶۴
		(۷) اشکومان	۴۲۸۲

ریاست میں کل ۱۳ ضلعے اور ۳۳ تحصیلیں ہیں۔ ان میں صرف ۲ شہر ہیں۔ باقی کل ۷ قصبے ہیں جن کی آبادی ۵ ہزار سے زیادہ ہے اور ۲۹ دیگر قصبے ہیں جنکی آبادی ایک ہزار اور ۵ ہزار کے درمیان ہے۔ ان کی تقسیم حسب ذیل ہے :-

شہر	ضلع یا وزارت	آبادی
سری نگر	اننت ناگ	۲۰۷۷۸۷
جموں	جموں	۵۰۳۷۹
قصبہ (زائد ۵ ہزار)	ضلع یا وزارت	آبادی
بارہ مولہ	بارہ مولہ	۱۲۷۲۴

قصبہ (زائد ۵ ہزار)	ضلع یا وزارت	آبادی
اننت ناگ	اننت ناگ	۱۱۹۸۵
سوپور	بارہ مولہ	۱۱۴۷۰
پونچھ	پونچھ	۸۶۰۸
میرپور	میرپور	۸۵۸۶
جموں چھاؤنی	جموں	۸۴۶۸
کٹھوعہ	کٹھوعہ	۵۵۸۶

قصبہ (۵ ہزار سے کم)	ضلع یا وزارت	آبادی
گلگت	گلگت	۴۶۷۱
اودھم پور	اودھم پور	۴۶۸۶
مظفرآباد	مظفرآباد	۴۵۷۱
بیجباڑہ	اننت ناگ	۴۵۳۲
پامپور	"	۴۴۴۶
شوپیاں	"	۴۳۵۹
چرار شریف	بارہ مولہ	۴۰۳۰
مجھ بھون	اننت ناگ	۳۴۸۷
اکھنور	جموں	۳۲۸۷

قصبہ	ضلع یا وزارت	آبادی	قصبہ	ضلع یا وزارت	آبادی
لیہ	لداخ	۳۳۷۲	رامپور راجوری	ریاسی	۲۴۴۹
سانبہ	جموں	۳۲۸۷	رام نگر	اودھم پور	۲۴۴۲
کشتواڑ	اودھم پور	۳۲۳۵	بسوہلی	کٹھوعہ	۲۳۸۳
پٹن	بارہ مولا	۳۰۳۲	ڈوڈہ	اننت ناگ	۲۲۸۰
بھدرواہ	اودھم پور	۲۹۸۵	ویری ناگ	،،	۲۲۱۹
بیردل	کٹھوعہ	۲۹۶۸	بھمبر	میرپور	۲۱۹۴
ریاسی	ریاسی	۲۸۲۲	مری نمبر سنگھپورہ	جموں	۲۱۵۰
کوٹلی	میرپور	۲۷۶۱	بادامی باغ چھاؤنی	اننت ناگ	۱۸۰۹
مناور	میرپور	۲۵۸۰	اوڑی	مظفرآباد	۱۲۸۱
اسکردو	لداخ	۲۵۳۷	کٹڑہ	ریاسی	۱۰۰۵

فرقے

ریاست کی کل آبادی ۴۰۲۱۶۱۶ میں سے ۳۱۰۱۲۴۷ مسلمان ۸۰۹۱۶۵ ہندو۔ ۶۵۹۰۳ سکھ۔ ۴۰۶۹۶ بودھ۔ ۳۰۸۹ ہندوستانی عیسائی۔ ۹۱۰ جینی۔ ۰۳۴ یورپین اور اینگلوانڈین عیسائی۔ ۲۹ پارسی۔ ۱۱ یہودی اور ۴۶۲ قدیم قبیلے وغیرہ ہیں۔ مسلمانوں کا تناسب ۷۷.۱۱ فی صدی ہے۔ صوبہ جموں کے تین ضلعوں کو چھوڑ کر مسلمان دونوں صوبوں اور فرنٹیر علاقے میں کافی اکثریت میں ہیں۔ اُن کی تعداد صوبہ جموں میں ۱۲۱۵۶۷۶۔ صوبہ کشمیر میں ۱۶۱۵۴۷۸ اور فرنٹیر علاقے میں ۲۷۰۰۹۳ ہے۔ ان میں سے شیعہ ۲۸۰۰۰۰ ہیں۔ ہندوؤں کا

تناسب ۲۰۰۱۲ فیصدی ہے جن میں سے ۱۵۲۵۳۶ ہریجن ہیں۔ سکھوں کا تناسب ۱۰۶۴ فی صدی ہے۔ اگرچہ ریاست کے یہ باشندے دنیا کے بڑے بڑے مذہبوں سے تعلق رکھتے ہیں اور فرقہ کے لحاظ سے جدا ہیں لیکن وہ ایک ہی نسل کے دکھائی دیتے ہیں۔ اُن کے تہذیب و تمدن رسم و رواج بالکل ایک ہیں اور وہ زندگی کے ہر ایک شعبے میں بالکل متحد ہیں۔

صوبوں اور ضلعوں میں فرقوں کے لحاظ سے تقسیم ذیل میں درج کی جاتی ہے:۔

صوبہ	ہندو	مسلمان	سکھ	بودھ	ہندوستانی عیسائی	مسلمانوں کا تناسب فیصدی
جموں	۷۲۲۸۳۵ (۱۱۳۳۲۲)	۱۲۱۵۶۷۶	۳۸۵۶۶	۵۲۲	۲۷۳۷	۶۱۰۳۵
کشمیر	۸۵۵۸۰ (۴۲)	۱۶۱۵۴۷۸	۲۷۰۳۴	۱۰	۲۰۷	۹۳۰۴۵
فرنٹیئر علاقے	۷۵۰	۲۷۰۰۹۳	۳۰۳	۴۰۱۶۴	۱۳۵	۸۶۰۷۱
ضلع	ہندو	مسلمان	سکھ	بودھ	ہندوستانی عیسائی	مسلمانوں کا تناسب فیصدی
جموں	۲۴۸۱۷۳ (۵۱۱۲۰)	۱۷۰۷۸۹ (۱۳۲۸)	۹۱۵۱	۲	۲۲۶۲	۳۹
کٹھوعہ	۱۳۱۸۲۳ (۱۸۸۴۹)	۴۵۲۱۴ (۳۱)	۴۳۱	×	۲۰۴	۲۶
اودھم پور	۱۶۴۸۲۰ (۲۱۶۳۵)	۱۲۸۳۲۷	۴۴۵	۵۲۰	۸۹	۴۳۰۶۱
ریاسی	۸۰۷۲۵ (۱۵۷۲۰)	۱۷۵۵۳۹	۱۵۴۱	×	۹۶	۶۷
میرپور	۶۳۵۷۶ (۳۰۰۸)	۳۱۰۸۸۰	۱۲۱۱۱	×	۸۶	۸۰

ضلع	ہندو	مسلمان	سکھ	بودھ	ہندوستانی عیسائی	مسلمانوں کا تناسب فیصدی
پونچھ	۲۴۱۳۷ (۴۱۰)	۳۸۲۷۲۲(۲۵۵۰)	۱۴۸۸۷	×	×	۹۰
چنہنی	۹۵۸۱ (۲۶۷۰)	۲۲۰۵	×	×	×	۱۹
بارہ مولہ	۱۲۹۱۹ (۷)	۵۹۰۹۳۶(۳۹۵۲۴)	۸۴۵۸	۱	۴۸	۹۶
اننت ناگ	۶۶۸۱۵ (۲۷)	۷۷۸۶۸۴(۱۹۷۵۷)	۵۶۵۴	۹	۱۱۷	۹۱۰۴۹
مظفرآباد	۵۸۴۶ (۸)	۲۴۵۸۵۸ (۴۳۶)	۱۲۹۲۲	×	۴۰	۹۲
لداخ	۴۵۵	۱۵۴۳۹۲(۱۲۴۹۷۵)	۱۸۲	۴۰۱۶۴	۱۲۷	۷۹۰۱۱
استور	۱۱۳	۱۶۸۷۸(۵۴۳۸)	۳۰	×	۴	۹۹۰۹
گلگت	۱۰۸	۲۲۲۹۶(۱۱۲۷۴)	۷۰	×	۳	۹۹۰۹
گلگت ایجنسی	۷۴	۷۶۴۳۷	۲۱	×	۲	۹۹۰۹

نوٹ: ہندوؤں کے آگے ہریجنوں کی تعداد اور مسلمانوں کے آگے اہل تشیعہ کی تعداد قوسین (   ) میں دی گئی ہے۔

نسل اور زبانیں

کشمیری عوام خالص آرین نسل سے ہیں جو ۱۳ مختلف زبانیں بولتے ہیں۔ ان میں سے عام زبانیں کشمیری ڈوگری، پہاڑی، چبالی، (پنجابی) بلتستانی، دادستانی، داردی، گوجری، بودھی، کشتواڑی اور ہندوستانی ہیں۔ ڈوگری زبان بولنے والے لوگ زیادہ تر دریائے راوی کے دائیں کنارے سے لے کر اکھنور کے علاقہ تک پنجاب کی سرحد کے ساتھ ساتھ پھیلے ہوئے ہیں۔ اس زبان کا عام رواج جموں علاقوں (جموں کٹھوعہ۔ اودھم پور اور چھینی) میں ہے۔ میرپور۔ پونچھ۔ مظفر آباد۔ ریاسی۔ راجوری۔ رام بن۔ بھدرواہ اور کشتواڑ کے لوگ جو دریائے چناب اور جہلم کے درمیان ہیں۔ پہاڑی کہلاتے ہیں۔ کشمیری زبان خصوصاً وادی کشمیر میں اور عموماً میدانی علاقے اور ہمالیہ پار کے علاقوں کو چھوڑ کر ہر جگہ بولی جاتی ہے۔ لیکن اس زبان کا زیادہ رواج کرناہ سے لیکر بھدرواہ تک ہے۔ ڈوگری اور چبالی پنجابی سے ملتی جلتی ہے۔ پہاڑی زبان کشمیری اور پنجابی دونوں کے درمیان ہے۔ یہ سب زبانیں بولنے والے آریہ نسل سے ہیں۔ تبتی زبانیں بولنے والوں کا تعلق تورانی نسل سے ہے۔ ان کی زبانیں بوٹی اور سشنا ہیں۔ تبتی زبانیں والے لداخ کے لوگ ہیں۔ داردی زبان بولنے والے گلگت اور استور کے علاقوں میں آباد ہیں۔ ان زبانوں میں کشمیری، ڈوگری اور تبتی زبانیں لکھی بھی جاتی ہیں۔ پنجابی، چبالی، داروی اور پہاڑی زبانیں صرف بولی ہی جاتی ہیں۔ اُردو ریاست کی عام اور درباری زبان ہے۔ کاروباری کاموں میں بھی یہی زبان استعمال میں لائی جاتی ہے۔ ہندی ریاست کے ہندو ہی جانتے ہیں۔ رسم الخط انگریزی اور فارسی ہے۔ کشمیر کا پرانا رسم الخط شاردا ہے جو ایک ہزار سال سے زیادہ عرصہ تک مشہور رسم الخط رہا ہے۔ اب دیوناگری رسم الخط کے عام ہونے سے اس کا استعمال

بہت کم ہوا ہے۔

ریاست میں کشمیری بولنے والوں کی تعداد ۱۵۴۹۴۶۰۔ ڈوگری بولنے والوں کی تعداد ۱۰۷۵۲۳ ۔ پہاڑی بولنے والوں کی تعداد ۵۳۱۳۱۹ ۔ اور ہندوستانی بولنے والوں کی تعداد ۱۷۸۵۲۸ ہے۔

طرزِ معاشرت

کشمیری عوام ایک دولت مند اور خوبصورت ملک کے باشندے ہونے کے باوجود بہت پس ماندہ ہیں۔ ان کے رہنے کے طریقے پرانے طرز کے ہیں۔ وہ سادہ زندگی بسر کرنے کے عادی ہیں۔ یہ ایک مانی ہوئی بات ہے کہ کسی ملک کے باشندوں کے رہنے سہنے کے طریقے اور عادات اس ملک کی جغرافیائی حالت پر منحصر ہوتی ہے۔ اس لئے پہاڑی علاقوں کے لوگ طاقت ور۔ بہادر محنتی اور جفاکش ہوتے ہیں۔ یہ لوگ تعلیم کی طرف کوئی توجہ نہیں دیتے۔ ریاست کے ایسے لوگ چپ اور ڈوگرہ ہیں جو فوج میں ملازم ہیں۔ ان کے رہنے کا ڈھنگ وادی کشمیر کے لوگوں سے مختلف ہے۔ وادی کشمیر کے لوگ اگرچہ کافی ذہین ہیں لیکن کم ہمت اور آرام طلب ہیں۔ کیونکہ قدرت نے انھیں زرخیز زمین دی ہے۔ جس کی پیداوار ان کے لئے کافی ہے۔ یہ لوگ ایک نرالے ڈھنگ کی زندگی بسر کرتے ہیں۔ وہ لکیر کے فقیر ہیں اور ان کا معیار زندگی بہت پست ہے۔ اس لئے وہ زندگی کے نئے طریقوں سے ناواقف ہیں۔ مہمان نوازی میں ثانی نہیں رکھتے۔ ان کے یہاں دن ہو یا رات۔ صبح ہو یا شام مہمان نوازی ہوتی رہتی ہے۔ ابھی تک مشترکہ خاندان کا رواج ہے۔ بزرگوں کا کافی لحاظ رکھتے ہیں۔ معمولی جھونپڑیوں میں رہنا پسند کرتے ہیں۔ مگر صحت و صفائی کے اصولوں سے واقف نہیں۔ ورزش کبھی نہیں کرتے۔ صرف دو وقت روٹی کے لئے ہاتھ پیر

ہلاتے ہیں ۔ پہاڑی علاقوں کے لوگ بہادر اور سمجھدار ہیں ۔ مگر وہی دقیانوسی طرز پر چلتے ہیں ۔ ان کے رہنے کا ڈھنگ بالکل سادہ اور زندگی کا معیار بہت ہی پست ہے ۔

رسم و رواج

کشمیری رسم ورواج کے بہت پابند ہیں ۔ وہ وہم پرست ہیں ۔ عام طور پر ایک کشمیری ہندو ایک کشمیری مسلمان کی نسبت توہمات میں زیادہ گھرا ہوا ہے ۔ ان میں اس وہم پرستی نے بڑی بڑی رسموں کو جنم دیا ہے ۔ ان رسموں نے کشمیریوں کی ناخواندگی اور جہالت کی وجہ سے قوانین کی شکل اختیار کی ہے ۔ وہ گھر میں کسی کی پیدائش ۔ شادی اور موت کے تہواروں پر ان رسموں کو کافی پابندی کے ساتھ چلاتے ہیں ۔ ایک آدمی کھانا کھانے کے بغیر رہنا پسند کرے گا ، قرض دار بننا چاہے گا ، اپنے آپ کو مصیبتوں میں گرفتار کرنا گوارا کرے گا ۔ لیکن کسی رسم کو توڑنے کی جرأت نہیں کرے گا یہ سب وجہ اس کی وہم پرستی ہے ۔ ان توہمات نے اسے نیم ڈرپوک بنا دیا ہے ۔

پیشے

ہندوستان کی طرح کشمیر ایک دیہاتی ملک ہے ۹۳ فیصدی لوگ صرف دیہاتوں میں بستے ہیں ۔ اس لئے کاشتکاری ایک عام پیشہ ہے ۔ دوسرا عام پیشہ مویشی پالنا ہے ۔ قریباً ۸۰ فیصدی لوگ کھیتی باڑی کا کام کرتے ہیں پہاڑی علاقوں میں جہاں جہاں گھاس ملتی ہے وہاں لوگ بھیڑ بکریاں پالتے ہیں اور چارے کی تلاش میں ایک جگہ سے دوسری جگہ گھومتے ہیں ۔ ان لوگوں میں گدی اور گوجر مشہور ہیں ۔ داردی اور تبتی باشندے بہادر اور سمجھدار ہیں ۔ ان کا پیشہ محنت مزدوری ہے ۔ کیونکہ انکے علاقے پہاڑی ہیں جہاں کاشتکاری نہیں ہو سکتی اور بارش بھی کم ہوتی ہے

جنگلات کے قریب پہاڑی لوگ لکڑی کاٹنے کا کام کرتے ہیں۔ اس لئے لکڑی کاٹنا بھی ایک مشہور پیشہ ہے۔ موسم سرما میں بہت سے کسان اور مزدور پیشہ لوگ پنجاب کی طرف آتے ہیں اور مزدوری کا کام کرتے ہیں۔ وہ خزاں میں کشمیر چھوڑتے ہیں اور موسم بہار میں اپنے گھر واپس آتے ہیں۔ موسم بہار اور گرما میں وہ کشمیر میں ہی کھیتی باڑی اور مزدوری کا کام کرتے ہیں۔ کچھ لوگ ہانجی کا کام اور ماہی گیری کرتے ہیں وہ عام طور پر کشتیوں میں ہی رہتے ہیں۔ کئی لوگ تاجر ہیں جنہوں نے تجارت یا دوکانداری کا پیشہ اختیار کیا ہے۔ ایک قلیل تعداد سرکاری ملازم ہیں۔ ان بڑے پیشوں کے علاوہ لوگ گھریلو دستکاری کا کام بھی کرتے ہیں۔ چونکہ لوگ ذہین ہیں اس لئے کوئی پیشہ اختیار کر سکتے ہیں۔ سر فرانسس ینگ ہسبنڈ لکھتے ہیں :-

"ایک کشمیری ایک بہت اچھا کاشتکار ہے وہ اچھا اونی کپڑا بن سکتا ہے۔ اچھی چادر تیار کر سکتا ہے۔ دیواریں کھڑی کر سکتا ہے۔ باغبانی کا کام کر سکتا ہے، ٹوکریاں بنا سکتا ہے۔ اپنے لئے سینڈل (جوتا) تیار کر سکتا ہے۔ اور ایک اچھا سودا بھی کر سکتا ہے"!

ریاست میں کھیتی باڑی کرنے والے ۲۳۰۰۰۰۰۷ جنگلات میں کام کرنے والے ۵۵۵۶، ماہی گیر اور شکار کرنے والے ۲۵۳، کارخانوں میں اور گھریلو دستکاری کا کام کرنے والے ۲۸۶۵۰۹، تجارت پیشہ ۳۲۲۹۰، سرکاری ملازم ۲۱۵۸۰، اور ذرائع آمد و رفت میں کام کرنے والے ۲۱۷۰۲ ہیں۔

لباس

کشمیری عوام کا لباس سادہ ہے۔ وادی کشمیر کے لوگ ایک لمبا چولہ (پیراہن) پہنتے ہیں جو کندھوں سے ٹخنوں تک آویزاں رہتا ہے جسے کشمیری زبان میں "پھیرن"

کہتے ہیں۔ عورتیں بھی اسی قسم کا لباس پہنتی ہیں۔ مسز فریدا بیدی کا کہنا ہے کہ رشک کرنے والے مردوں نے کشمیری عورتوں کی خوبصورتی کو چھپانے کے لئے فیرن کا طریقہ ایجاد کیا ہے"۔ اب کشمیری ہندو عورتوں میں دھوتی اور ساڑھی کا استعمال شروع ہوا ہے۔ جموں کے لوگ عام طور پر اپنی عورتوں کو تنگ پاجامہ اور چھوٹی ساڑھی پہنلاتے ہیں۔ مسلمانوں میں برقعہ اوڑھنے کا رواج نہیں ہے۔ البتہ کئی بڑے گھرانوں کی عورتیں بغیر برقعہ اوڑھے ہوئے گھروں سے باہر نہیں نکلتیں۔ کشمیری ہندو عورتیں سر کے اوپر "ترنگہ" اور ان کی مسلمان بہنیں "قصابہ" پہنتی ہیں۔ ترنگہ اور قصابہ کو ڈھکنے کے لئے ایک کپڑا رکھا جاتا ہے۔ جو سوئی سے اوپر بند کر کے آویزاں رکھا جاتا ہے۔ یہ کپڑا عام طور پر ململ کا ہوتا ہے۔ غریب کشمیری گھاس کا اپنے ہاتھوں سے تیار کیا ہوا جوتا پہنتے ہیں جسے 'پولا' کہتے ہیں۔ وادی کشمیر کے مرد بھی فیرن کا استعمال کرتے ہیں۔ البتہ نوکری اور مزدور پیشہ طبقہ قمیص اور پاجامہ بھی لگاتے ہیں۔ پہاڑی علاقے کے لوگ اونی پاجامہ اور لمبی قمیص پہنتے ہیں۔ میدانی علاقے کے لوگ قمیص اور دھوتی کا استعمال کرتے ہیں۔ گلگت اور لداخ کے لوگوں کا لباس پہاڑی لوگوں سے قریباً ملتا جلتا ہے۔ یہ لوگ لمبے اونی کپڑے (چوغے) اور تنگ اونی پاجامے پہنتے ہیں۔ کوٹ اور پاجامے کا رواج اب ریاست کے کاروباری اور ملازم پیشہ لوگوں میں عام ہو رہا ہے۔ غریب اور مزدور پیشہ طبقہ کو چھوڑ کر ریاست کے باقی لوگ پگڑیاں باندھتے ہیں۔ غریب لوگ خالص ٹوپیوں کا استعمال کرتے ہیں۔ شولی رہیم نے "قسمت انڈیا" میں لکھا ہے:۔

"بغیر پگڑی اور ساڑی کے کشمیر کبھی کشمیر نہیں بن سکتا اور نہ ہندوستان ہندوستان"۔

خوراک

صوبہ کشمیر کے لوگوں کی عام خوراک چاول "بھتہ" اور ایک سبزی "ساگ" ہے

جو وہ تمام سال صبح وشام اور ان کے بچے دن میں تین یا چار بار کھاتے ہیں۔ اس قسم کا کھانا "ساگ اور بھتہ" امیر اور غریب دونوں کے لئے یکساں ہے۔ جموی علاقے کے لوگ دال روٹی (گیہوں) اور پہاڑی علاقے کے لئے مکئی کی روٹیاں کھانے کے عادی ہیں۔ جو، جوار، اور سنگھاڑے دیگر اناج ہیں جسے آٹا بنا کر کھایا جاتا ہے۔ لوگ عام طور پر گوشت خور ہیں۔ بھیڑ مرغ اور بطخ ان کے ذائقہ کی چیز ہے۔ ترکاریاں بہت سستی اور افراط سے پیدا ہوتی ہیں۔ دودھ انڈے اور میوے خاص خاص موقع پر کھلائے جاتے ہیں۔ مسز سی۔ جی بروس کا کہنا ہے :-

"کشمیر کے مقابلے میں کسی اور جگہ خوراک کے قدرتی ذخیرے موجود نہیں ہیں"

چونکہ لوگ کافی غریب ہیں اس لئے وہ ان قدرتی ذخیروں سے کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔ باہر کے لوگ عام طور پر سیاح ان چیزوں سے اپنے آپ کو تندرست اور توانا بناتے ہیں۔ کشمیری چائے پینے کے بہت شوقین ہیں اس لئے وہ چائے کے پیالے سے کبھی چھٹکارا نہیں چاہتے۔ وہ کھانا کھانے کے بغیر دن گذار سکتے ہیں لیکن چائے پینے کے بغیر نہیں رہ سکتے۔ ایک ابلنے والا دھات کا برتن جس کے بیچ میں بھٹی ہوتی ہے ہمیشہ چائے بنانے کے کام میں رہتا ہے۔ اس کو کشمیری میں "سماوار" کہتے ہیں۔ دیہاتی دودھ ڈال کر نمکین چائے عام طور پر پیتے ہیں اور انکے ہاں چھاچھ اور سبزیوں کا زیادہ استعمال ہوتا ہے۔

عورتیں

کشمیری عورتیں بہت خوبصورت ہیں وہ بلا شبہ نسوانی دنیا میں نازک انداز دلکش نمونے ہیں جن کی شکل میں یوربین یا اہل فرنگ کی سرخی پائی جاتی ہے۔ اسلئے وہ خوبصورتی کے لئے دنیا میں مشہور رہیں۔

کشمیری عورتیں اچھی مائیں ہیں اور وہ عام طور پر اپنے گھروں میں رہتی ہیں۔ وہ مردوں کی نسبت بچوں کی پرورش میں زیادہ توجہ اور دلچسپی لیتی ہیں۔ اور ان کو حد سے زیادہ پیار کرتی ہیں۔ یا ہم یوں کہہ سکتے ہیں کہ وہ شوہر پرست کی نسبت زیادہ بچہ پرست ہیں۔ مسز سی۔ جی۔ بروس لکھتی ہیں :۔

" وہ گھر کی بڑی محافظ اور خاوند اور خاندان کی وفادار ہیں۔ وہ کسی طرح سے مال و متاع اور خادم نہیں ہیں بلکہ اپنے شوہروں کے ہم پلّہ ہیں "

وہ کافی ذہین اور سمجھدار ہیں لیکن چونکہ ناخواندہ ہیں۔ اس لئے صحت و صفائی کے اصولوں سے واقف نہیں۔ ان کی لاعلمی اور جہالت ان کو پرانے رسم و رواج کے حد سے زیادہ پابند بنا گئی ہے جن پر چلنے کے لئے وہ کسی چیز کو ختم کرنے سے دریغ نہیں کرتیں۔ یہاں تک کہ وہ اپنے خاندان کی سلامتی کی بھی کوئی پرواہ نہیں کرتیں سماجی زندگی میں اُن کا کافی گہرا میل ہے۔ بڑے بڑے تہواروں پر وہ ایک دوسرے کو بلاتی ہیں۔ اُن میں فیشن پرستی بالکل غائب ہے اور وہ سادگی کو ہر ایک چیز پر ترجیح دیتے ہیں۔ ایک کسان کی عورت ہمیشہ اپنے خاوند کے ساتھ کھیت میں کام کرتی ہے۔ اب لڑکیوں میں پڑھنے کا رواج عام ہو رہا ہے۔ غرضیکہ کشمیری عورتیں جنت کشمیر کی پریاں ہیں۔ سر فرانسس ینگ ہسبنڈ بھی کہتے ہیں: "کشمیر عورتوں کی خوبصورتی کے لئے زیادہ تر مشہور ہے"۔ اس کی تائید ڈاکٹر اقبال بھی کرتے ہیں:

دخترے برھمنے لالہ رُخ سمن برے
چشم بروے اوکشا باز بہ خویشتن نگر

ریاست میں عورتوں کی کل تعداد ۱۸۹۱۷۴۴ ہے جن میں ۷۰۲۳،۹۴۸ صوبہ جموں۔ ۹۳۹۶۷ صوبہ کشمیر اور ۴۵۰۷۴ فرنٹیر علاقے میں ہیں۔

خصائل و عادات

کشمیری عموماً بے ضرر اور قدامت پسند ہوتے ہیں۔ سخت غربت، بے حد جہالت، بے فائدہ سخت محنت اور انتہائی پست معیار نے انھیں امن پسند بنا دیا ہے جس کی وجہ سے وہ پسماندہ اور کم ترقی یافتہ ہو گئے ہیں۔ لیکن باوجود اس پسماندگی کے وہ بہت شریف، نرم مزاج اور کافی خوش خلق ہیں۔ سادہ اور آسان طریقے زندگی بسر کرتے ہیں۔ دھوکا، مکاری، بغض اور حسد کا نام تک نہیں جانتے۔ کسی کی مشکل کو اپنی ہی تکلیف خیال کرتے ہیں اور مصیبت اور ضرورت کے وقت ہر ایک کی مدد کرتے ہیں۔ زیادہ تر اپنی محنت پر بھروسہ رکھتے ہیں۔ آپ کھاتے ہیں اور اوروں کو کھلاتے ہیں۔ کسی کو تکلیف نہیں دیتے اور نہ کسی سے لڑتے جھگڑتے ہیں۔

ایک کشمیری گپ شپ سننے کا بہت شوقین ہوتا ہے اور افواہیں اسکو زیادہ پسند آتی ہیں۔ وہ محنت سے کبھی گھبراتا نہیں اور کوئی کام کرنے سے جی چراتا نہیں۔ اسی لیے وہ ایک اچھا کاریگر اور ہنرمند ہے۔ وہ ہشاش بشاش، ہنس مکھ، مہمان نواز اور سادگی کا پتلا ہے۔

تعلیم

کشمیر "معشوقۂ عالم"۔ پرانے زمانے میں علم و ادب اور تہذیب و تمدن کا مرکز رہا ہے۔ بودھوں کے زمانے میں بھی تمام ملک عالم برہمنوں کے زیر اثر رہا جن کے سنسکرت علم و ادب کی شہرت نہ صرف ہندوستان بلکہ ہندوستان سے باہر چین، جاپان، لنکا اور جاوا تک پھیلی ہوئی تھی۔ ہیون سانگ جس نے

۱۹۲۱ء میں کشمیر کی یاترا کی۔ کشمیر کے متعلق لکھتا ہے:۔

" لوگ خوبصورت۔ عالم اور اچھے تربیت یافتہ ہیں "۔

آن کانگ ایک اور چینی یاتری ۷۵۹ء میں ہندوستان آیا۔ اس نے کشمیر کے لوگوں کے متعلق لکھا ہے " وہ عالم اور نیک ہیں "۔ مشہور سیاح البیرونی (۱۰۱۷ء سے ۱۰۳۰ء تک) اپنی کتاب "تحقیقات ہند" میں لکھتا ہے:۔

" بنارس اور کشمیر ہندو سائنس (فلسفہ) کے بڑے درسگاہ ہیں۔ یہ کشمیر ہی ہے جس نے سب سے بڑے تاریخ داں، شاعر اور فلسفی پیدا کئے "۔

زمانہ وسطیٰ میں کشمیر آہستہ بدلنے لگا۔ یہ خطہ لاعلمی اور جہالت کی جگہ بننے لگا اور انیسویں صدی تک بالکل ناخواندگی کا مرکز بن گیا۔ چنانچہ اس وقت کشمیر میں خواندگی کا تناسب صرف ۶۰۹ فیصدی ہے جس میں سے ۱۱۰۱ فیصدی مرد اور ۲۰۲ فیصدی عورتیں ہیں۔

ریاست کے تمام فرقوں میں کشمیری پنڈت ہی ایک فرقہ ہے جو تقریباً سو فی فیصدی خواندہ ہے۔ باوجود سختی، مصیبت، غربت اور غیر ہندو حکمرانوں کے انتہائی تعصب کے اس چھوٹے سے فرقہ نے تعلیم کو نہیں چھوڑا۔ یہاں تک کہ انھوں نے مسلمانوں کی نسبت فارسی بھی زیادہ سیکھی۔ برنیر جو ۱۶۶۵ء میں کشمیر آیا تھا۔ کشمیر کے لوگوں کی قابلیت کے متعلق لکھتا ہے:۔

" کشمیری ذہانت میں مانے گئے ہیں وہ ہندوستانیوں سے کافی زیادہ عاقل اور سمجھدار خیال کئے جاتے ہیں۔ شاعری اور سائنس میں وہ ایرانیوں سے بھی کم نہیں۔ وہ ہوشیار اور کافی محنتی ہیں "۔

سر فرانسس ینگ ہسبنڈ نے بھی لکھا ہے:۔ " کشمیری پنڈت تمام ہندوستانیوں میں تیز اور باریک دماغی، ذہانت اور زود فہمی کے لئے مشہور ہیں "۔

پنڈت جواہر لال نہرو لکھتے ہیں :-

"کشمیر کے ہندو جو خاص طور پر کشمیری پنڈت ہیں۔ اگرچہ وہ آبادی میں ۵ فیصدی ہیں مگر ضروری اور مکمل حصے ہیں۔ اُن کے خاندانوں نے کشمیر کی تاریخ میں ہزاروں سال یا اس سے بھی زیادہ کافی نمایاں کام کئے ہیں اور آج بھی وہ اس ریاست کے محکمہ جات اور انتظام حکومت میں ایک اچھا اور مفید کام کرتے ہیں ذہانت میں وہ ہندوستان کے کسی فرقہ کے ساتھ مقابلہ کر سکتے ہیں۔ وہ امتحانات اور پیشہ ورانہ کاموں میں کامیابی حاصل کرتے ہیں۔ پچھلے دو سو سالوں میں اُن میں سے بہت تھوڑے جو جنوب کی طرف شمالی ہندوستان کے دوسرے حصوں میں بسنے گئے۔ اپنی اس قلیل تعداد کو دیکھتے ہوئے انھوں نے ہندوستان کی عوامی زندگی، پیشہ ورانہ کاموں اور نوکریوں میں ایک اہم حصہ ادا کیا ہے۔"

یہی چھوٹا فرقہ کشمیر کو پرانی شان اور تعلیمی معیار پر لے سکتا ہے۔ یہاں تک کہ کشمیر کے سب سے بڑے نیتا اور ہندوستانی ریاستوں کے علمبردار شیخ محمد عبداللہ نے ۳۰ ستمبر ۱۹۴۷ء کی تاریخی تقریر میں فرمایا :-

"کشمیری پنڈت سو فیصدی خواندہ فرقہ ہے۔ یہ اُن کا فرض ہے کہ وہ لا علم اور جاہل ریاستی عوام کو تعلیم یافتہ بنائے جس طرح ایک روشنی کا مینار بھولے بھٹکے جہازوں کو راستہ دکھاتا ہے اور انھیں تباہ ہونے سے بچاتا ہے۔ اسی طرح اس فرقہ کو چاہیئے کہ وہ ریاست میں روشنی مینار بن کے عوام کو علمی ترقی کا راستہ دکھائیں۔"

کشمیری پنڈتوں کی کل تعداد صرف ۷۸۶ ، ۷ ہے جس میں سے نصف کے قریب شہر سرینگر میں آباد ہیں۔

گلگت ایجنسی کو چھوڑ کر ریاست کی موجودہ تعلیمی حالت ذیل کے نقشوں سے

ظاہر ہوتی ہے:-

(نوٹ) پانچ سال کی عمر سے کم شمار نہیں کئے گئے ہیں۔

نقشہ - ۱

فرقے

مذہب	لوگوں کی تعداد	خواندہ	ناخواندہ	خواندہ تناسب فیصدی	ناخواندہ تناسب فیصدی
ہندو	۷۰۸۹۵۴	۱۰۶۸۷۷	۶۰۲۰۷۷	۱۵	۸۵
مسلمان	۲۶۱۵۴۹۱	۱۱۰۶۹۲	۲۵۰۴۷۹۹	۴	۹۶
سکھ	۵۵۸۱۵	۱۷۷۶۵	۳۸۰۵۰	۳۲	۶۸
*بودھ	۳۷۱۵۳	۱۹۲۰	۳۵۲۳۳	۵	۹۵
ہریجن	۱۳۳۴۹۸	۲۰۳۶	۱۳۱۴۶۲	۱٫۵	۹۸٫۵

* بودھوں میں ۹۰ فیصدی بودھ اپنی تبتی زبان بودھی یا بھوٹیا میں خواندہ ہیں جنکا الگ رسم الخط ہے

نقشہ - ۲

صوبے

صوبہ	آبادی	خواندہ	ناخواندہ	تناسب فیصدی خواندگی	تناسب فیصدی ناخواندگی
جموں	۱۷۱۴۸۲۹	۱۲۶۸۱۹	۱۵۸۸۰۱۰	۷٫۴	۹۲٫۶
کشمیر	۱۵۰۰۴۲۳	۱۰۵۲۳۸	۱۳۹۵۱۸۵	۷	۹۳
فرنٹیر علاقے	۲۰۶۰۷۳	۶۳۲۷	۱۹۹۷۴۶	۳	۹۷

نقشہ - ۳

خواندگی کی رفتار

(۱۰۰۰ لوگوں میں سے)

	۱۹۲۱		۱۹۳۱		۱۹۴۱	
	خواندہ	ناخواندہ	خواندہ	ناخواندہ	خواندہ	ناخواندہ
جموں	۲۶	۹۷۴	۴۱	۹۵۹	۷۰	۹۳۰
صوبہ جموں	۲۷	۹۷۳	۴۹	۹۵۱	۷۴	۹۲۶
صوبہ کشمیر	۲۶	۹۷۴	۳۵	۹۶۵	۷۰	۹۳۰
زیر ظل علاقے	۱۹	۹۸۱	۲۵	۹۷۵	۳۱	۹۶۹

نقشہ - ۴

شمار

سال	تعلیمی اداروں کی تعداد			پڑھنے والوں کی تعداد	تعلیمی خرچ
		مردانہ	زنانہ		
۱۹۲۵	۲۰۷	—	—	۲۴۴۰۱	۱۰۷۵۰۰۰ روپے
۱۹۴۴	۱۹۹۹	۱۷۳۰	۲۶۹	۱۴۰۰۸۶	۲۶۲۴۵۰۰ روپے
۱۹۴۵	۲۰۷۸	—	—	۱۲۷۲۴۵	۳۴۲۲۰۰۰ روپے
۱۹۴۶	۲۱۵۸	۱۸۳۳	۳۳۵	۱۳۴۴۵۷	۳۶۸۰۰۰۰ روپے

نقشہ نمبر ۵

شہر

شہر	فرقہ	تعداد	خواندہ	ناخواندہ	خواندہ فیصدی	ناخواندہ فیصدی
سرینگر	سب فرقے	۱۸۲۶۷۹	۴۱۵۵۶	۱۴۱۱۲۳	۲۲۰۷	۷۷۰۳
	ہندو	۳۸۰۲۴	۲۳۰۴۰	۱۵۰۲۴	۶۰۰۵	۳۹۰۵
	مسلمان	۱۴۳۰۳۷	۱۷۴۹۷	۱۲۵۵۴۰	۱۲۰۲	۸۷۰۸
جموں	سب فرقے	۴۳۹۴۲	۲۲۴۱۲	۲۱۵۳۰	۵۱	۴۹
	ہندو	۲۶۷۵۶	۱۵۱۶۳	۱۱۵۹۳	۵۶۰۶	۴۳۰۴
	مسلمان	۱۳۸۶۸	۵۵۸۰	۸۲۸۸	۴۰۰۲	۵۹۰۸

کشمیر-ایک قوم کا گھر

کشمیر میں ایک قوم بستی ہے اور وہ کشمیری ہیں۔ مختلف نسلوں اور فرقوں کے باوجود جن کو بلند پہاڑوں نے ایک دوسرے سے جدا کر رکھا ہے، کشمیریوں کا ایک ہی تمدن ہے اُن کے رسم ورواج، عادات، خصائل اور طرزِ معاشرت ایک جیسے ہیں۔ وہ سب ایک پرانی تہذیب کے وارث ہیں۔ انھوں نے بیرونی عناصر کو اکٹھا جذب کیا ہے اور چک۔ پٹھان، مغل اور سکھ حملہ آوروں کے تمدنی مداخلت کا بہادری اور اتحاد سے مقابلہ کیا ہے۔

کشمیر پر پرانے زمانے سے اس وقت تک کافی حملہ آور آتے رہے ہیں۔ یہاں ہندوں، بودھوں، مسلمانوں اور سکھوں نے راج کیا لیکن سوائے چند ظالم خونخوار اور متعصب حکمرانوں کے کوئی حملہ آور یا حکمراں لوگوں میں فرقہ وارانہ نفرت پیدا نہ کر سکا اور نہ ہی کشمیری قوم کے جذبات کو کوئی خراب کرنے میں کامیاب ہوا۔ کشمیری اپنی اور اپنی قوم کا بچاؤ پرماتما کے ہاتھ رکھتا ہے۔ ہر ایک باشندہ اپنے اپنے مذہب کا پیروکار ہے مگر مذہبی جنون سے دوسروں کو اذیت دینے کی کوشش نہیں کرتے۔ وہ فرقہ پرستی کے سخت دشمن ہیں اور کافی پسماندہ ہوتے ہوئے بھی سچے قوم پرست ہیں۔ ان کا گھر کشمیر اور مذہب قوم پرستی ہے۔ اُن کے لیڈروں نے ایک بار نہیں بلکہ سینکڑوں بار فرقہ پرستی کے خلاف آواز اٹھائی ہے۔ ان کے محبوب لیڈر شیخ محمد عبداللہ نے ۱۹ اکتوبر ۱۹۴۷ء کو خانقاہ معلےٰ سرینگر کے احاطہ میں لوگوں پر واضح کیا۔

"بہ حیثیت ریاستی باشندے کے ہم ایک ہیں۔ اکثر مسلمانوں کی رشتہ داری پنڈتوں سے ہے۔ ہماری نسل کشمیر سے اٹھی اور ہمارے بزرگوں نے اسلام اختیار کیا۔ ہمارا خون ایک ہے اور کشمیری ایک قوم ہے۔"

سر فرانسس ینگ ہسبنڈ بھی لکھتے ہیں :-

"باوجود شاندار مغلوں، خونخوار پٹھانوں، دق کرنے والے سکھوں اور گستاخ ڈوگروں کے کشمیری قوم ایک جیسی رہی۔"

کشمیری ایک دوسرے سے پیار کرتے ہیں۔ ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں اور ایک دوسرے کو مصیبت اور تکلیف سے بچاتے ہیں۔ اُن کا آپس میں کافی میل جول ہے اور اُن کے درمیان چھوت چھات بالکل نہیں ہے۔ اکثر وہ اکٹھے کام کرتے ہیں۔ اکٹھے رہتے ہیں۔ اور اکٹھے بیٹھتے ہیں۔ غرضیکہ ان کی قسمت

ایک ہی سانچے میں ڈھالی گئی ہے اور سادی و بھرے وہ آرام کی زندگی بسر کرتے ہیں - اُن کے درمیان مذہب کا نام پیار اور قوم پرستی ہے ۔

اگرچہ بے بنیاد دو قوم کے نظریہ کو ماننے سے پاکستان کے قیام کے بعد ہندوستان کے کونے کونے میں فرقہ پرستی کا زہر پھیل گیا - ہندو اور مسلمان دو الگ قومیں مان لی گئیں - بھائی نے بھائی کا گلا کاٹا اور ایک نے دوسرے کو لوٹا - شرمناک اور بدنما کارناموں کا سلسلہ جاری گیا - عورتوں کی بے حرمتی کی گئی اور بچوں کو تہ تیغ کیا گیا - پھر بھی کشمیریوں میں کوئی فرق نہیں آیا اور آج کشمیر تمام ہندوستان میں قوم پرستی کے لئے اپنا سر بلند رکھا ہوا ہے - وہاں کے ہندو مسلمان اور سکھ ایک ہی دھاگے میں پروئے ہوئے ہیں - وہ اپنے آپ کو ایک قوم تصور کرتے ہیں - وطن کی بھلائی کو قوم کی بھلائی اور قوم کی بھلائی کو اپنی بھلائی مانتے ہیں - انھوں نے بے بنیاد دو قوم کے نظریے کو کبھی نہیں مانا۔ اور اس وقت بھی سخت نازک اور خطرناک دور میں ہوتے ہوئے بھی جو کہ دو قوم کے نظریہ پر یقین رکھنے والوں یعنی پاکستانیوں کے حملہ سے پیدا ہوئی ہے متحد ہیں آج کشمیر جنگ کا اکھاڑہ بنا ہے لیکن یہ جنگ ملک گیری کی جنگ نہیں بلکہ اسی اصول کی جنگ ہے - یہ جنگ دو قوم کے نظریہ ماننے والوں کی ایک قوم کے پرستاروں کے خلاف ہے - کشمیریوں نے ہندوستان میں شمولیت سے دو قوم کے نظریہ کے بانی اور اعتقاد رکھنے والوں کو دندان شکن جواب دیدیا ہے ۔

ان کے پیارے رہنما شیخ محمد عبداللہ نے "کشمیر چھوڑ دو" تحریک کے سلسلے میں جیل سے رہا ہونے کے بعد دوسرے ہی دن یعنی ۳۰ ستمبر ۱۹۴۷ء کو حضوری باغ سری نگر میں ایک لاکھ سے زائد کشمیریوں کے سامنے ہمیشہ کے لئے اعلان کیا ہے :-

میں دو قوم کی تھیوری (نظریہ) کو کبھی نہیں مانتا تھا۔ اور اب پاکستان کے
وجود میں آنے کے بعد بھی نہ تو میں اس پر اعتقاد رکھتا ہوں اور نہ آئندہ کبھی اس کو
مان سکتا ہوں"!

شیخ صاحب نے بعد میں ۲۴ نومبر ۱۹۴۷ء کو جموں میں واضح کیا:۔

"میں نے ہمیشہ یہ مان لیا ہے کہ ہندو مسلمان اور سکھ ایک ہیں۔ ہم
ہندوستانی ہیں اور ہندوستان ہمارا وطن ہے۔ مجھے اس سچائی میں پورا اعتقاد ہے
اور میں نے ملک کا بٹوارہ سب کے لئے زہریلا سمجھا ہے"!

کشمیر کے مستقبل پر روشنی ڈالتے ہوئے انھوں نے فرمایا:۔

"میں اُن مسلمانوں کو غدار سمجھتا ہوں جو اس ریاست میں اسلامی راج
قائم کرنے کے خواہش مند ہیں۔ اسی طرح وہ ہندو بھی جو ہندو راج کے خواہشمند
ہیں، ریاست اور حکمران کے دشمن ہیں"!

۱۵ اگست ۱۹۴۷ء کے بعد جب کہ قوم پرستی کو شکست ہوئی۔ انڈین نیشنل
کانگریس جو قوم پرستی کا دعویٰ کرتی تھی اپنے اصول میں کامیاب نہ ہوئی اور مجبوراً
دو قوموں کے نظریہ کو مان گئی جس کی وجہ سے لوگوں میں فرقہ پرستی کا زہر پھیل گیا،
کشمیر کے ۴۰ لاکھ عوام اور ان کے محبوب رہنما شیر کشمیر نے باقی ہندوستان
اور ہندوستان کے کروڑوں باشندوں کو پھر سے قوم پرستی کے راستے پر
گامزن کیا۔ فرقہ وارانہ ذہنیت کو ختم کیا اور آج سارے ہندوستان کو
قوم پرستی میں رہنمائی کر رہا ہے۔ ان کا اعتقاد مصمم ہے۔ انھوں نے اس وقت
اسی مسلم لیگ اور پاکستانیوں کے سامنے اسی اصول پر جان کی بازی لگائی
ہے جس مسلم لیگ کے سامنے کانگریس جیسی طاقت کو مجبوراً جھکنا پڑا۔ کشمیر
میں دو قوم کے نظریہ کی قبر کھودی جا رہی ہے اور قوم پرستی کا جھنڈا بلند

ہوتا جا رہا ہے۔

عام نظریۂ زندگی

کشمیری غربت۔ مظلومیت اور گوشہ نشینی کی زندگی بسر کرتے ہیں وہ ۲ شہروں۔ ۳۹ قصبوں اور ۸۷۰۴ دیہاتوں میں بکھرے ہوئے ہیں۔ دیہات بہت چھوٹے ہیں جو ایک دوسرے سے بہت دور واقع ہیں۔ پہاڑی علاقوں میں کسی کسی جگہ دو تین گھرانے ہی آباد ہیں۔ یہ دو تین گھر کھیتوں کے نزدیک ہوتے ہیں۔ کئی کئی میلوں میں صرف ایک گاؤں دکھائی دیتا ہے۔ جہاں صرف چند گھر ہوتے ہیں اور باقی زمین خالی ہی خالی نظر آتی ہے۔ کشمیر کی سنہری وادی میں کہیں کہیں ایک ہی جگہ سو۔ ڈیڑھ سو گھرانے آباد ہیں۔ اسی علاقے میں آبادی مقابلتاً گنجان ہے۔

کشمیری باقی دنیا سے الگ تھلگ رہے ہیں۔ پہاڑوں کی اونچی اور ناقابل عبور دیواریں اُن کو باہر کے لوگوں سے قدرتی طور پر جدا کئے ہوئے ہیں اسی وجہ سے وہ قدامت پسند بن گئے ہیں۔ انتہائی غربت کے باوجود بھی وہ گھر سے باہر جانا نہیں چاہتے۔ اپنے اپنے گھروں میں رہنا اور سادہ زندگی بسر کرنا پسند کرتے ہیں۔

کشمیری، غریب۔ لاعلم۔ شریف اور پسماندہ ہیں۔ وہ پرانے رسم و رواج کے اصولوں اور طریقوں پر چلتے ہیں اور ان کی تقلید پابندی کے ساتھ کرتے ہیں اُن کے لئے شادی اور دوسرے تہواروں کے موقع پر دل کھول کر اپنا سرمایہ برباد کرنا ایک معمولی بات ہے۔ ایسے وقتوں پر وہ پرانے ڈھنگ پر چلنے اور بےہودہ شان کو بڑھانے کے لئے اپنی غریبی کو الگ کر دیتے ہیں اور روپیہ قرض لے کر اپنی زندگی کو تباہی اور بربادی کے گڑھے میں ڈال دیتے ہیں۔ پھر بھی کشمیری عوام خوش اور ہشاش بشاش نظر آتے ہیں۔

کشمیری پرانے اور دقیانوسی طریقے سے کھیتی باڑی کا کام کرتے ہیں۔ دیہاتی لوگ اپنے ضروریات زندگی کو عام طور پر اپنے گاؤں سے ہی پورا کرتے ہیں۔ شہری زندگی کا اثر سوائے وادی کشمیر اور جنوبی حصہ کے کہیں نہیں پایا جاتا۔ ضروریات زندگی کو پورا کرنے کیلئے گاؤں میں لوہار، بڑھئی، موچی، حجام، جولاہے، دھوبی اور پنساری ہیں۔ بنیے رساہوکار بھی گاؤں میں ملتے ہیں جو بیچارے دیہاتیوں کو قرضہ سے زیر بار کرتے ہیں۔ انکو کشمیری زبان میں "وُڈحار" کہا جاتا ہے۔ لوگوں میں تہذیب اور شائستگی کے آثار نمودار ہیں لیکن اُن پر ابھی تک نئی تہذیب کا دباؤ نہیں پڑا ہے۔ وہ بالکل لکیر کے فقیر ہیں۔

لیکن ہم اُن لوگوں کو نظر انداز نہیں کر سکتے جنھوں نے ملکی کاموں میں اونچے درجے کا کام کیا ہے۔ ایسے لوگوں نے کشمیریوں کی روایات کو برقرار رکھا ہے کشمیر کی شان کو دوبالا کیا ہے اور کشمیری قوم کے نام کو ممتاز درجے پر پہنچایا ہے۔ پنڈت جواہر لال نہرو نے سنہ ۱۹۳۹ء میں یووک سبھا سری نگر کے ایک جلسے میں فرمایا :-

"تعداد کے لحاظ سے کم ہوتے ہوئے بھی کشمیری ہندو اور مسلمانوں نے سارے ہندوستان میں ایک نمایاں حصہ ادا کیا ہے۔ قومی زندگی، پیشہ ورانہ کاموں، ریاستی نوکریوں، تمدنی کاموں میں بغیر کسی شخص کی امداد اور سہارے کے انھوں نے حیرت انگیز کام کیا ہے۔ بہت سے کشمیری مسلمان کشمیری کے نام سے مشہور رہیں۔ اسلئے لوگ اس حقیقت کو نہیں پہچان سکتے ۔ ۔ ۔ کشمیری پنڈت ہندوستان میں زیادہ تر کشمیری مانے جاتے ہیں۔ گو کہ وہ کشمیر کے باہر تعداد میں غالباً ۵ ہزار سے بھی کم ہیں لیکن انھوں نے اچھے اور غیر معمولی کام کئے ۔ ۔ ۔ انڈین نیشنل کانگریس کی ۵۵ سالہ زندگی کے دوران میں کشمیری پنڈت سات بار پریذیڈنٹ رہ چکے ہیں۔ یہ مٹھی بھر لوگوں کی ایک نمایاں یادگار ہے جنھوں نے کشمیر سے نیچے میدانوں کی طرف ہجرت کی تھی۔"

کشمیری قسم قسم کی پوشاک پہنتے ہیں۔ سوتی اور اونی کپڑوں کا کافی استعمال

کرتے ہیں۔ ریشمی کپڑا صرف امیر گھرانوں میں پہنا جاتا ہے۔ لوگ کاریگر اور ہنر مند ہیں۔ گھریلو دستکاری کا کام بھی کرتے ہیں۔ وہ چادریں بنا کر اوڑھتے ہیں۔ سردیوں میں وادی کشمیر اور پہاڑی علاقہ کے لوگ کافی اونی کپڑے پہنتے ہیں۔ مگر چونکہ جاڑا سخت ہوتا ہے برف پڑتی ہے اس لئے ہر ایک چیز جم جاتی ہے۔ اس لئے لوگ سردی سے بچنے کے لئے چادر اور "کانگڑی" کا استعمال کرتے ہیں۔ کانگڑی بید کی طرح نرم اور چھوٹی ٹہنیوں سے ڈھکی ہوئی ایک مٹی کا برتن ہے جو ایک چھوٹی سی ٹوکری کی مانند دکھائی دیتا ہے۔ اس میں لکڑی کا کوئلہ یا جلتا کوئلہ ڈال کر لوگ اپنے لمبے کپڑوں "فیرن" اور چادر کے نیچے رکھتے ہیں اور اپنے آپ کو گرمی پہنچاتے ہیں۔ کپڑوں کے باہر بھی ہاتھ پیر سینکنے کے کام میں اس کو استعمال میں لاتے ہیں۔ کانگڑی غریب کشمیریوں کے لئے ایک نعمت ہے کیونکہ وہ غربت کی وجہ سے کافی اونی کپڑے خرید نہیں سکتے۔ اس لئے اونی کپڑوں کے بجائے کانگڑی کے سہارے اپنی زندگی کو بچا سکتے ہیں۔

عام طور پر کشمیری خاص عادتوں کے حامل ہیں۔ فیشن پرستی وہ بالکل نہیں جانتے۔ دانتوں کو صاف رکھنے کے لئے وہ "داتن" کا استعمال کرتے ہیں۔ جو بید کی ٹہنی سے کاٹے جاتے ہیں۔ وہ صرف "سماوار" (چائے دانی) اور "حقہ" کے پیچھے بُری طرح پڑے رہتے ہیں۔ مہمانوں کو بھی ان میں سے ایک یا دو چیزوں سے خاطر تواضع کی جاتی ہے۔ غرضیکہ کشمیری۔ مہذب، شائستہ، مہمان نواز، ذہین۔ محنتی اور امن پسند قوم ہے جو سچی قومیت کا نمونہ ہے۔



تیسرا باب

کشمیر کی اقتصادی حالت

کہتے ہوں اسے خلد پہ ہم کہہ نہیں سکتے — اس قوم کی عسرت کا الم سہہ نہیں سکتے

پسماندگیٔ قوم کی اس حالتِ بد پر — بے اشک بہائے ہوئے ہم رہ نہیں سکتے

(کول)

کسی ملک کی قیمتی دولت اُس ملک کے باشندے ہیں جو اپنے وطن کو بامِ عروج پر لے جانے کے کوشاں ہوتے ہیں۔ چونکہ کشمیر کے لوگ دنیا کے ذہین، محنتی اور ہنرمند لوگوں میں شمار کئے جاتے ہیں۔ اس لئے اس ملک کی دولت کوئی معمولی دولت نہیں۔ اس کے علاوہ اس ملک میں کسی چیز کی کمی نہیں۔ قدرت نے ہر ایک چیز بہتات سے بخش دی ہے۔ آب و ہوا بھی مردہ روح کو زندہ بنانے کے قابل ہے۔ اس لئے اگر کوشش کی جائے تو یہاں کے لوگ دوسرے ملکوں کی ضروریات کو بھی پورا کر سکتے ہیں۔ اس ملک کے لوگ کافی ہنرمند ہیں۔ وہ کاریگری اور کام کی باریکی میں اپنا ثانی نہیں رکھتے۔ اُن کا کام اپنی نظیر آپ ہے۔ پس اقتصادی طور پر

کشمیر ایک دولت مند اور غیر محتاج ملک بن سکتا ہے مگر ایسا نہیں ہے - اس قسم کی دولت مندی کے باوجود کشمیری عوام پسماندگی کی زندگی بسر کر رہے ہیں کیوں! اسلئے کہ وہ بے حد غریب ہیں - ان کی غریبی نے کشمیر کی اقتصادی حالت کو بالکل تباہ کر دیا ہے - کشمیر ترقی کرنے سے رہ گیا ہے اور کشمیری خوشحالی کی زندگی بسر کرنے کے قابل نہیں رہ گئے ہیں -

کشمیر کی اقتصادی حالت کا مشاہدہ کرنے سے ہی ہم کشمیریوں کی صحیح حالت کا اندازہ لگا سکتے ہیں :-

زراعت

زراعت ریاست کی اقتصادیات کا ایک اہم حصہ ہے - ۳۲۲۳۵۴،۱ باشندے جو ریاست کی کل آبادی کا ۴/۵ حصہ ہیں ، زمین کی کاشت پر گذارہ کرتے ہیں زراعتی کام کے لئے ریاست کو ضلعوں اور تحصیلوں میں تقسیم کیا گیا ہے جس کا انتظام ایک الگ محکمہ کرتا ہے جو منسٹر مال کے ماتحت ہوتا ہے اور جس کے معاون کمشنر مال اور ڈائرکٹر لینڈ ریکارڈز ہوتے ہیں ۔ صوبوں میں مال کے بڑے افسر گورنر ہوتے ہیں - ضلعوں کے افسر وزیر وزارت - تحصیلوں کے افسر تحصیلدار اور ان کے معاون نائب تحصیلدار ہوتے ہیں ـــــ ان کے نیچے گرداور - ذیلدار - قانون گو - پٹواری اور نمبردار ہوتے ہیں - ان سب کا پہلا کام زمین کا مالیہ جمع کرنا ہوتا ہے -

لگان داری :- مغلوں ، پٹھانوں اور سکھوں کے زمانے میں کشمیر میں کسانوں کی حالت ناگفتہ بہ تھی - صوبہ کشمیر میں نہ مالکانہ اور نہ پٹہ دارانہ حقوق حاصل تھے - تمام زمین حکومت کی ملکیت تھی - حکومت کل پیداوار کا ۲/۳ حصہ لگان کے طور پر لیتی تھی اور کاشتکار کا حصہ ۱/۳ حصہ سے زیادہ نہیں تھا - صوبہ

جموں میں صوبہ کشمیر کی نسبت حالات اچھے تھے ۔

ڈوگروں کے زمانے میں حالات بہتر بنانے کی کوشش کی گئی ۔لگان کاشتکار کی مرضی پر نقدی یا جنس میں رکھا گیا ۔زمین کی نئے سرے سے پیمائش کی گئی ۔نیا لگان پیداوار کا ۲۸ فیصدی مقرر کیا گیا ۔کاشتکاروں کے مالکانہ حقوق کو مان لیا گیا ۔کرایہ مالکانہ جو جنس میں ادا کیا جاتا تھا ، ختم کر دیا گیا ۔ ۱۹۱۲ء میں عارضی لگان داروں کو مستقل لگان دار بنا یا گیا ۔ ۱۹۲۳ء میں پٹہ دار کاشتکار کو مالکانہ حقوق دیے گئے ۔ان نئے کاشتکاروں کو زمین کی ملکیت سے بچانے کے لئے "لینڈ ایلی نیشن ایکٹ" پاس کیا گیا ۔جس میں یہ واضح کیا گیا کہ کوئی لگان دار زمین کا ۲۵ فیصدی سے زیادہ نہ رہن کر سکتا ہے اور نہ بیچ سکتا ہے ۔ مگر اس ایکٹ نے بچاؤ کے بجائے زمین کے اور بھی چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کر دیے ۔کیونکہ بہت سے کاشتکاروں نے زمین کا چوتھا حصہ قرضہ کو ادا کرنے کے لئے بیچ دیا ۔ پٹہ داروں کے حصے مختلف پیمائش کے ہیں ۔ضلع جموں میں ۱۶ ایکڑ سے لے کر ضلع اننت ناگ میں ½ ۲ کنال تک ہیں (ایک ایکڑ میں ۸ کنال ہوتے ہیں) ضلع بارہ مولہ میں اوسط پٹہ زمین ۶ کنال اور ضلع میرپور میں ۹ کنال سے کم ہیں ۔

کاشتکاروں کو قرضہ سے بچانے کے لئے ۱۹۳۶ء میں " ایڈ ٹو ایگریکلچرسٹس اینڈ لینڈ امپرومنٹ ایکٹ " پاس کیا گیا ۔جس کی رو سے مالکانہ اور پٹہ دار کاشتکاروں کو ادھار دیا گیا اور اس طرح سے کاشت کی زمین کو بہتر بنانے کی کوشش کی گئی ۔ ۱۹۳۰ء میں " کاہچرائی ایکٹ " پاس کیا گیا ۔جس کی رو سے ہر ایک زمیندار اور لگان دار کو ایک بھینس رکھنے کی اجازت دی گئی جس پر کاہچرائی کا ٹیکس معاف کیا گیا ۔

کشمیر کی موجودہ قومی حکومت نے کاشتکاروں کی زندگی میں حیرت انگیز انقلاب پیدا کیا ہے۔ انھوں نے جاگیرداری طریقے کو ختم کر دیا ہے۔ جس کی وجہ سے کاشتکار بے مالکانہ زندگی بسر کرتے تھے اور سخت محنت کرنے کے بعد پیداوار کے ایک بہت تھوڑے حصے کے حقدار تھے۔ جاگیرداری کو ختم کرنا جمہوریت کو تقویت دینا ہے اور اُن ریاستی باشندوں کو خوشحالی کے راستے پر گامزن کرنا ہے جو ریاست کے عوام ہیں۔ ریاست کی عوامی جماعت نیشنل کانفرنس کا نصب العین "نیا کشمیر" ہے جس میں کاشتکاروں کی بھلائی اور زمین کی کاشت کی بہتری کے لئے "زمین کسانوں کی ملکیت" قرار دینے کا پروگرام ہے۔ کشمیر کی قومی حکومت کا بھی نصب العین "نیا کشمیر" ہی ہے۔ اس لئے امید کی جاتی ہے کہ کشمیر کی سیاسی حالت سدھرنے کے بعد ہی "زمین کسانوں کی ملکیت" قرار دی جائے گی۔

پیداوار

چونکہ ریاست کا اکثر حصہ پہاڑی ہے۔ اس لئے زمین کاشت کرنے کے قابل نہیں۔ البتہ وادی کشمیر اور میدانی علاقوں کی زمین بڑی زرخیز اور کاشتکاری کے لئے موزوں ہے۔ زرخیز زمین کی کمی کی وجہ سے ریاست کی پیداوار بھی کم ہے البتہ اگر کوشش کی جائے تو بہت سی زمین جو بے کاشت پڑی ہے، کاشت میں لائی جا سکتی ہے جس سے ریاست کی پیداوار میں کافی اضافہ ہو سکتا ہے۔

اس کے علاوہ دیہاتوں میں بسنے والے لوگ زیادہ وہمی ہیں۔ وہ کاشت کے طریقوں کو بالکل بدلنا نہیں چاہتے۔ وہ لکیر کے فقیر رہنا پسند کرتے ہیں۔ انھیں تجربہ سے یہ معلوم ہوا ہے کہ ان کی زمین سے کتنا اناج پیدا ہو سکتا ہے اس لئے وہ نئے طریقوں کو رائج کرنے کے خواہش مند نہیں ہیں جن سے اُن کی پیداوار

بڑھ سکتی ہے اور وہ ناخواندہ ہونے کی وجہ سے اس قابل نہیں کہ وہ اس حقیقت کو سمجھ سکیں - اسی وجہ سے وہ کھاد کی بھی قدر نہیں کرتے ، وہ زمین کو زیادہ زرخیز بنانے کے لئے کھاد بہت کم یا بالکل نہیں ڈالتے - گوبر کا کھاد وہ زمین میں ڈالنے کی بجائے جلانے کے کام میں لاتے ہیں - صوبہ جموں میں گوبر بالکل جلا دیا جاتا ہے - کیونکہ وہاں ایندھن کی کمی ہے - مگر صوبہ کشمیر میں ایندھن کی بہتات کی وجہ سے کھاد چاول کے کھیتوں میں ڈالا جاتا ہے - سرحدی علاقوں میں تمام کھاد زمین میں ہی ڈالی جاتی ہے - ریاسی میں کوئلہ کی کان کے نکلنے سے یہ امید کی جاتی ہے کہ صوبہ جموں میں ایندھن کا مسئلہ کسی حد تک حل ہو جائے گا اور لوگ گوبر کو ایندھن کے بجائے کھاد کے طور پر استعمال کریں گے -

صوبہ کشمیر اور سرحدی علاقوں میں کڑاکے کا جاڑا پڑنے اور سخت سردی کے ہونے سے کاشتکاری سال کے کچھ مہینوں میں بالکل نہیں ہو سکتی - اس کے علاوہ صوبہ جموں میں جہاں آب و ہوا سردیوں میں اچھی رہتی ہے پانی کی کمی ہے - اس صوبہ کے بہت سے علاقوں میں آب پاشی کا کوئی ذریعہ نہیں ہے اس لئے یہاں بھی قابل کاشت زمین بہت کم ہے -

مشہور پیداوار چاول - گیہوں مکی - جو - باجرہ - دالیں - تیل نکالنے والے بیج - تمباکو - کپاس - السی اور زعفران ہیں - چونکہ ریاست میں چراگاہیں اور توت کے درخت بکثرت ہیں ، اس لئے اون اور ریشم بھی ریاست کی خاص پیداوار ہے -

چاول کے کھیت وادی کے دامن میں اور بارانی اناج کے کھیت پہاڑوں کے دامن میں ہیں - لداخ میں اونچی بلندی پر ایک قسم کے جو کی کاشت کی جاتی ہے جس کو "گرم" کہتے ہیں - ای - ایف - نائٹ لکھتے ہیں :-

"لداخ دنیا میں سب سے اونچی لبستی ہونے کا فخر کر سکتی ہے۔ یہاں اناج کی کاشت ۰۰۰،۱۵ فٹ کی بلندی پر کی جاتی ہے۔ اس کی راجدھانی لیہ دنیا میں سب سے اونچی جگہ ہے جہاں لبستی قائم ہے۔"

میوے

مسز سی۔ جی۔ بروس نے لکھا ہے: "کشمیر کا میوہ اپنی ریاست اور شمالی ہندوستان کے لئے ایک تحفہ ہے۔"

کشمیر میں میووں کے درخت کثرت سے ہیں۔ لیکن چونکہ لوگ غریب ہیں۔ اس لئے ان میووں کو سستے ہوتے ہوئے بھی نہیں خرید سکتے۔ ان میووں کو باہر کے لوگ کھاتے ہیں۔ سیاح جو کشمیر میں سیر کرنے کی غرض سے گرمیوں میں کشمیر آتے ہیں۔ ان لذیذ اور سستے میوؤں سے لطف حاصل کرتے ہیں۔ کشمیر میں میوے اگانا ایک دستکاری ہے۔ بدقسمتی سے ۱۹۲۰ء سے ان میووں کے درختوں میں کیڑے لگنے شروع ہو گئے ہیں۔ ان کے بچاؤ کے لئے ۱۹۳۳ء میں "پودے اور فصل بچانے کا ایکٹ" پاس کیا گیا۔ باوجود کافی بچاؤ اور احتیاطی تدابیر کے یہ کیڑے درختوں کو نہیں چھوڑتے۔

کشمیر دنیا میں سیب کے لئے مشہور ہے جو قسم قسم کے ہوتے ہیں۔ ان میں "ترل" "امبری" "فرانسی سیب" زیادہ لذیذ ہوتے ہیں۔ ان کے علاوہ۔ ناشپاتی، بہی۔ گیلاس۔ آڑو۔ خوبانی۔ شفتالو۔ زرد آلو۔ انار۔ انگور۔ توت۔ شہتوت سٹابری۔ رس بھری۔ بادام۔ آخروٹ۔ سنگھاڑے۔ تخم کنول۔ کھیرا۔ خربوزہ۔ تربوزہ صوبہ کشمیر میں اور جامن آم اور بیر جموں کے علاقے میں کثرت سے پیدا ہوتے ہیں۔ گلگت میں خوبانی کافی پیدا ہوتی ہے اور یہاں سے ہی خشک

کر کے باہر بھیجی جاتی ہے۔ لداخ اور اسکردو میں انگور کی بیلیں کافی ہیں۔ توت کے درخت بھی یہاں بکثرت ہیں۔

ترکاریاں

کشمیر میں ترکاریوں کی کمی نہیں۔ قسم بہ قسم کی ترکاریاں بکثرت پیدا ہوتی ہیں۔ کاشتکار ترکاریاں اپنے گھروں کے آس پاس کے احاطے میں ہی بوتے ہیں۔ یہ کیاریاں بہت چھوٹی ہوتی ہیں۔ کشمیریوں کی عام ترکاریاں ساگ۔ منڈی۔ آلو۔ پالک۔ میتھی۔ شلغم۔ مولی۔ گاجر۔ ٹماٹر۔ کدو۔ پیاز۔ لہسن۔ بینگن مرچ۔ فراش بین۔ مٹر۔ بند گوبھی۔ پھول گوبھی اور ندرو (کنول کی لکڑی) ہیں۔ جن کی کاشت وسیع پیمانے پر ہوتی ہے۔

آب پاشی

صوبہ کشمیر میں پانی کی قلت نہیں۔ البتہ خاص خاص جگہوں پر پانی پہنچانے کے لئے نہریں کھودی گئی ہیں جن میں سے زینہ گیر۔ مارتنڈ۔ لال کل۔ نندی اور ڈاڈی مشہور نہریں ہیں۔ زینہ گیر نہر ۵۳۸، ایکڑ۔ مارتنڈ نہر ۸۰۰، ایکڑ۔ لال کل ۳۸۰۹ ایکڑ۔ نندی نہر ۸۳۸۰ ایکڑ اور ڈاڈی نہر ۱۶۲۰ ایکڑ زمین کو سیراب کرتی ہیں۔

صوبہ جموں میں نہریں صوبہ کشمیر کی نسبت زیادہ مفید ہیں۔ رنبیر نہر سب سے بڑی نہر ہے یہ ۲۳۶ میل لمبی ہے اور ۱۲۰۳۲ ایکڑ زمین کو سیراب کرتی ہے۔ دیگر مشہور نہریں پرتاب نہر۔ بسنت پور نہر۔ اُجھ نہر اور اپر جہلم نہر ہیں۔ پرتاب نہر ۲۰۹۸ ایکڑ بسنت پور نہر ۲۲۴۵ ایکڑ۔ اُجھ نہر ۳۲۹۸

ایکڑ اور اپر جہلم نہر ۱۱۴۹ ایکڑ زمین کو سیراب کرتی ہیں ۔

سرحدی علاقے کافی پہاڑی ہونے کی وجہ سے آب پاشی کے لئے موزوں نہیں ۔ البتہ اس علاقے میں بھی کئی نہریں نکالی گئی ہیں ۔ جن کی لمبائی ۸۸۴ میل ہے اور جو ۱۵۰۴۹۵ ایکڑ زمین کو سیراب کرتی ہیں ۔

معدنیات

ریاست میں معدنیات کے کافی ذخیرے ہیں ۔ لیکن بہت ہی کم نکالے جاتے ہیں ۔ کوئلہ ۔ لوہا ۔ دلدلی کوئلہ ۔ گندھک ۔ چونا اور ابرق کے بہت بڑے ذخیرے موجود ہیں ۔ پاڈر میں نیلم اور ابرق کی کانیں ہیں ۔ لوہا اور کوئلہ ریاسی کے قریب ملتا ہے ۔ لداخ کے علاقے میں نمک اور دریائے سندھ کی ریت کو صاف کرکے سونا نکالا جاتا ہے ۔ پٹرول کے چشمے بھی ریاست میں موجود ہیں لیکن ابھی تک کسی جگہ نہیں نکالا گیا ہے ۔

جنگلات

زراعت کے علاوہ جنگلات ریاست کی اقتصادیات میں ایک اہم کاروبار ہے ۔ دیہاتی لوگ اس سے کافی فائدہ اٹھاتے ہیں ۔ انھیں لکڑی ملتی ہے ۔ کاروبار ملتا ہے ۔ مکانوں کے لئے عمارتی لکڑی اور ایندھن بہت سستا دستیاب ہوتا ہے ۔ چارہ اور دیگر جنگلات کی پیداوار کو بھی حاصل کرتے ہیں ۔ ہر سال اوسطاً ۲۱۲ لاکھ مکعب فٹ عمارتی لکڑی اور ۲۶۵ لاکھ مکعب فٹ ایندھن جنگلات سے کاٹی جاتی ہے ۔

ریاست میں جنگلات کافی ہیں ۔ جو دو حصوں میں منقسم کئے

جا سکتے ہیں ۔

(۱) میدانی جنگلات

(۲) پہاڑی جنگلات

(۱) میدانی جنگلات :۔ ایسے جنگلات کشمیر کے جنوبی علاقوں میں ہیں اور ان جنگلات کی لکڑی زیادہ تر ایندھن کا کام دیتی ہے ۔ ان جنگلات میں کریل فراش ۔ پھلاہی ۔ جاؤ فنڈ ۔ وَن اور کیکر کے درخت ہیں ۔ جہاں آب و ہوا تر ہے ، وہاں پہاڑوں کے دامن میں توت ۔ سفیدے اور چنار کے درخت ملتے ہیں ۔

(۲) پہاڑی جنگلات :۔ ایسے جنگلات کشمیر میں بہت ہیں اور ان کی لکڑی عمارتی کاموں میں استعمال ہوتی ہے ۔ ان جنگلات میں چیل ۔ کیل ۔ پڑتل ۔ دیودار ۔ سال اور اخروٹ کے درخت ہوتے ہیں ۔ پہاڑ کی تلہٹی کے جنگلات میں تاڑ ۔ بانس اور ڈھاک کے درخت ملتے ہیں ۔

جنگلات سے اقتصادی فائدہ

ا ۔ جنگلات کے کئی درختوں سے قیمتی چیزیں تیار کی جاتی ہیں جو ذیل میں درج کیے جاتے ہیں :۔

(۱) گندہ بیروزہ اور تارپین کا تیل چیل کے درختوں سے نکالا جاتا ہے ۔

(۲) بیروزہ سے صابن ۔ بوٹ پالش ۔ وارنش اور بجلی کے تار کے غلاف بنائے جاتے ہیں ۔

(۳) ایک خاص قسم کا جنگلی پودا جس سے "کٹھ" کہتے ہیں ۔ ادویات اور رنگ بنانے کے کام میں آتا ہے ۔

(۴) بعض درختوں سے گوند حاصل کی جاتی ہے ۔

(۵) بعض درختوں سے رال اور لاکھ ہاتھ آتی ہے۔

(۶) جنگلوں میں جڑی بوٹیاں ملتی ہیں۔ جن سے قسم قسم کی ادویات تیار کی جاتی ہیں۔

(۷) جنگلوں میں کئی جگہوں پر ریشہ ملتا ہے جن سے چٹائیاں۔ رسیاں۔ چھت بنانے اور کئی جوڑنے کے کاموں میں استعمال ہوتا ہے۔

ب) ذیل کے کارخانے جنگلات کے وجود سے چلتے ہیں۔ کیونکہ انھیں جنگلات سے کچا سامان ملتا ہے:۔

(۱) رال اور ڈاٹ کا کارخانہ:۔ یہ کارخانہ اودھم پور میں ہے اور یہاں سالانہ ۳۸۰۰۰ من رال تیار ہوتی ہے۔

(۲) ڈاٹ کے کارخانے:۔ ضلع کٹھوعہ اور میرپور میں یہ کارخانے ہیں۔

(۳) رال اور تاربین کا تیل:۔ یہ فیکٹری میران صاحب ضلع جموں میں ہے۔

(۴) انڈ منیائیٹ فیکٹری:۔ یہ بھی میران صاحب میں ہے۔

(۵) کشمیر ویلوز فیکٹری:۔ یہ بھی میران صاحب میں ہے اور اس کی ایک شاخ سرینگر میں ہے۔

(۶) "ہاف راٹ" فیکٹری:۔ اس فیکٹری میں بندوقوں کی لکڑی کا حصہ تیار کیا جاتا ہے اور یہ فیکٹری بارہ مولہ میں ہے۔

(۷) سنتونین کا کارخانہ:۔ یہ کارخانہ بارہ مولہ میں ہے۔

(۸) دیا سلائی بنانے کا کارخانہ:۔ یہ کارخانہ بھی بارہ مولہ میں ہے۔

(۹) ڈرگ ریسرچ لیبارٹری:۔ یہ دارالتجربہ جموں میں ہے اور اسکی

ایک شاخ بارہ مولہ میں ہے۔
ان کے علاوہ ریشمی۔ اونی اور لکڑی کا سامان کے کارخانے سب جنگلات پر مبنی ہیں

حیوانات

ریاست میں پالتو مویشی گائے بیل۔ گھوڑا۔ خچر۔ بھینس۔ گدھا اور بھیڑ بکری ملتے ہیں۔ کشمیر کے جنگلوں میں وحشی درندے شیر۔ ریچھ۔ چیتا۔ مارخور تیندوا۔ سور۔ جنگلی کتا۔ لومڑی۔ بارہ سنگھا۔ ہرن اور بندر کثرت سے ملتے ہیں۔ دریاؤں اور جھیلوں میں مچھلیاں کافی ہیں۔ کشمیر میں ایک خاص قسم کی مچھلی ملتی ہے جسے "ٹروٹ" کہتے ہیں۔ ان کے علاوہ لوگ۔ مرغ۔ بطخ۔ کتا وغیرہ بھی پالتے ہیں۔

دستکاریاں

شولی رہامیم نے "قسمت انڈیا" میں لکھا ہے:۔

"خیال کرو کہ بہت سے لوگ جو آج تجارت کی غرض سے کشمیر گئے ہیں وہ فخر سے کہہ سکتے ہیں کہ اُن کے قالین۔ دسترخوان۔ ریشم یا جالا دوزی وغیرہ سب "میڈ ان کشمیر" (کشمیر کے بنے ہوئے) ہیں۔ کیونکہ جیسا کہ آپ جانتے ہیں۔ کشمیر تمام دنیا میں دستکاریوں اور ہنرمندی کے لئے مشہور ہے۔"

دستکاریاں ریاست کی اقتصادیات میں ایک اہم درجہ رکھتی ہیں یہ کشمیر کی صنعتی حالت کو ظاہر کرتی ہیں۔ ان میں سے کچھ چھوٹی اور کچھ بڑی ہیں ان دستکاریوں میں کام کرنے والے ہنرمند اور اچھے کاریگر ہیں۔ وہ کاریگری

یعنی کام کی باریکی میں اپنا ثانی نہیں رکھتے۔

پنڈت جواہر لال نہرو فرماتے ہیں :-

"ہندوستان اپنے دستکاروں اور کاریگروں کے لئے پرانے زمانے سے مشہور ہے لیکن قطعی طور پر چین مجھے اس درجے میں بڑھ چڑھ کر دکھائی دیتا ہے کشمیر میں مجھے محسوس ہوا کہ یہاں کچھ موجود ہے جو چین سے برابری کر سکتا ہے کیسی خوبصورت چیزیں کشمیری کاریگروں کے تیز انگلیوں سے بنی ہیں ؟ ان کی طرف دیکھنا ایک خوشی اور ان کو پکڑنا مسرت ہے۔"

کشمیر ایک صنعتی ملک نہیں ہے ، اگرچہ یہ صنعتی ملک بن سکتا ہے۔ اس ملک میں کارخانوں کے قائم کرنے کے لئے ہر ایک ذریعہ موجود ہے۔ اس میں شک نہیں کہ یہاں کئی بڑی دستکاریاں ہیں۔ لیکن اکثر دستکاریاں یا تو کم درجے کی ہیں یا گھریلو شکل میں ہیں۔

دستکاریاں تین حصوں میں تقسیم ہو سکتی ہیں :-

(۱) بڑے پیمانہ کی دستکاریاں
(۲) چھوٹے پیمانہ کی دستکاریاں
(۳) گھریلو دستکاریاں

(۱) بڑے پیمانہ کی دستکاریاں :- ان میں ریشم سازی ۔ چمڑے کا کام ۔ کپڑا بننا ۔ (اونی ۔ ریشمی) اور لکڑی کا کام شامل ہے۔

(۲) چھوٹے پیمانہ کی دستکاریاں :- یہ چھوٹے چھوٹے کارخانوں کی شکل میں ہیں جن میں آٹا پیسنے کے کارخانے ۔ دھان کوٹنے کے کارخانے ۔ تیل نکالنے کے کارخانے ۔ کھیل کا سامان بنانے کے کارخانے ۔ آرائشی سامان تیار کرنے کے کارخانے ۔ اخروٹ کی لکڑی چیرنے کے کارخانے ۔ ستونین تیا

تیار کرنے کے کارخانے ۔ ڈراٹ کے کارخانے ۔ قالین بنانے کے کارخانے
شال بنانے کے کارخانے ۔گبہ تیار کرنے کے کارخانے ۔ ادویات بنانے کے
کارخانے ۔ نمدہ بنانے کے کارخانے ۔شہد صاف کرنے کے کارخانے ۔ صابن
بنانے کے کارخانے ۔گرم جنیان اور جراب بنانے کے کارخانے ۔ دیا سلائی
بنانے کا کارخانہ ۔سیمنٹ بنانے کا کارخانہ ۔ کھانڈ بنانے کا کارخانہ ۔ رال تیار
کرنے کا کارخانہ ۔ مکھن بنانے کا کارخانہ اور گندہ بیروزہ صاف کرنے کا
کارخانہ مشہور ہیں ۔

شال ریاست کی پرانی دستکاری ہے ۔ سر فرانسس ینگ ھسبنڈ
لکھتے ہیں ”جس کے لئے کشمیر باہر کی دنیا میں مشہور ہے وہ شال ہے“
اس دستکاری کا کچا سامان یعنی پشم کشمیر میں پیدا نہیں ہوتا ۔ بلکہ یہ لداخ کی
طرف تبتی بکریوں سے حاصل کیا جاتا ہے ۔ شال پر کشمیری کاریگر اتنی باریک
جالا دوزی کا کام کرتا ہے کہ دیکھنے والے بالکل حیران رہ جاتے ہیں ۔

قالین بنانے کی دستکاری بھی ایک پرانی دستکاری ہے ۔ اُن کاریگروں
کو چھوڑ کر جو اپنے گھروں میں قالین بناتے ہیں ۔کشمیر میں کل ۶ کارخانے
ہیں ۔ جن میں ۱۵، ۷ دراچھ ہیں اور جن میں ۵، ۳ آدمی کام کرتے ہیں ۔ یعنی
سرینگر کی آبادی کا ۱۲ فیصدی حصہ اس دستکاری پر گذارہ کرتا ہے ۔ اس
دستکاری سے ریاست کو سالانہ ۸۰ لاکھ روپیہ کی آمدنی آتی ہے ۔

(۳) گھریلو دستکاریاں :۔ ان میں دراچھ) کھڈی سے کپڑا بُننا ۔ فرنیچر تیار
کرنا ۔ رسیاں بنانا ۔ ٹوکریاں بنانا ۔گبہ تیار کرنا ۔ پیپر ماشی کا کام ۔ شال
بنانا ۔ قالین تیار کرنا ۔ جالا دوزی ۔ زری داری ۔ رفوگری ۔کشیدہ کاری ۔
چاندی اور سونے کی نقش و نگاری ۔ لکڑی کا کام ۔ تانبے کا کام ۔ چٹائیاں

بنانے کا کام۔ ہاتھ سے کاغذ بنانا۔ قیمتی دھات کا کام اور کھلونے بنانا عام دستکاریاں ہیں۔

گھریلو دستکاریوں میں قریباً ۲ فیصدی ریاستی باشندے کام کرتے ہیں جالا دوزی اور رفوگری کا کام سب ہاتھ سے کیا جاتا ہے۔ جالا دوزی کا کام کرنے والوں کی تعداد ۲۰۰۰ ہے۔ چاندی کی چیزیں بھی سب ہاتھ سے بنائی جاتی ہیں اور ان پر نقش ونگاری (کندہ کرنے کا کام) کی جاتی ہے۔ وہ بہت باریک اور عمدہ ہے۔ گبہ عام گھریلو دستکاری ہے۔ گبے پرانے اور استعمال شدہ چادروں کو دھونے اور رنگ دینے کے بعد تیار کئے جاتے ہیں۔ ان پر بھی جالا دوزی کا کام کیا جاتا ہے۔ لکڑی پر کشیدہ کاری کا کام بہت ہی عمدہ ہے۔ زیادہ تر اخروٹ کی لکڑی پر کیا جاتا ہے۔ کشمیری کاریگر اپنے تجربہ اور ہنر سے اخروٹ کی ناہموار اور سخت لکڑی سے ایسی خوبصورت چیزیں تیار کرتا ہے کہ دیکھنے والے تعجب کرتے ہیں۔ کاغذ کے گودہ کو لکڑی کے شکنجوں میں ڈال کر مختلف شکلوں میں تبدیل کیا جاتا ہے۔ پھر انہیں سکھا کر رنگ و روغن کیا جاتا ہے اور رنگ دینے کے بعد کشمیری کاریگر اپنی باریک انگلیوں سے اس پر نقش ونگاری کا کام کرتا ہے۔ پیپر ماشی کی یہ چیزیں نہایت ہی عمدہ ہیں۔

ریشم سازی

ریشم سازی ریاست میں ایک بہت بڑی دستکاری ہے۔ جو سرکاری انتظام اور نگرانی کے تحت چلائی جاتی ہے۔ اس کے دو بڑے کارخانے ہیں جو ریاست کے دو شہروں سرینگر اور جموں میں ہیں۔ سر فرانسس ینگ ہسبنڈ لکھتے ہیں:۔ "سرینگر میں ریشم کا کارخانہ دنیا میں سب سے بڑا ریشم کا کارخانہ ہے۔"

سرینگر کے کارخانہ میں ۲۲۳۱ آدمی روزانہ کام کرتے ہیں اور اس کارخانہ کے لئے ۵۱۰۰۰ ریشمی کپڑے لانے والے ملازم ہیں۔ ریشم کے کیڑوں کو پالنے کے لئے حکومت نے توت کے درختوں کو حفاظت سے رکھنے کا انتظام کیا ہے۔ ان کی تعداد کو بڑھانے کے لئے ہر سال دوسری جگہوں پر توت کے پودے لگائے جاتے ہیں۔ سنہ ۱۹۴۷ء میں ۸۴۰۰۰ نئے پودے لگائے گئے۔

جموں کے کارخانہ میں ۲۴۴ آدمی روزانہ کام کرتے ہیں اور ریشم کے کیڑے لانے کے لئے ۱۰۰۰۰ ملازم ہیں

دونوں کارخانے الگ الگ ڈائرکٹروں کے ماتحت ہیں اور ریاست کو ان کارخانوں سے کافی آمدنی آتی ہے۔ ان دو بڑے کارخانوں کے علاوہ ریاست میں اور بھی بہت سی فیکٹریاں ہیں۔ جن میں کافی لوگ کام کرتے ہیں۔ یہ ریشم کے چھوٹے چھوٹے کارخانے ریاستی باشندوں کے ہیں۔ جہاں زیادہ تر ریشمی کپڑا بننے کا کام کیا جاتا ہے۔

ذرائع آمدورفت

رسل و رسائل کے تین ذریعے ہیں:-

(۱) خشکی

(۲) پانی

(۳) ہوائی

(۱) خشکی:- زمین پر رسل و رسائل کا ذریعہ سڑک یا ریل ہے۔ چونکہ کشمیر میں ریل نہیں ہے اس لئے آمدورفت لاریوں کے ذریعے ہوتی ہے۔ ریاست میں ایک ریل کی پٹری تھی جو جموں کو پنجاب سے ملاتی تھی۔ اس کی لمبائی

ریاست کی حدود کے اندر صرف ۱۶ میل تھی ۔ مگر پاکستان کے وجود میں آنے سے یہ ریل کی پٹری بے کار ہوگئی ہے ۔ کیونکہ پاکستان نے سوچیت گڑھ سے آگے کی ریلوے لائن کو اپنی سرحد سے کاٹ دی ہے ۔

ریاست کو باقی دنیا سے ملانے والی دو پختہ سڑکیں تھیں جو سرینگر کو راولپنڈی اور ایبٹ آباد سے اور جموں کو سیالکوٹ سے ملاتی تھیں ۔ پہلی سڑک کا نام جہلم ویلی روڈ اور دوسری سڑک کا نام بانہال کارٹ روڈ ہے ۔ ۱۵ اگست ۱۹۴۷ء کے بعد پہلی سڑک بالکل ناکارہ ہوگئی اور دوسری سڑک بھی جو جموں سے آگے ریلوے لائن سے ملی تھی بے کار ہوگئی ۔ کیونکہ پاکستان نے ریاست کی ناکہ بندی کرنے کی غرض سے ان دونوں راستوں کو اپنی سرحد کے پاس بند کر دیا ۔ ریاست کو مشرقی پنجاب (ہندوستان) سے ملانے کے لئے ایک نئی سڑک تعمیر ہوئی ہے جو اب بالکل پختہ ہے ۔ یہ سڑک بانہال کارٹ روڈ کو جموں سے آگے پٹھان کوٹ کے ساتھ ملاتی ہے ۔

ریاست کے اندر بھی کئی سڑکیں ہیں جن میں سے کچھ پختہ ہیں لیکن اکثر کچی ہیں ۔ جموں کٹھوعہ سڑک پہلے بھی اور اس سے آگے بالکل کچی تھی اور برسات کے دنوں میں بالکل ناکارہ ہو جاتی تھی ۔ ان دنوں جموں سے کٹھوعہ جانے کے لئے ایک آدمی کو ریل کے ذریعہ پٹھانکوٹ جانا پڑتا تھا اور وہاں سے پھر وہ کٹھوعہ پہنچ سکتا تھا ۔ اب ۷ جولائی ۱۹۴۸ء سے یہ سڑک ریاست کی سب سے بڑی شاہراہ بن گئی ہے ۔ سرحدی علاقوں میں سڑکوں کا نشان کم ہے ۔ البتہ ٹریٹی روڈ درہ ژوجیلا سے گذر کر لیہ کے راستے گلگت کو وسطی ایشیا سے ملاتی ہے ۔ یہ سڑک ریاست کے لئے ایک اہم اور مفید سڑک ہے پہاڑی علاقوں میں سڑکیں بالکل نہیں ہیں ۔ کہیں کہیں پیدل جانے کے راستے ہیں

اس لئے ان علاقوں میں لوگ پیدل یا خچروں کا استعمال کرتے ہیں۔

(۲) پانی :۔ پانی میں رسل و رسائل کا ذریعہ کشتیاں اور جہاز ہیں جو اُن دریاؤں میں چل سکتی ہیں جہاں کشتی رانی یا جہاز رانی ہو سکتی ہے۔ وادی کشمیر میں کشتیاں دریائے جہلم۔ نالہ سندھ۔ جھیل ڈل۔ جھیل ولر اور جھیل انچار میں چلتی ہیں۔ اسلئے یہاں سامان ایک جگہ سے دوسری جگہ کشتیوں کے ذریعے پہنچایا جاتا ہے۔ کشتیاں آمدورفت میں کافی مدد دیتی ہیں لیکن یہ سرینگر اور اس کے ارد گرد کوئی ۳۰ یا ۳۵ میل کے رقبہ میں چلتی ہیں۔

(۳) ہوائی :۔ رسل و رسائل کا یہ ذریعہ سب سے زیادہ تیز اور آسان ہے ہوائی جہاز نے آمدورفت میں ایک حیرت انگیز انقلاب پیدا کیا ہے۔ ریاست میں کئی ہوائی اڈے ہیں جن میں سرینگر کا ہوائی اڈہ پختہ اور بہت بڑا ہے۔ جموں اور پونچھ میں دو اور ہوائی اڈے بنا لئے گئے ہیں جموں کا اڈہ بھی حال ہی میں پختہ بنایا گیا ہے۔

خبر رسانی

ریاست کے بڑے بڑے قصبوں اور دیہاتوں میں ڈاکخانے موجود ہیں لیکن ٹیلیفون اور تار گھر عام نہیں۔ یہ صرف خاص خاص قصبوں میں موجود ہیں۔ ڈاک خانے اور تار گھر ہمیشہ سے حکومت ہند کے محکمہ خبر رسانی کے الحاق میں کام کرتے ہیں۔ لیکن ۱۵ اگست ۱۹۴۷ء کے بعد ہندوستان کے دو حصے ہونے سے ریاست کے ڈاک گھر اور تار گھر سب پاکستان سے ملکر کام کرنے لگے۔ مگر پاکستان کی ضرر رساں پالیسی اور پنجاب میں فسادات کی وجہ سے ریاست کو یہ سودا مہنگا پڑا۔ ۲۷ اکتوبر ۱۹۴۷ء کے بعد ریاست کا ہندوستان میں شامل ہونے کی وجہ سے پھر ریاست کے ڈاک خانے۔ ٹیلیفون اور تار گھر

ہندوستان کے محکمہ خبر رسانی کے الحاق میں آئے ہوئے ہیں۔

ریاست میں براڈ کاسٹنگ اسٹیشن بھی ہیں۔ جموں کا ریڈیو اسٹیشن دسمبر ۱۹۴۷ء کو اور سرینگر کا ریڈیو اسٹیشن پچھلے سال کے گرمائی مہینوں میں کھولا گیا۔ دونوں اسٹیشن ریاستی حکومت کے انتظام کے تحت ہیں۔ ان کا نام ریڈیو کشمیر ہے۔

تجارت

ذرائع آمد و رفت بڑی مشکل ہونے کی وجہ سے تجارت بڑے پیمانے پر نہیں ہوتی۔ تمام مال لاریوں کے ذریعے باہر بھیجا جاتا ہے اور باہر سے یہاں لایا جاتا ہے۔ صرف جنگلات کی لکڑی پانی کے بہاؤ کے ساتھ باہر بھیجی جاتی ہے یہ لکڑی دریائے جہلم میں بہائی جاتی ہے اور جہلم کے مقام پر اٹھائی جاتی ہے جہاں لکڑی کی ایک بہت بڑی منڈی ہے۔ ریاست میں چونکہ پیداوار کی کمی ہے اس لئے چیزیں زیادہ تر باہر سے منگائی جاتی ہیں۔ ریاست میں اشیائے درآمد اور برآمد چنگی ہے جو ریاست کی آمدنی کا ایک بڑا ذریعہ ہے۔ سوائے ٹریٹی روڈ کے ہر جگہ چنگی ہے۔ چنگی (کسٹم) سے ریاست کی آمدنی یہ ہے :-

سال	آمدنی
۱۹۲۰ء سے ۱۹۲۱ء تک	۵۲۰۰۰۰۰ روپے
۱۹۳۰ء سے ۱۹۳۱ء تک	۴۵۵۰۰۰۰ روپے
۱۹۳۱ء سے ۱۹۳۲ء تک	۳۶۷۰۰۰۰ روپے

ٹریٹی روڈ کے راستے ہندوستان اور وسطی ایشیا کے درمیان تجارت

ہوتی ہے۔ اشیائے درآمد اور برآمد حسب ذیل ہیں :۔

سال	درآمد	برآمد	کل رقم
۱۹۱۹ء سے ۱۹۲۰ء	۴۲۵۴۱۰۰ روپے	۴۸۰۰۰۰۰ روپے	۸۹۸۵۵۱۰ روپے
۱۹۲۰ء سے ۱۹۲۱ء	۴۷۰۰۰۰۰ روپے	۴۶۰۰۰۰۰ روپے	۹۳۰۰۰۰۰ روپے
۱۹۳۹ء سے ۱۹۴۰ء	۲۳۰۱۹۸ روپے	۱۵۱۰۲۴ روپے	۳۸۱۲۲۳ روپے

۱۹۱۹ء اور ۱۹۲۰ء کے درمیان اس راستے سے کل تجارت ۴۲۵۰۰۰ من کی ہوئی جس کی قیمت ۵۲۰۰۰۰۰ روپے تھی ۔

۱۹۳۹ء اور ۱۹۴۰ء کے درمیان اس راستے سے کل تجارت ۵،۲۵۰۰۰ من کی ہوئی جس کی قیمت ۵۷۵۵۰۰۰ روپے تھی ۔

اشیائے درآمد :۔

سوتی کپڑا۔ گھوڑے۔ چمڑا۔ کھالیں۔ سمور۔ ریشم۔ اون۔ نمدے۔ قالین۔ سونا۔ چرس۔

اشیائے برآمد :۔

سوتی کپڑا۔ چمڑا۔ کھالیں۔ ریشمی کپڑا۔ چائے۔ رنگ و روغن۔ ادویات۔ گرم مصالحہ۔

۱۹۲۱ء اور ۱۹۲۲ء میں یہ تجارت کافی عروج پر تھی لیکن اب قریباً ختم ہو گئی ہے۔ ریاست کی کل تجارت جو محصول چنگی کے حساب سے دی گئی ہے حسب ذیل ہے :۔

سال	درآمد	قیمت	برآمد	قیمت
۱۹۲۰ء سے ۱۹۲۱ء	۱۲۵۰۰۰۰ من	۲۷۳۰۰۰۰۰ روپے	۲۶۰۰۰۰۰۰ من	۱۷۸۰۰۰۰۰ روپے
۱۹۳۰ء سے ۱۹۳۱ء	۲۴۵۰۰۰۰ من	۲۵۷۰۰۰۰۰ //	۲۷۰۰۰۰۰ من	۱۳۳۰۰۰۰۰ //
۱۹۳۹ء سے ۱۹۴۰ء	۲۶۵۰۰۰۰ من	۲۸۸۰۰۰۰۰ //	۳۱۰۰۰۰۰ من	۲۰۷۰۰۰۰۰ //

ریاست کی اشیائے درآمد :-

سوتی کپڑا - چائے کھانڈ - نمک - تیل - اناج - دھانیں - اونی کپڑا - تمباکو - ادویات - شیشے کا سامان - لوہے کا سامان بجلی کا سامان - تفریح کا سامان - کلیں - اسٹیشنری (سامان تحریر) ہوزری (موزے بنیان وغیرہ) مٹی کا تیل - پٹرولیم -

ریاست کی اشیائے برآمد :-

میوے - لکڑی - کچا ریشم اور پھیٹی - اون - سبزیاں - دالیں - چمڑا - کٹھ - گھی شال - قالین - پیپر ماشی کا سامان - کشیدہ کاری کا سامان - زعفران - آلو - گچھیاں - شہد - زیرہ - کچا چمڑہ - افیون -

نقل و حمل

ریاست کے اندر کوئی ریل نہیں ہے - نقل و حرکت کے ذرائع موٹر، لاریاں اور ٹانگے ہیں - ۱۹۱۰ء تک یکے - ٹانگے اور بیل گاڑیاں ہی تجارت کے لئے استعمال کی جاتی تھیں - اس کے بعد لاریوں کا سلسلہ ہر سال بڑھتا گیا - ۱۹۲۰ء میں اس کی آمد و رفت جہلم ویلی روڈ پر ۴۰ فیصدی اور بانہال کارٹ روڈ پر ۲۰ فیصدی بڑھ گئی تھی - ریاست کے اندرونی حصے میں جہاں سڑکیں بنائی گئی ہیں - ٹانگوں کے ذریعے تجارت ہوتی ہے - اُن علاقوں میں جہاں سڑکیں ٹانگے کے قابل نہیں ہیں بار برداری کا کام خچروں، گھوڑوں، گدھوں اور قلیوں کے ذریعے کیا جاتا ہے - لداخ اور گلگت کے علاقے میں بار برداری کا کام صرف خچروں سے لیا جاتا ہے -

سیاحوں کی آمد کا اثر

یہ تو پچھلے باب میں بتایا گیا ہے کہ کشمیر "معشوقۂ عالم" ہے - یہ دنیا میں ایک

انتہائی خوبصورت وادی ہے۔ اور اس کی روح پرور آب وہوا۔ شاندار مناظر اور قدرتی خوبصورتی نے اس کو جنت نظیر بنا دیا ہے۔ جب ہندوستان کے دوسرے حصوں میں کافی گرمی پڑتی ہے تو یہاں لطف اندوز موسم ہوتا ہے۔ اس لئے میدانوں کی جھلستی ہوئی گرمی سے بچنے کے لئے ہزاروں آدمی گرمی کا موسم کاٹنے کے لئے یہاں آتے ہیں۔ اس کے علاوہ یہاں کے کھنڈرات۔ شاہی باغات۔ صحت بخش مقامات۔ گھنے جنگلات۔ برف کے دستار باندھے ہوئے پہاڑوں۔ بہتے ہوئے ندی نالوں۔ چمکتے ہوئے جھیلوں۔ مہکتے ہوئے پھولوں۔ شکاروں اور ہاؤس بوٹوں کو دیکھنے کے لئے کشمیر کروڑوں انسانوں کی معشوقہ اور ہزاروں سیاحوں کا آماجگاہ بنا ہوا ہے۔ ان سیاحوں کے آنے سے ریاست کی اقتصادی حالت پر گہرا اثر پڑتا ہے۔

آج سے کوئی سو سال پہلے تھوڑے لوگ نیم پیدل دشوار گذار سفر کاٹ کر اس جنت کو دیکھنے کے لئے آتے تھے۔ جہلم دہلی روڈ کے بننے کے بعد سیاحوں کی تعداد میں کافی اضافہ ہوا۔ ۱۹۳۱ء میں سیاحوں کی تعداد ۴۰۴۸ ۱۹۴۰ء میں ۲۹۲۹۲ اور ۱۹۴۱ء میں ۳۰۰۰۰ سے بھی زیادہ بڑھ گئی۔ ان سیاحوں کے آنے سے ریاست کی آمدنی میں اضافہ ہوا ہے جو حسب ذیل ہے۔

سال	آمدنی
۱۹۳۱ء	۶۹۰۰۰۰ روپے
۱۹۴۰ء	۷۸۰۰۰۰ روپے
۱۹۴۱ء	۸۰۰۰۰۰ روپے

ریاست کے لوگوں کی ایک بڑی تعداد ان سیاحوں کے ساتھ رہ کر اپنا

گذارہ کرتے ہیں۔ کچھ لوگ ہانجی (کشتی بان)، کچھ باورچی۔ کچھ چوکیداری۔ کچھ قلی اور کچھ رہنمائی کا کام کرتے ہیں سیاح سواری اور باربرداری کے لئے گھوڑے۔ خچر وغیرہ کو استعمال میں لاتے ہیں۔ اس لئے بہت سے لوگ کرایہ لیتے ہیں اور بہت سے لوگ ان سیاحوں کو ٹانگے کشتیاں (شکارے۔ ہاؤس بوٹ) سائیکل اور موٹریں کرایہ پر دیتے ہیں یا اُن کو ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جانے میں اجرت لیتے ہیں۔ نیز بہت سے لوگ کشمیر کی پیداوار کو ان سیاحوں کو بیچتے ہیں جن کو وہ بڑی خوشی کے ساتھ خریدتے ہیں۔ ان چیزوں میں میوے۔ بادام۔ اخروٹ۔ زعفران۔ کشیدہ کاری کی چیزیں۔ پیپر ماشی کی چیزیں۔ شال۔ قالین۔ گبے۔ نمدے۔ ریشمی کپڑے اور اونی کپڑے کی کافی فروخت ہوتی ہے۔ کچھ لوگ سیاحوں کے رہنے اور کھانے پینے کے لئے ہوٹل وغیرہ چلاتے ہیں۔ بس یہ ایک حقیقت ہے کہ کشمیر کی خوشحالی سیاحوں کے آنے پر منحصر ہے۔ وادی کشمیر کے لوگوں کو عموماً اور سرینگر کے لوگوں کو خصوصاً گرمیوں میں کشمیر کے خوبصورت اور دستکاری کے عاشقوں کے آنے سے گزارہ ہو جاتا ہے۔

نمائش

سیاحوں کو کشمیر کی چیزیں خریدنے میں سہولت پہنچانے اور کشمیر کے ہنر اور دستکاری کو تقویت دینے کے لئے کشمیر سرکار ہر سال سرینگر میں ایک صنعتی اور زراعتی نمائش کھولتی ہے جو اگست کے دوسرے ہفتہ سے اکتوبر کے پہلے ہفتہ تک کھلی رہتی ہے۔

یہاں کشمیریوں کی ہنرمندی کے کمالات دکھائے جاتے ہیں جن کے لئے کشمیر دنیا میں مشہور ہے۔ کشمیر نے ۱۹۳۴ء میں برطانوی مملکت کی نمائش میں

حصّہ لیا۔ جہاں اسکو "چھوٹے درباروں کا جواہر" خطاب دیا گیا۔ نمائش کے علاوہ قیمتوں وغیرہ کا ایک معیار رکھنے کے لئے سرینگر میں ایک سنٹرل مارکیٹ کھولا گیا ہے جو چھ مہینوں سے زائد کھلا رہتا ہے۔

وزیٹرس بیورو

ہر سال ہزاروں سیاح کشمیر آتے ہیں۔ اس لئے اُن کے رہنے اور رہنمائی کے لئے بہت سی ایجنسیاں کھل گئی ہیں۔ حکومت کشمیر نے بھی ایک "وزیٹرس بیورو" سرینگر میں کھولا ہے۔ جس کی شاخیں ۱۹۴۷ء تک راولپنڈی اور سوچیت گڑھ میں کھلی ہوئی تھیں۔

اب تو قومی حکومت کے قائم ہونے کے بعد ریاست نے دہلی اور بمبئی میں "کشمیر آرٹ امپوریم" کھولے ہیں۔ جہاں کشمیر کی پیداوار کو ہندوستان کے عاشقوں کے لئے رکھا گیا ہے۔ ان کے کھلنے سے کشمیری صنعت کو کافی ترقی مل رہی ہے اور باہر کے لوگ آسان طریقے سے کشمیر کی چیزیں حاصل کر رہے ہیں۔

کشمیر۔ غربا کا وطن

کشمیر کی اقتصادی حالت کا مشاہدہ کرنے کے بعد ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ کشمیر اقتصادی طور پر ایک طاقتور ملک نہیں بلکہ بہت کمزور ملک ہے۔ گو قدرت نے اسے ہر ایک چیز بہتات سے دی ہے، پھر بھی ملک غریب ہے اور اشیائے درآمد پر زیادہ بھروسہ رکھتا ہے۔ چونکہ کشمیر کے لوگ پسماندہ ہیں اس لئے انھیں ترقی کرنے کا موقع نہیں ملتا اور کشمیر کی اقتصادیات کو سنوارنے کی طرف دھیان نہیں دیا جاتا۔ پس "یہ معشوقۂ عالم" غریبوں کا وطن بن گئی ہے۔

پنڈت جواہر لال نہرو لکھتے ہیں:-

"مزدوری بہت کم ہے - کام کی خوبصورتی کے لحاظ سے جس ہنر کے لئے مزدوری دی جاتی ہے وہ ہر ایک کو شرمندہ کرتی ہے - کشمیر باقی ہندوستان کے مقابلے میں بہت زیادہ متضاد ہے اس خطۂ زمین پر جو قدرتی نظاروں سے بھرپور اور قدرتی تحائف سے دولت مند ہے محض غربت حکومت کرتی ہے اور انسانیت ضروریات زندگی کے لئے لگاتار جدوجہد کرتی رہتی ہے - کشمیر کے مرد اور عورتیں دیکھنے میں بہت اچھے - بولنے میں میٹھے - ذہین اور کام میں ہوشیار ہیں - انکے رہنے کے لئے ایک دولت مند ملک ہے - لیکن وہ پھر بھی اتنے سخت غریب کیوں ہیں؟

کشمیر کی خوبصورتی کے مسرت بخش غور و فکر میں لگا رہو یتوں کے درمیان یہاں کی ناگفتہ بہ غربت کو دیکھ کر صدمہ اٹھاتے ہوئے مجھے کھری زمین کی طرف واپس آنا پڑا مجھے تعجب ہوا کہ یہ لوگ کیوں اتنے سخت غریب رہیں جب کہ قدرت نے انھیں ہر چیز اتنی بہتات سے بخش دی ہے؟ . . موجودہ ذرائع معیار زندگی کو کافی اونچا کرنے کے لئے معقول ہیں بشرطیکہ وہ منظم اور مرتب طریقوں سے پوری طرح ہم درجہ بنا کے کام میں لائے جائیں - سستی بجلی کی طاقت میسر ہے اور کئی بڑے اور چھوٹے کارخانے کھولے جا سکتے ہیں - گھریلو دستکاری اور صنعتی ترقی کے لئے کافی بڑے ذرائع ہیں - نیز وہاں سیاحوں کی آمد و رفت ہے جس کے لئے کشمیر ایک معیاری ملک ہے یہ نہ صرف ہندوستان بلکہ ایشیا کا ایک اچھا تفریحی مرکز بن سکتا ہے!!

کشمیر معدنیات اور دوسرے ذرائع میں کافی دولت مند ہے - قدرت نے اسکو ہر ایک چیز کثرت سے بخش دی ہے لیکن ان کا بہت ہی کم حصہ استعمال

کیا جاتا ہے۔ بجلی کی بھی بڑی طاقت ہے لیکن پھر بھی ریاست میں صرف چند کارخانے ہیں جو زیادہ تر چھوٹے اور گھریلو پیمانے پر ہیں۔ ذرائع آمد و رفت بھی آسان نہیں اس لئے ریاست میں صنعتی ترقی نہیں ہوئی ہے۔

کشمیر کا اکثر حصہ پہاڑی ہے۔ یہاں ریل نہیں ہے۔ سڑکیں کم اور عام طور پر کچی ہیں اور تجارت کے ذرائع وسیع نہیں ہیں۔ اس لئے تجارت مشکل سے ہوتی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ یہاں بہت اچھے اور دلفریب مقامات ہیں یہاں ماہر اور غیر ماہر کے لئے مناظر ہیں۔ یہاں پہاڑی کے لئے پہاڑ، نباتیات داں کے لئے پھول اور پودے، ماہر الارضیات کے لئے وسیع جگہ، اثریات داں کے لئے شاندار کھنڈرات اور عیش پسندوں کے لئے آرام گاہ ہے۔ یہاں میوے اور ترکاریاں بکثرت ہیں جو غالباً ساری دنیا سے سستی ہیں۔ ایک روگی بھی یہاں کی ہوا، پانی اور خوراک سے اپنی صحت بحال کر سکتا ہے۔ یہاں تک کہ ایک آوارہ گرد بھی درختوں کی چھاؤں، باغات کے سبزہ زاروں اور دلکش نظاروں کے بیچ میں اپنے دن خوشی اور آرام سے گزار سکتا ہے۔ یہاں کے لوگ کاریگر، ہنرمند، ذہین اور محنتی ہیں لیکن افسوس! اتنی دولت مندی خوبصورتی اور اوصاف کے باوجود وہ سخت پسماندہ ہیں۔ اس اقتصادی پسماندگی نے انھیں بے حد غریب، جاہل اور بے کس بنا دیا ہے۔ ریاست کی اقتصادی اور معاشرتی زندگی کا سب سے اہم مسئلہ غریبی کا مسئلہ ہے۔ یہ تعجب ہے کہ کشمیری عوام جنت میں ہوتے ہوئے بھی مصیبت زدہ ہیں۔ ان کے پاس نہ ہی کھانے کے لئے خوراک اور نہ ہی تن ڈھانپنے کے لئے کپڑا۔ نہ کوئی تعلیم، نہ کوئی عزت اور نہ کوئی سہارا اور ذریعہ ہے۔ یہ اقتصادی پستی ہی ایک اہم وجہ ہے کہ کشمیر کے باشندوں نے خوشی کے ساتھ ہندوستان میں شامل ہونا کیوں

پسند کیا؟ انھوں نے ہندوستان کو پاکستان پر کیوں ترجیح دی؟ یہ حقیقت اُن کے سب سے بڑے رہنما شیخ محمد عبداللہ نے بھی کئی بار واضح کیا ہے۔ انھوں نے ۲۰ نومبر ۱۹۴۷ء کو دہلی میں فرمایا:-

"جہاں تک کہ اقتصادی حالت کا تعلق ہے۔ کشمیر کی قسمت ہندوستان کے ساتھ وابستہ ہے۔ ہم اپنے آپ کو غربت اور تباہی سے بچانے کے لئے ہندوستان میں شامل ہوئے ہیں"

پرانے زمانے میں جب نہ تو دنیا نے اتنی ترقی کی تھی اور نہ سائنس کو اتنا عروج حاصل تھا، کشمیر کی دستکاریاں کافی ترقی پر تھیں اور وہ دنیا میں ایک ممتاز درجہ رکھتی تھیں۔ ایم ڈاورجن کہتے ہیں:-

"کشمیر کے شال بابر کے زمانے سے پہلے بھی باہر بھیجے جاتے تھے۔ کشمیر کے پہلے شال جو یورپ پہنچے وہ نپولین بونا پارٹ نے جبکہ وہ مصر کی چڑھائی کر رہا تھا، اپنی چاہتی ملکہ جوزیفائن کے لئے تحفہ کی غرض سے منگائے تھے"

سر فرانسس ینگ ہسبنڈ لکھتے ہیں:-

"۱۸۶۲ء سے ۱۸۷۰ء تک شال کی برآمد سے سالانہ ۲۵ لاکھ روپے سے ۲۶ لاکھ روپے تک آمدنی ہوتی تھی اور جب تجارت بام عروج پر تھی۔ اس وقت ۲۵ ہزار سے ۲۸ ہزار تک آدمی ان کی تیاری میں کام کرتے تھے"

نیل۔ بی۔ ایلن نے کتاب "ایشیا" میں لکھا ہے:-

"وادی کشمیر کئی بے حد خوبصورت اور ہاتھ سے بنی ہوئی کپڑوں کیلئے مشہور ہے اور وہ شال ہیں"

۱۸۴۶ء کے عہد نامہ امرتسر کی رو سے بھی حکومت کشمیر کو دیگر اشیاء کے علاوہ سالانہ کشمیری شال کے تین جوڑے برطانوی حکومت کو بطور خراج

پیش کرنے پڑتے تھے۔
کشمیر کی صنعتی ترقی اُن دنوں اونچے درجے پر تھی۔ لیکن جب دنیا آگے بڑھی سائنس کی ترقی ہوئی اور رسل ورسائل کے ذرائع بڑھ گئے۔ نیز لوگ خوشحال ہونے لگے تو بدقسمتی سے یہ مشہور دستکاریاں کشمیر میں عروج کرنے کے بجائے قریب قریب ختم ہو گئی ہیں اور کشمیر غریبوں کا وطن بن گیا ہے۔

کشمیر میں ایک آدمی کی اوسط آمدنی بڑی مشکل سے ۱۱ روپے سالانہ ہے یعنی ۵ افراد کے ایک کنبے کی ماہوار آمدنی ایک روپے سے بھی کم ہے۔ زراعتی مزدور کی روزانہ اجرت ۵ یا ۶ آنے ہے کاریگروں کی اجرت ۱۰ آنے اور ۲ روپے کے درمیان ہے جس کا تعین ان کے ہنر اور کاریگری کے لحاظ سے کیا جاتا ہے۔ لیکن ان لوگوں کی اوسط آمدنی ایک روپیہ روزانہ ہے۔ کلرکوں اور دیگر پڑھے لکھے لوگوں کی اوسط اجرت ۲۰ روپیہ یا ۲۵ روپیہ ماہوار ہے۔

کشمیر کی یہ حالت صاف ظاہر کرتی ہے کہ لوگوں کی آمدنی بالکل کم ہے اور وہ نہایت پستی کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ اس لئے وہ قرض دار بن جاتے ہیں۔ اور اس طرح ان کی زندگی اور زیادہ پست اور مصیبت زدہ بن جاتی ہے۔ اس لئے کشمیر کی حالت کو سنوارنے کے لئے کشمیریوں کی غربت کا مسئلہ حل کرنا بہت ضروری ہے۔ کشمیریوں کی غربت کو دور کر کے ہی کشمیر ایک بار پھر پچھلی عظمت کو حاصل کر سکتا ہے اور یہاں کے لوگ اپنے ملک اور اپنی قوم کو ترقی پر لے جانے کی کوشش کر سکتے ہیں۔

ریاست کی سب سے بڑی اور عوامی جماعت نیشنل کانفرنس نے ان لاکھوں غریبوں کو افلاس سے چھٹکارا دلانے اور ریاست کی پستی کو دور کرنے کے لئے ایک اقتصادی اور سیاسی منصوبہ "نیا کشمیر" ۱۹۴۴ء میں شائع

کیا۔ یہ قومی منصوبہ دآئین، ریاستی باشندوں اور قومی حکومت کا نصب العین ہے ہمیں امید ہے کہ اس منصوبہ کو عملی شکل دینے کے بعد ریاست سے غربت کا جنازہ نکالا جائے گا اور لاعلمی کو جڑ سے اکھیڑ کر کشمیر ایک حقیقی جنت نظیر بن سکے گا۔

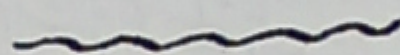
کشمیر کی غریبی کا حال ڈاکٹر سر محمد اقبال اس طرح بیان کرتے ہیں:۔

کشمیری کہ با بندگی خو گرفتہ
بُتے می تراشد ز سنگِ مزارے

ضمیرش تہی از خیالِ بلندے
خودی نا شناسے ز خود شرمسارے

بریشم قبا خواجہ از محنتِ او
نصیبِ تنش جامۂ تار تارے

نہ در دیدۂ او فروغِ نگاہے
نہ در سینۂ او دلِ بے قرارے



چوتھا باب

کشمیر کی سیاسی حالت

بدلتے رہے ہیں حکمراں یہاں لٹیرے آئے کہاں سے کہاں
تشدد۔ جبر اور جورِ زماں مٹا نہ سکے قومیت کا نشاں

بنی یہ تو اک قومی جاگیر ہے
نیا اب ہمارا یہ کشمیر ہے
(کول)

قدرت نے کشمیر کی حفاظت اونچے اونچے پہاڑوں سے کر رکھی ہے۔ جو اس ملک کے چاروں طرف ہیں۔ مگر بجائے ان اونچی فصیلوں اور قدرتی دیواروں کے اس ملک کی سیاسی حالت بہت پرانے زمانے سے بدلتی رہی ہے۔ یہ ناقابل عبور دیواریں ان حملہ آوروں کو جو اس خوبصورت ملک کو لوٹنے اور تباہ و برباد کرنے یا حکومت کرنے کی غرض سے آئے، روک نہ سکیں

ناکامیاب رہیں۔ ان حملہ آوروں کو یہاں کی خوشگوار آب وہوا۔ زرخیز زمین، دلفریب نظارے اور پیداوار کی بہتات کی وجہ سے اس طرف کشش پیدا ہوئی۔ کشمیر کی زمین اتنی زرخیز ہے کہ خالی بیج بونے سے ہی کافی پیداوار حاصل کی جا سکتی ہے۔ لیکن یہ حملہ آور اور لٹیرے ایسی جگہ سے آئے جہاں ایسی زمین نہ تھی اور جہاں ان کو سخت محنت کرنی پڑتی تھی۔ نیز بنجر زمین کو آباد کرنا اور جھلستی دھوپ، دشوار باربرداری اور قحط سے سامنا کرنا پڑتا تھا۔ اس نے ان کے دل میں اپنے ملک کے خلاف نفرت پیدا کردی اور اس طرف یہ خوبصورت ملک یعنی جنت عالم۔ ناز ونعمت سے بگڑا ہوا بچہ، قدرت کی گود میں تکیہ لگائے بیٹھا تھا۔ بس وہ یکے بعد دیگرے اس کو لوٹنے اور برباد کرنے کی غرض سے ٹوٹ پڑے۔ انھوں نے اپنے خود غرضانہ۔ بیدردانہ اور ظالمانہ خواہشات کو پورا کرنے کے لئے یہاں کے امن پسند اور خوشحال باشندوں کو تباہ و برباد کر دیا۔

اس طرح کشمیر پر کافی حملے ہوتے رہے۔ بہت سے حملہ آور آئے۔ بہتوں کو واپس جانا پڑا اور کچھ قلیل تعداد نے وہاں کی سکونت اختیار کی۔ غرضیکہ اس ملک میں ہر ایک قسم کی تبدیلی ہوتی رہی۔ سیاسی طور پر ملک ظالم اور مطلق العنان حکمرانوں کے زیر اثر رہا۔ ہندوؤں نے اس زمین پر ۳۰۰۰ ق۔م اور ۲۰۰ ق۔م کے درمیان راج کیا۔ پھر بودھ آئے۔ انھوں نے ۶۰۰ء تک حکومت کی۔ اُن کے زوال کے بعد ہندوؤں کو پھر حکمرانی ملی۔ اور وہ حکومت کی باگ ڈور ۱۳۰۰ء تک سنبھالتے رہے۔ اس زمانے کے آخری حصہ میں کچھ پہاڑی لٹیرے کشمیر پر حملہ آور ہوتے۔ اُن کے بعد مسلمان آئے اور انہیں بھی حکومت کرنے کا موقع ملا۔ مسلمانوں نے

۱۸۱۹ء تک حکومت کی۔ اس زمانے میں ملک کئی خاندانوں یا فرقوں کے ہاتھ
بدلتا رہا۔ تین خاندانوں نے حکومت کی جو چک، مغل اور پٹھان تھے۔ کشمیر
پٹھانوں کے بعد سکھوں کے قبضہ میں آیا جو ۱۸۴۶ء تک حکمراں رہے اور اسی
سال عہدنامہ امرتسر کی رو سے یہ ریاست مہاراجہ گلاب سنگھ کے ہاتھ آئی
جو پہلے ہی جموں کے راجہ بنے تھے۔ مہاراجہ گلاب سنگھ نے ڈوگرہ خاندان کی
بنیاد ڈالی اور موجودہ حکمراں اسی خاندان کے چوتھے جانشین ہیں۔

کشمیر عہد قدیم

کشمیر کی تاریخ کو مکمل طور پر بیان کرنا ایک مورخ کا کام ہے۔ لیکن میں
یہاں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ قدیم زمانے سے کشمیر کی سیاسی حالت کیسی رہی؟
قدیم زمانے میں ملک پر مختلف خاندان حکومت کرتے رہے جس کی وجہ سے
لوگوں کی سیاسی زندگی ساکن رہی۔

ہندوؤں کا زمانہ: مسیح کے ۲۰۰۰ سال پہلے بھی کشمیر پر
ہندو راج کرتے تھے۔ گونندہ اول ۳۱۲۱ ق م میں کشمیر کا راجہ بنا تھا۔
اس کے بعد دامودر اول تخت پر بیٹھا۔ دامودر اول کے بعد گونندہ دوم
نے حکومت کی۔ اس راجہ نے شری کرشن بھگوان کے ساتھ مہابھارت کی
جنگ میں حصہ لیا تھا۔ پانڈوں کا جانشین ہردیو اس بادشاہ کا وزیر بنا اور
اس نے بعد میں گونندہ دوم کو قتل کرکے خود راج سنبھالا۔

۳۰۰۷ ق۔م۔ میں راجہ رام دیو بادشاہ تھا۔ اس بادشاہ نے
۵۰۰ بادشاہوں کو شکست دے کر اپنی سلطنت خلیج بنگال تک بڑھائی۔
اس کے بعد لاوا بادشاہ ہوا ۲۱۸۰ ق۔م۔ میں راجہ دیاکرن راج کرتا تھا۔

پھر راجہ سندر سین تخت پر بیٹھا جو ہر دیو کا بیسواں جانشین تھا۔ اس کے بعد سلطنت اس کے وزیر عمرو کے ہاتھ آگئی۔ عمرو کے بعد کئی اور راجے کشمیر پر حکومت کرتے رہے۔ پرورسین آخری ہندو بادشاہ تھا۔

بودھوں کا زمانہ :- اگبنر پہلا آدمی ہے جس نے کشمیر پر حملہ کیا۔ سمراٹ اشوک نے ۲۵۰ ق۔م۔ میں بدھ مت کو پھیلانے کے لئے کشمیر فتح کیا۔ اس کے بعد جالوکا نے ۲۲۰ ق۔م۔ میں اس کو اپنی سلطنت میں شامل کیا۔ جالوکا جانشین دامودر تھا۔ اس زمانے میں کشمیر پر تاتاریوں اور سیتھین کے حملے ہوئے۔

۱۰۰ ق۔م۔ میں کشمیر پر سیتھین حکمراں تھے۔ سیتھین کے بعد کشان خاندان کشمیر پر قابض ہو گیا۔ ۷۵ء میں اس خاندان کے بڑے بادشاہ کنشک نے اس کو اپنی سلطنت میں ملا لیا۔ اس کے عہد میں بدھ مت کی تیسری مجلس کشمیر میں منعقد ہوئی۔ ہسکا ۱۶۵ء میں حکمراں بنا۔ زسکا ۱۸۵ء میں راجہ بن بیٹھا۔ اس کے بعد کشمیر پر کئی حکمران رہے۔ جن میں گونندہ سوم اور نارا مشہور راجے گذرے ہیں

ہندوؤں کا زمانہ :- تیسری صدی سے بدھ مت کو کشمیر میں زوال آنا شروع ہوا۔ گونندہ سوم اور نارا دونوں بدھ مت کے مخالف تھے۔

چھٹی صدی میں ہُن ایک وحشی قوم کشمیر پر قابض ہوئی۔ اس خاندان کے بادشاہ مہرگل نے ۵۱۵ء میں کشمیر کو فتح کیا۔ یہ بادشاہ ایک بہت ظالم اور اور انتہائی بے رحم بادشاہ تھا۔ اس کے بعد ادھشٹر بادشاہ ہوا۔ چھٹا جانشین گوپادتیہ تھا۔ پھر متری گپت۔ تنجیوا۔ چندرا پیڈ اور تارا پیڈ حکمران رہے۔ اُن کے بعد للتادتیہ راجہ بنا جو ساتویں صدی کا مشہور راجہ گذرا ہے۔ اس نے پنجاب۔ قنوج۔ تبت۔ بدخشاں اور پیکنگ (چین) فتح کئے۔ اس کے زمانے میں

ایک لاکھ لوگوں کو روزانہ کھانا مفت ملتا تھا۔ للتا دتیہ کے بعد ۱۳ راجے حکمران رہے جیاپیڈ آخری راجہ تھا۔

نویں صدی میں اُتپالہ خاندان کشمیر پر قابض ہوا۔ اس خاندان کا مشہور اور قابل بادشاہ اونتی ورمن تھا جو ۸۵۵ء میں تخت نشین ہوا۔ اس کے بعد اس کا بیٹا شنکرورمن ۸۸۳ء میں راجہ بنا۔ رانی دیدی نے ۹۵۰ء میں تخت حاصل کیا۔ اس کے بعد سنگرام دیو، اننت دیو۔ ہری دیو، کیلاش دیو، ہرش دیو، دیکولا اور دیگمبر یکے بعد دیگرے راج کرتے رہے۔ ان کے بعد اور کئی راجے گذرے ہیں جو بالکل برائے نام کے تھے۔ راجہ سہادیو ۱۳۰۵ء میں بادشاہ بنا۔ اسکے بعد کوٹا رانی ۱۳۴۱ء میں حکمراں بنی۔

مسلمانوں کا زمانہ:۔ اس زمانہ کو ہم زمانہ وسطیٰ بھی کہہ سکتے ہیں۔ اس زمانہ میں کشمیر کی حالت بد سے بدتر ہو گئی۔ سہادیو کے بعد ۱۳۲۲ء میں تاتار کے جنگجو سپاہی زلفی قادر خاں نے کشمیر پر زبردست حملہ کر دیا اور تباہ و بربادی اور لوٹ کھسوٹ کے واپس چلا گیا۔ محمود غزنوی نے دیدارانی کے زمانہ میں کشمیر پر حملہ کیا لیکن کامیاب نہ ہوا۔ کوٹا رانی کے وزیر شاہ مرزا نے ۱۳۴۵ء میں تخت پر قبضہ کیا۔ اور بادشاہ بن بیٹھا۔

شاہ مرزا کا خاندان کوئی ۲۰۰ سال حکمراں رہا۔ اس قلیل عرصہ میں ۲۶ بادشاہوں کا راج رہا۔ ان بادشاہوں میں انتہائی ظالم بادشاہ سکندر گذرا ہے جس کو مورخوں نے "بت شکن" کا نام دیا ہے۔ اس بادشاہ نے ۱۳۹۴ء سے ۱۴۱۶ء تک حکومت کی ۱۴۱۶ء میں اس کا بیٹا حکمراں بنا جو باپ کی خصلت کا تھا۔ اس بادشاہ کے بعد زین العابدین ۱۴۲۳ء میں تخت پر بیٹھا جس کے عہد میں کشمیر کو امن کا زمانہ نصیب ہوا۔ اس بادشاہ نے ۱۴۷۰ء تک

حکومت کی ۔ اس کے زمانے میں کشمیر کو ترقی ہوئی ۔ کاغذ بنانا، ریشم تیار کرنا اور شال بافی کی بنیاد پڑی ۔ بہت سے میوہ دار درخت لگوائے گئے اور نہریں کھدوائی گئیں ۔ مذہبی رواداری اور ملکی ترقی کی وجہ سے یہ بادشاہ اکبر اعظم سے مشابہت رکھتا ہے اور کشمیری عوام اس کو بڈشاہ کے نام سے ابھی بھی یاد کرتے ہیں ۔

۱۴۷۰ء میں حیدر شاہ بادشاہ بنا ۔ اس کے بعد ۱۴۸۹ء میں فتح شاہ حکمراں ہوا جو ایک ظالم بادشاہ گذرا ہے ۔ اس کے بعد مرزا حیدر ۱۵۳۲ء میں بادشاہ بن گیا ۔

(چک خاندان ۱۵۵۶ء سے ۱۵۸۶ء تک) اس خاندان کا پہلا بادشاہ غازی خان تھا جس نے مرزا حیدر کو شکست دے کر حکومت کو اپنے ہاتھ میں لیا ۔ اس خاندان کے اور سات بادشاہ ہو گذرے ہیں جن میں سے ہر ایک نے کشمیری عوام پر بے انتہا سختیاں کیں ۔

(مغل ۱۵۸۶ء سے ۱۷۵۱ء تک) چک بادشاہوں کی بے رحمی اور ظلم سے لوگوں کو چھٹکارا دلانے کے شہنشاہ اکبر نے کشمیر کو ۱۵۸۶ء میں فتح کیا اور اسے مغل سلطنت میں شامل کیا ۔ اکبر کے زمانہ میں قلعہ ہاری پربت اور اس کی فصیل کی تعمیر ہوئی ۔ اس کے بیٹے جہانگیر کے زمانہ میں ویری ناگ ۔ اچھ بل ۔ نسیم باغ اور شالیمار باغ کی بنیاد ڈالی گئی ۔ اس کی ملکہ نور جہاں نے پتھر مسجد کو تعمیر کرایا جو اس وقت تک کشمیر کی عوامی جماعت نیشنل کانفرنس کا صدر دفتر ہے ۔ جہانگیر کے بیٹے شاہجہاں نے کئی باغات بنوائے اور دستکاریوں کو فروغ دیا اورنگ زیب کے زمانہ میں پھر سے سختیاں ہوئیں ۔ اور لوگ مغل گورنروں کے ظلم اور ٹیکسوں سے سخت تنگ آگئے ۔

(پٹھان ۱۷۵۲ء سے ۱۸۱۹ء تک) ۱۷۵۰ء میں مشہور افغان احمد شاہ درانی نے جموں کے راجہ رنجیت دیو کی امداد سے کشمیر پر حملہ کر کے پٹھانوں کی حکومت قائم کی۔ اس زمانہ میں لوگوں پر حد سے زیادہ سختیاں ہوئیں۔

جارج فارسٹر جو ۱۷۸۳ء میں کشمیر گیا تھا۔ ملک کی حالت اس طرح بیان کرتا ہے:۔

"غریب لوگوں سے ۳۰ لاکھ روپے سے کم مالیہ وصول نہیں کیا جاتا ہو حالانکہ اورنگ کے زمانہ میں صرف ۱/۲ ۳ لاکھ روپیہ تھا"

یہی وجہ ہے کہ سر والٹر لارنس اس زمانہ کو "انتہائی وحشیانہ اور جابرانہ کا زمانہ" کہتا ہے۔

سکھوں کا زمانہ:۔ افغان ۱۸۱۹ء تک کشمیر پر قابض رہے۔ جب کہ مہاراجہ رنجیت سنگھ نے کشمیر کے لوگوں کو ظالمانہ حکومت سے چھٹکارا دلانے کے لئے آخری افغان گورنر جبار خاں کو گلاب سنگھ کی سرکردگی میں شکست دیکر اس خطہ کو سکھ عمل عملداری میں شامل کیا۔ سکھوں کے زمانہ میں کشمیریوں کو آرام کا سانس نصیب نہ ہوا۔ اس زمانہ میں بھونچال، سیلاب، قحط اور ہیضہ نے لوگوں کو آدبایا۔ پھر سکھ گورنروں نے کافی ٹیکس لگا کر بیگار کا رواج شروع کیا۔ کشمیری عوام ایک مصیبت سے نکل کر بدتر مصیبت میں مبتلا ہوئے۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ کے مرنے کے بعد سکھوں کی فوج (خالصہ) کو انگریزوں نے سبھراؤں کے مقام پر شکست دے کر ان کی سلطنت (پنجاب) کو انگریزی عملداری میں شامل کیا اور کشمیر کی ریاست کو جموں کے راجہ گلاب سنگھ کو ۷۵ لاکھ روپیہ کے عوض فروخت کر دیا۔

مورکرافٹ ۱۸۲۴ء میں کشمیر آیا وہ لکھتا ہے:۔

"ہر ایک جگہ لوگ انتہائی پست حالت میں ہیں جن پر سکھ حکومت بے اندازہ ٹیکس لگاتی ہے اور سکھ افسران اُن کو ہر ایک قسم کے استحصال بالجبر اور ستم سے محکوم بنا رہے ہیں۔ قابل کاشت زمین کا ۱/۶ حصہ بھی کاشت میں نہیں ہے اور باشندے جو اپنے وطن میں بھوکے مر رہے ہیں اُن کو ہندوستان کے میدانوں کی طرف بڑی تعداد میں زبردستی نکالا جا رہا ہے ... ہر ایک تجارت پر ٹیکس لگایا گیا ہے۔ باشندے جو نیم ننگے اور سخت دبلے ہیں غربت اور فاقہ کشی کی بھیانک تصویر پیش کرتے ہیں"۔

جموں کا حال

جموں کا شہر ایک مشہور راجہ جامبولوچن نے بسایا ہے۔ اس شہر اور اس کے گرد و نواح میں راجپوت ہی حکمران رہے۔ جموں کے علاقے میں پہلے الگ الگ کئی راجے تھے جن کی راجدھانیاں جموں۔ کشتواڑ۔ بھدرواہ۔ چھنی اور بسوہلی تھیں۔ راجہ جامبولوچن کی اولاد میں سے راجہ بلدیو اور راجہ رنجیت دیو دو مشہور راجے گذرے ہیں۔ راجہ رنجیت دیو نے باہو والوں کو فتح کرنے کے لئے گجرات۔ ملکوال۔ مناور اور اکھنور کے قلعوں کو فتح کیا۔ اس راجہ کی امداد سے ہی احمد شاہ ابدالی نے ۱۷۵۰ء میں کشمیر کو فتح کیا۔ رنجیت دیو کے جانشین برج لال دیو کو سردار میان سنگھ نے تخت سے اتار دیا۔ سردار میان سنگھ مہاراجہ رنجیت سنگھ کا باپ تھا۔ جب مہاراجہ رنجیت سنگھ حاکم پنجاب بنا تو اس نے ۱۸۱۹ء میں پہلی بار اس علاقہ کو پنجاب کے ساتھ ملایا۔ اسی سال مہاراجہ رنجیت سنگھ نے راجہ گلاب سنگھ کو ان کی خدمات کے عوض جموں کا راجہ بنا دیا۔ اور ۱۸۴۶ء کے عہدنامہ امرتسر کی رو سے راجہ گلاب سنگھ نے



کشمیر کا علاقہ خرید لیا۔ اور ڈوگرہ خاندان کا ریاست جموں و کشمیر پر تسلط ہو گیا۔

۱۸۴۶ء کا عہد نامہ

امرتسر میں ۱۶ مارچ ۱۸۴۶ء مطابق ۱۷ ربیع الاول ۱۲۶۲ھ کو سرکار انگلشیہ اور مہاراجہ گلاب سنگھ آنجہانی کے درمیان ایک معاہدہ ہوا جو ۱۰ دفعات پر مشتمل ہے۔ اسکے دفعہ نمبر ۱ میں لکھا گیا ہے:۔

"سرکار انگلشیہ مہاراجہ گلاب سنگھ اور انکے وارثان کو تمام ملک کوہستان مع ان کے تابع علاقہ کے جو دریائے سندھ کے مشرق کی طرف اور مغرب کی جانب دریائے راوی کے درمیان ہے۔ معہ علاقہ چلبہ کے (ماسوائے لاہور جو برٹش گورنمنٹ کو مطابق دفعہ نمبر ۴ عہد نامہ لاہور مورخہ ۹ مارچ ۱۸۴۶ء ملا ہے) بااختیار خود مستقل طور پر عطا کرتے ہیں۔"

اس کے دفعہ نمبر ۳ میں واضح کیا گیا ہے:۔

"ممالک مقبوضہ کے عوض مہاراجہ موصوف سرکار انگلشیہ کو ۷۵ لاکھ روپیہ (نانک شاہی) ادا کرینگے۔ ۵۰ لاکھ روپیہ استحکام عہد نامہ کے وقت اور ۲۵ لاکھ روپیہ اس سال کی ماہ اکتوبر کی پہلی تاریخ سے قبل۔"

اس "عہد نامہ" کے تحت ڈوگرہ خاندان کا ریاست جموں و کشمیر پر تسلط ہو گیا۔ اس کے علاوہ ۱۸۶۲ء میں سرکار انگلشیہ نے مہاراجہ کشمیر کو "متبنیٰ" بنانے کا بھی حق دیا۔ کشمیری عوام کی جد و جہد قدرتی طور پر ڈوگرہ شاہی نظام کے خلاف رہی اور اسی جد جہد کا نتیجہ تھا کہ اس "عہد نامہ" کے پورے ایک سو سال بعد شیخ محمد عبداللہ نے مئی ۱۹۴۶ء میں "کشمیر چھوڑ دو" کا نعرہ بلند کیا۔ شیخ صاحب نے اس عہد نامہ کو "بیعنامہ" کا نام دیا اور واضح کیا کہ گورنمنٹ انگلشیہ نے تمام ملک کشمیر اور اسکی آئندہ نسلوں مع اسکی دولت کے ۷۵ لاکھ روپیہ لیکر مہاراجہ گلاب سنگھ کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ شیخ صاحب نے کیبنٹ مشن کو اپریل ۱۹۴۶ء میں ایک میمورنڈم بھیجا جس میں انھوں نے واضح کیا:۔

"۱۸۴۶ء کا بیعنامہ جسکو عہد نامہ امرتسر کا غلط نام دیا گیا ہے، کشمیری عوام کی ہستی کو ہمیشہ کے لئے ختم کر دیا ہے۔"

گاندھی جی بھی "کشمیر چھوڑ دو" تحریک کے دوران میں کشمیریوں کی ڈھارس باندھنے کیلئے کشمیر آئے۔ انھوں نے کشمیر سے واپس جانیکے بعد ۶ اگست ۱۹۴۷ء کو واہ پہنچکر ایک بیان دیا جس میں

انھوں نے اس عہد نامہ کو "بکری پٹہ" کا نام دیا۔ انھوں نے فرمایا:۔
"خوش قسمتی سے میں نے وہ دستاویز پڑھا جسکو لطف افرینی میں عہد نامہ امرتسر کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے اور جو درا صل ایک بکری پٹہ ہے۔ میرا خیال ہے کہ یہ ۱۵ اگست کو ختم ہو گا۔ کشمیر کو فروخت کرنے والے اس وقت کے انگریز گورنر اور خریدنے والے (خریدار) مہاراجہ گلاب سنگھ جی تھے۔"

جدید کشمیر

یہ زمانہ ۱۹۴۶ء سے ہی شروع ہوتا ہے اور اس زمانہ میں ریاست میں کئی تبدیلیاں آگئیں۔ ڈوگرہ راج کے سو سال کے اندر کسی حملہ آور نے کشمیر پر حملہ نہ کیا اور کشمیری عوام اپنی آزادی کی جدوجہد میں مصروف رہے۔ وہ کسی طرح سے مطلق العنانیت کا خاتمہ چاہتے تھے، غلامی کی زنجیریں توڑنا چاہتے تھے اور اپنے آپ کو آزاد کرنے کے خواہش مند تھے۔ اس مقصد کے پیش نظر انھوں نے کئی تحریکیں چلائیں اور آخری تحریک بیعنامہ امرتسر کو رد کرنے کے لئے جاری کی تاکہ کشمیری عوام کو جن کی قسمت، جن کی جائداد، جن کے خاندان اور عزت اور جن کا پیارا وطن ۷۵ لاکھ روپے میں فروخت کیا گیا اور بغیر ان کی مرضی کے محکوم بنا لیا گیا، اپنی قسمت کے مالک آپ بنیں۔ مگر اس آزادی کی جدوجہد کے ساتھ ہی پچھلے سال پاکستان نے قبائلی لٹیروں اور اپنے سپاہیوں کو بھیجکر ریاست پر دھاوا بول دیا اور یہاں کے عوام کو اپنی غلامی میں جکڑنا چاہا۔ مگر کشمیری عوام کے احتجاج اور ہندوستان کی امداد سے اس کے ناپاک ارادے ناکام رہے اور وہ سوا سال خوں ریز جنگ بند کرنے کے بعد اس اصول کو مان گیا کہ کشمیر کی قسمت کا فیصلہ خود کشمیری ہی کر سکتے ہیں اور وہی اپنی قسمت کے مالک بن سکتے ہیں۔ چنانچہ اب ریاست میں رائے عامہ معلوم کی جائے گی

اور کشمیر کے ۴۰ لاکھ عوام بہ حیثیت آزاد قوم کے اپنے مستقبل کا فیصلہ کریں گے۔

ڈوگرہ خاندان کے سو سال کے اندر ریاست پر چار حکمراں گذرے۔

ان کے اقتدار میں آنے سے پہلے ریاست کے کئی علاقے پونچھ، بھدرواہ، کشتواڑ، چھینی اور راجوری الگ الگ راجاؤں کے ماتحت تھے جو قریباً خود مختار تھے۔ ریاست میں آمدورفت کے ذرائع بہت مشکل تھے۔ جموں سے سری نگر جانے میں دس بارہ دن لگتے تھے۔ بھمبر راجوری کے راستے ریاست کا ہندوستان کے ساتھ الحاق تھا۔ راستے دشوار گذار اور پرخطر تھے۔ گو کشمیر سے شال دوشالے بادام، زعفران، اخروٹ وغیرہ باہر بھیجے جاتے تھے لیکن راستے کی دقتوں کی وجہ سے غیر ممالک کے ساتھ تجارت برائے نام تھی۔ میوے صرف مہاراجہ رنجیت سنگھ کے دربار میں بھیجے جاتے تھے۔ باہر سے مال بہت کم آتا تھا۔ لوگ قحط، بیماری اور دیگر مصیبتوں سے تنگ آ گئے تھے۔ ملک کے چاروں طرف افلاس ہی افلاس تھا۔ لوگ سوتی اور اونی کپڑا گھر میں تیار کرتے تھے اور ان کا عام پیشہ زراعت تھا۔ آبپاشی کا انتظام نہ تھا۔ زمین ویران پڑی تھی اور کسانوں کو روٹی یا کپڑا میسر نہ تھا۔ راجے خود مختار اور ڈکٹیٹر بن گئے تھے۔

مہاراجہ گلاب سنگھ نے کشمیر کو حاصل کرنے کے بعد ہی ریاست کو متحد کرنے کا کام شروع کیا۔ انھوں نے خود مختار علاقے کشتواڑ، چھینی، لداخ، اسکردو، گلگت اور چلاس کو فتح کر کے اپنی سلطنت کے ساتھ ملا دیا اور اس طرح سے موجودہ ریاست جموں و کشمیر کی بنیاد ڈالی۔ سردار کے ایم پانیکر لکھتے ہیں:-

"ہندوستان کے حکمرانوں میں مہاراجہ گلاب سنگھ ہی ایسے ہیں جنھوں نے

موجودہ ہندوستان کی سرحدوں کو وسعت دی ہے "

اُن کے بعد مہاراجہ رنبیر سنگھ تخت پر بیٹھے ۔ مسز سی۔ جی بروس لکھتی ہیں :-
" وہ انسانیت پرور شخص تھے ۔ اور اگر ان کے افسر اُن کی طرح نیک ہوتے تو حالات بہتر ہو جاتے "

مہاراجہ پرتاب سنگھ ڈوگرہ خاندان کے تیسرے حکمران تھے ۔ بڑے نیک دل مہاراجہ گزرے ہیں ۔ ان کے عہد میں ملک نے کوئی سیاسی ترقی نہ کی ۔ مہاراجہ ہری سنگھ کشمیر کے موجودہ حکمران ہیں جو ۱۹۲۵ء میں گدی پر بیٹھے ۔ ان کے ۲۳ سال کے دوران میں ریاست کی سیاسی حالت تبدیل ہو گئی ۱۹۳۱ء کے بعد ریاست میں سیاسی اصلاحات کا اجرا ہونے لگا ۔ جب کہ کشمیریوں نے پہلی بار آزادی حاصل کرنے کے لئے ایک بڑی تحریک جاری کی ۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ ۱۹۳۱ء تک ریاست میں ماسوائے تین چار کشمیریوں کے کسی کو بڑے عہدے پر مقرر نہیں کیا جاتا تھا ۔ سب سے بڑا عہدہ تحصیلداری کا دیا گیا تھا ۔ لیکن ۱۹۳۱ء کی تحریک حریت کے بعد کشمیر میں سیاسی تبدیلیاں وجود میں آنی شروع ہوئیں ۔ لیجسلیٹو اسمبلی کا قیام عمل میں لایا گیا ۔ عوامی وزیر مقرر ہونے لگے اور آخر ذمہ دار نظام حکومت قائم کی گئی اور آج کشمیری صدیوں کی غلامی کے بعد آزاد ہو گئے ۔

۵ مارچ ۱۹۴۸ء کو ریاست میں عوامی راج قائم ہوا ۔ جس نے برسر اقتدار آتے ہی عوام کو مظلومیت اور غربت سے چھٹکارا دلانے کے لئے نمایاں کام کئے اس نے کاشتکاروں اور غریب کسانوں کی بھلائی کے لئے جاگیرداری طریقہ کو ختم کرنے کا بیڑا اٹھایا ۔ ان کو زمینوں کا مالک تصور کیا ۔ کاشتکاروں کو زمین کی پیداوار لینے کا حق دیا ۔ بنجر اور غیر آباد زمین کو اُن میں بانٹ دیا اور ان کو

کاشت کرنے کا حق دیا۔ کشمیر کی صنعت کو ترقی دینے کے لئے دہلی اور بمبئی میں کشمیر آرٹ ایمپوریم کھولے۔ تعلیمی معیار کو بڑھانے کے لئے کشمیر یونیورسٹی قائم کی۔ عوام کو حالات سے آگاہ کرنے کے لئے جموں اور سرینگر میں دو براڈ کاسٹنگ اسٹیشن قائم کئے۔ اور مظلوموں اور مصیبت زدوں کی امداد کے لئے لاکھوں روپے خرچ کئے۔

سیاسی رفتار

کشمیر کی سیاسی حالت عجیب ڈھنگ کی رہی ہے۔ یہاں کا حکمراں ہندو ہے لیکن آبادی کے لحاظ سے اکثریت مسلمان ہے۔ مسلمان ۷۷،۱۱ فی صدی ہیں۔ اسلئے جو تحریک بھی سیاسی تبدیلیوں کے لئے شروع کی گئی اس میں مسلمانوں (اکثریت کا فرقہ) کو زیادہ حصہ لینا پڑا لیکن باہر کی دنیا کو غلط خیال ہوا کہ ریاست کے باشندے ہندو حکمران کے خلاف ہیں۔ کافی اکثریت میں ہونے کی وجہ سے مسلمانوں کو کچھ مراعات حاصل کرنے کی خواہش پیدا ہونی ضرور تھی اور جس خواہش نے آخر ۱۹۳۱ء میں تحریک حریت کی بنیاد ڈالی۔ اگرچہ بدقسمتی سے اس تحریک نے فرقہ وارانہ صورت اختیار کی کیونکہ حکمراں ہندو تھا اور ریاست کے ہندو اس میں شامل نہیں ہوئے تھے۔ پھر بھی اس تحریک نے ملک میں سیاسی بیداری پیدا کی اور لوگوں کو جذبہ خودداری کا احساس دلایا۔ یہ جمہوریت کی تڑپ تھی اور اس کے وجود میں آنے سے لوگوں میں سیاسی جدوجہد کو جاری رکھنے کی خواہش پیدا ہو گئی۔

تحریک حریت کے بعد ہی رفتہ رفتہ ریاست کی سیاست تیزی سے بدلنے لگی۔ سیاسی جماعتیں وجود میں آگئیں۔ لوگوں نے آزادی کا نعرہ بلند کرنا شروع کیا اور ذمہ دار نظام حکومت نصب العین قرار دے دیا گیا۔ اس سیاسی بیداری کو پیدا کرنے اور اس جدوجہد میں رہنمائی کرنے کا ذمہ دار صرف ایک شخص شیخ محمد

عبداللہ ہیں جن کو کشمیری عوام نے قربانی، بہادری اور حب الوطنی کے لئے شیر کشمیر کا خطاب دے رکھا ہے۔ انھوں نے اور ان کی جماعت نیشنل کانفرنس نے ریاست میں مطلق العنانیت کا خاتمہ کر کے جمہوریت کا چراغ روشن کر دیا۔ چنانچہ آج کشمیر صحیح معنوں میں آزاد ہے کیونکہ یہاں اب عوامی راج قائم ہوا ہے۔

آئینی تبدیلیاں

گلنسی کمیشن۔ ۱۹۳۱ء کے موسم گرما کے اختتام پر کشمیر میں تحریک حریت کا آغاز ہوا۔ اس تحریک کو دبانے کے فوراً بعد نومبر ۱۹۳۱ء میں لوگوں کی شکایات اور رنجش کو جاننے کے لئے ایک کمیشن کا قیام عمل میں لایا گیا۔ اس کمیشن کا نام گلنسی کمیشن ہے کیونکہ اس کے صدر مسٹر بی۔ جے گلنسی تھے۔ کمیشن نے مارچ ۱۹۳۲ء میں اپنی سفارشات پیش کیں اور اپریل ۱۹۳۲ء میں مہاراجہ کشمیر نے اس پر عمل کرنے کے حکم جاری کئے۔

مارچ ۱۹۳۲ء میں کشمیر کانسٹی ٹیوشنل ریفارم کانفرنس (مجلس آئین اصلاحات) قائم ہوئی جس میں مختلف فرقوں کے نمائندے لئے گئے۔ اس کانفرنس نے ریاست میں ایک لیجسلیٹو اسمبلی (مجلس وضع قوانین) کے جلد قائم کرنے کی سفارش کی۔ اس نے اسمبلی کی بناوٹ۔ اختیارات اور کام کے لئے بھی رائے دے دی جس کے لئے اس نے ایک کمیٹی کا تقرر کرنا ضروری قرار دیا۔

پرجا سبھا۔ مئی ۱۹۳۲ء میں فرنچائز کمیٹی (مجلس حق رائے دہی) قائم ہوئی جس نے جنوری ۱۹۳۴ء میں اپنی رپورٹ دکار دائی) پیش کی لیجسلیٹو اسمبلی (پرجا سبھا) کا قیام ۱۷ اکتوبر ۱۹۳۴ء کو عمل میں لایا گیا۔ اور اس کے کل ممبروں کی تعداد ۷۵ رکھی گئی۔ جن میں ۳۳ منتخب شدہ اور ۴۲ نامزد تھے۔ منتخب شدہ

ممبروں میں ۲۱ مسلمان ۱۰ ہندو اور ۲ سکھ اور نامزد ممبروں میں ۱۲ سرکاری افسر ۴ غیر سرکاری افسر اور ۱۶ ریاستی مشیر تھے۔ فروری ۱۹۳۹ء میں پرجا سبھا کے نامزد ممبروں کو کم کر دیا گیا اور اس طرح سے اسمبلی میں منتخب شدہ ممبر ۴۰ اور نامزد ممبر ۳۵ ہو گئے۔ اس کے علاوہ پرجا سبھا کا ڈپٹی پریذیڈنٹ منتخب شدہ ممبروں میں سے رائے دہی کے ذریعے چنا گیا۔ پرجا سبھا کو تفصیل قرار داد اور تجویز پاس کرنے، بجٹ پر بحث کرنے اور قانون بنانے کے اختیارات ہیں۔ اس وقت تک پرجا سبھا نے کوئی ۱۰۰ بل (مسودہ قانون) پاس کئے ہیں جو مہاراجہ کشمیر کے دستخط سے ایکٹ (قانون) بن گئے ہیں۔

عوامی وزیروں کا تقرر پرجا سبھا کے قائم ہونے کے پورے ۱۰ سال بعد یعنی اپریل ۱۹۴۴ء میں مہاراجہ کشمیر نے اسمبلی کے ممبران میں سے چناؤ کے ذریعے دو عوامی وزیر مقرر کئے۔ یہ دو عملی (دوہری حکومت) دو سال کے تھوڑے عرصے میں ہی ٹوٹ گئی جب کہ ایک عوامی وزیر نے وزیر اعظم کے بیجا مداخلت کے خلاف احتجاج کے طور پر ۱۷ مارچ ۱۹۴۶ء کو استعفیٰ پیش کیا۔

ایمر جنسی حکومت - ۳۰ اکتوبر ۱۹۴۷ء کو ریاست کے سب سے بڑے قومی رہنما اور ریاست کی عوامی جماعت کے صدر شیخ محمد عبداللہ کو "ایمر جنسی ایڈمنسٹریشن" قائم کرنے کی دعوت دی گئی۔ جس کو انھوں نے ایک انتہائی نازک گھڑی میں جب پاکستانی لٹیرے اور سپاہی کشمیر کی راجدھانی سری نگر کے دروازے پر دستک دے رہے تھے، قائم کرنا منظور کیا اور ریاست کے بچاؤ کی ذمہ داری میں شریک بننا پسند کیا۔ شیخ صاحب دیگر قومی رہنماؤں کو شریک کار بنا کر ایمر جنسی حکومت کا قیام عمل میں لائے اور کشمیر میں جمہوریت کا آغاز ہوا۔

عوامی راج - ۵ مارچ ۱۹۴۸ء کو ہز ہائینس مہاراجہ کشمیر نے ریاست

میں ذمہ دار نظام حکومت کا اعلان کیا۔ اور شیخ محمد عبداللہ کو عبوری حکومت قائم کرنے کی دعوت دی۔ انھوں نے قابل اعتماد عوامی رہنماؤں کے ساتھ مل کر کشمیر میں پہلی بار قومی حکومت قائم کی۔ شیخ صاحب اس قومی حکومت کے جنم داتا اور ریاست کے وزیراعظم ہیں۔ مہاراجہ کشمیر نے اپنے فرمان میں یہ بھی واضح کیا کہ جونہی کہ حالات حسب معمول پر آجائیں گے۔ کشمیر کی نیشنل اسمبلی جو بالغوں کی عام رائے دہندگی سے قائم کی گئی ہو۔ ایک مکمل جمہوریہ آئین وضع کرے۔

سیاسی جماعتیں

۱۹۳۱ء کے تحریک حریت کے بعد ریاست میں سیاسی جماعتیں وجود میں آگئیں جن کا مختصر حال ذیل میں بیان کیا جاتا ہے:-

۱۔ آل جموں وکشمیر نیشنل کانفرنس
۲۔ آل جموں وکشمیر مسلم کانفرنس
۳۔ آل سٹیٹ کشمیری پنڈتس پولیٹیکل کانفرنس
۴۔ گورو سنگھ سبھا
۵۔ راجیہ سبھا

نیشنل کانفرنس:- ۱۹۳۱ء کی تحریک کے ایک سال بعد اکتوبر ۱۹۳۲ء میں جموں وکشمیر مسلم کانفرنس قائم کی گئی۔ جموں وکشمیر نیشنل کانفرنس اسی جماعت سے ابھری ہے۔ مسلم کانفرنس کا مقصد مسلمانوں کے حقوق کے لئے لڑنا تھا۔ اور شیخ محمد عبداللہ اس کانفرنس کے کرتا دھرتا تھے۔ گو مسلم کانفرنس بظاہر ا

فرقہ پرست جماعت تھی بیکن اس کے رکن ہمیشہ سے قومی خیالات کے حامی تھے۔
چنانچہ شیخ محمد عبداللہ نے مسلم کانفرنس کے قائم ہونے کے وقت اپنے صدارتی خطبہ میں فرمایا:۔

"ہم سب فرقوں کے حقوق کے لئے کھڑے ہوئے ہیں۔ ہمارے ملک کی ترقی اس وقت تک مشکل ہے جب تک کہ ہم مختلف فرقوں کے ساتھ دوستانہ تعلقات نہیں قائم کرتے ہیں۔ یہ صرف اس وقت ممکن ہو سکتا ہے جب کہ ہر ایک فرقہ دوسرے فرقوں کے نظریہ کو پرکھنا سیکھے۔"

دوسرے سال میرپور کے سالانہ اجلاس میں انھوں نے اسلم کانفرنس کا نظریہ پیش کیا۔ انھوں نے واضح کیا:۔

"مسلم کانفرنس کے کارہائے نمایاں نے اس وقت تک ہر ایک فرقے کو یکساں فائدہ پہنچایا ہے۔ پریس اور پلیٹ فارم کی آزادی و دیگر مراعات کو کسی خاص فرقے سے نہیں بلکہ دربار کے نارضامندانہ ہاتھوں سے چھین کر سب فرقوں میں برابر بانٹ دیا گیا ہے۔"

چونکہ مسلمانوں کی ریاست میں اکثریت ہے اس لئے یہ کانفرنس مسلمانوں میں کافی ہر دلعزیز بن گئی۔ اس زمانے میں یعنی ۱۹۳۲ء میں ہندوستان میں انڈین نیشنل کانگریس نے تحریک سول نافرمانی جاری کی تھی جس نے ہندوستانیوں میں نئی بیداری پیدا کردی۔ رفتہ رفتہ ہندوستان میں قومی تحریک زور پکڑتی گئی۔ شیخ محمد عبداللہ جو پہلے سے ہی عوامی مفاد کے حامی تھے۔ انھوں نے ان سب حالات کا جائزہ لے کر یہ محسوس کیا کہ ان کی جماعت کے دروازے ریاست کے ہر ایک فرقہ کے لئے کھلے ہونے چاہئیں تاکہ دوسرے ریاستی باشندے بھی سیاسی جدوجہد اور وطن کی آزادی میں حصہ لے سکیں۔ پس متحدہ محاذ قائم

کرنے کے لئے انھوں نے اس کانفرنس کو عوامی بنانے میں دوڑ دھوپ شروع کردی۔ چنانچہ ۱۹۳۵ء سے شیخ محمد عبداللہ مسلم کانفرنس کو فرقہ وارانہ شکل سے ہٹانے کے درپے ہوگئے۔ انھوں نے لاہور میں اخباری نمایندہ کے سوال و جواب میں اپنے خیالات کا یوں اظہار کیا:۔

"ریاست میں سیاسی تحریک کو انڈین نیشنل کانگریس کے اصولوں پر پُرمعنی طور پر ترتیب دینا اب سے آگے میری سرگرم جدوجہد ہوگی۔ اس میں کچھ وقت لگے گا۔ لیکن میرے راستے میں رکاوٹیں ہی کیوں نہ ہوں، میں نے اپنے ملک کو فرقہ وارانہ زہر سے پاک کرنے کے لئے مصمم ارادہ کرلیا ہے"۔

۱۹۳۶ء میں مسلم کانفرنس نے ریاست میں مکمل ذمہ دار نظام حکومت کا قیام اپنا نصب العین قرار دیا۔

مسلم کانفرنس کے چھٹے سالانہ اجلاس ۱۹۳۸ء میں شیخ محمد عبداللہ نے مسلم کانفرنس کو تبدیل کرنے کا یوں مشورہ دیا۔ انھوں نے فرمایا:۔

"اپنے نصب العین کو حاصل کرنے کے لئے مل جل کر کام اور متحدہ محاذ قائم کرنا ہمارے سامنے اہم مسئلہ ہے۔ اس کے لئے ہماری تنظیم کو ایک غیر فرقہ وارانہ سیاسی جماعت بنانا بہت ضروری ہے"۔

۲۸ جون ۱۹۳۹ء کو مسلم کانفرنس کی ورکنگ کمیٹی کا جلسہ سرینگر میں منعقد ہوا جس میں کمیٹی نے ریاستی باشندوں کو بے لحاظ مذہب و ملت و ذات پات ممبر بنانے کے لئے ایک قرارداد کے ذریعے جنرل کونسل سے کانفرنس کا نام اور آئین بدل دینے کی سفارش کی اور ۱۱ جون ۱۹۳۹ء کو مسلم کانفرنس کے خاص اجلاس میں شیخ محمد عبداللہ نے ورکنگ کمیٹی اور جنرل کونسل کی مرضی سے قومی تنظیم کو جنم دیا۔ بس اتفاق رائے سے مسلم کانفرنس کو

توڑ کر نیشنل کانفرنس قائم کی گئی ۔ اور ریاست میں عوامی جماعت اور قومیت کی بنیاد پڑی ۔

نیشنل کانفرنس کے پہلے صدر خواجہ غلام محمد صادق نے فرمایا :۔

" یہ دن ریاست جموں و کشمیر کی قومی بیداری کی تاریخ میں سنہری حروف سے لکھا جائے گا ۔"

نیشنل کانفرنس کے پہلے ہی اجلاس میں " قومی مطالبہ " پاس کیا گیا ۔ جس میں مکمل ذمہ دار نظام حکومت قائم کرنے ، بالغوں کی عام رائے دہندگی سے منتخب شدہ ممبروں کی ایک مجلس وضع قوانین (لیجسلیچر) قائم کرنے ، متحدہ رائے دہندگی کا اجرا اور اقلیت کے لئے کچھ محفوظ نشستیں رکھنے کا مطالبہ کیا گیا ۔ شیخ محمد عبداللہ نے اس وقت فرمایا ،

" ہم نئے کشمیر میں اپنے مرد و عورتوں کی دوبارہ نیو رکھیں گے جن کی اٹھان کو صدیوں کی غلامی نے روک دیا ہے اور ہم ایسی قوم بنائیں گے جو ہماری شہرہ آفاق مادر وطن کے شایان ہو ۔"

نیشنل کانفرنس قومی تحریکوں اور بے مثال قربانیوں کی وجہ سے سب سے بڑی ، ہر دل عزیز عوامی منظم شدہ اور طاقتور جماعت بن گئی ۔ اس نے ہر وقت عوام کے مفاد کے لئے جدوجہد جاری رکھی ۔ جنگ کے زمانہ میں اس نے " لوگوں کی خوراک کمیٹی " کے ساتھ تعاون کر کے خوراک اور ایندھن باٹنے میں کافی حصہ لیا اور لوگوں کو بھوک اور مہنگائی سے بچایا ۔

جب ۱۹۳۴ء میں کشمیر لیجسلیٹو اسمبلی قائم ہوئی تو اس پارٹی نے منتخب نشستوں میں بہت زیادہ نشستیں حاصل کیں اور تب سے یہی پارٹی اسمبلی میں بدستور اکثریت میں رہی ہے ۔ اس جماعت نے ۱۹۴۶ء کے

چناؤ میں "کشمیر چھوڑ دو" تحریک کے سلسلے کی وجہ سے حصہ نہیں لیا۔ اس جماعت نے ۱۹۴۴ء میں ایک منشور "نیا کشمیر" شائع کیا جو آزاد کشمیر کا سیاسی اور اقتصادی منصوبہ ہے۔ اس منصوبہ کو اس جماعت نے سوپور کے تاریخی اجلاس ۱۹۴۵ء میں اپنا واحد نصب العین قرار دیا۔

۱۹۴۴ء میں جب اسمبلی کے ممبروں میں سے عوامی وزیر منتخب ہونے کی رائے ممبران اسمبلی سے لی گئی تو چھ کے گروپ میں اکثریت کی رائے اس پارٹی کے ڈپٹی لیڈر مرزا محمد افضل بیگ کے حق میں آئی اور مہاراجہ کشمیر نے ان کو ایک عوامی وزیر مقرر کیا۔

اس پارٹی کا واحد اور بے مثال رہنما شیر کشمیر شیخ محمد عبداللہ ہے۔ واحد نصب العین "نیا کشمیر"۔ واحد جھنڈا سرخ اور ہل والا (انقلابی اور کسانوں کا ترجمان) ہے۔ اس میں سب فرقے کے لوگ شامل ہیں اور اس کے زیر اثر ریاست کی دیگر انجمنیں، سٹوڈنٹس فیڈریشن، سلک فیکٹری ورکرس یونین۔ کرن سنگھ وولن ملز لیبر یونین، بار برس یونین، موٹر ڈرائیورس اسوسی ایشن۔ ہاؤس بوٹ اونرس اسوسی ایشن۔ مل اونرس اسوسی ایشن۔ انجمن ٹانگہ بانان۔ انجمن ہانجی اور دیگر یونین اور ایسوسی ایشن ہیں۔ یہ ایک مکمل قوم پرست تنظیم ہے اور اس کا سرکاری آلہ (آفشل آرگن)، روز نامہ خدمت (اردو) اور انگریزی خدمت ہے اس پارٹی کے دوسرے اخبار یا اس کے حامی روزنامے زنگ۔ دیش۔ خالد، رہبر اور ہفتہ واری نور، روشنی۔ سچ ہیں۔

مسلم کانفرنس۔ اس جماعت کے کئی لیڈر ہیں جو ایک دوسرے سے متضاد رائے رکھتے ہیں۔ مگر میرواعظ یوسف شاہ کی شخصیت کا اثر اس جماعت پر زیادہ ہے۔ کیونکہ وہ کئی مسلمانوں کے مذہبی پرچارک ہیں۔ وہ

ہمیشہ سے شیخ محمد عبداللہ کی مقبولیت کا رشک کرتے رہے ہیں۔ انھوں نے شیخ محمد عبداللہ کے اصولوں کی ہر وقت مخالفت کی۔ جب شیخ محمد عبداللہ نے ۱۹۳۲ء میں مسلم کانفرنس کی بنیاد ڈالی تو میر واعظ نے شیخ صاحب اور اس کانفرنس کی مخالفت کے لئے ایک دم آزاد کانفرنس قائم کی اور جب ۱۹۳۹ء میں مسلم کانفرنس نیشنل کانفرنس میں تبدیل ہوئی تو میر واعظ نے اپنی ٹولی آزاد کانفرنس کو جھٹ مسلم کانفرنس میں تبدیل کیا۔ اس کانفرنس کی فرقہ وارانہ نوعیت اور مذہبی جنون کے باوجود یہ کشمیر کے مسلمانوں کو راغب نہ کر سکی اور شیخ محمد عبداللہ کی شخصیت اور نیشنل کانفرنس کی مقبولیت کے مقابلہ پر نہ آسکی اور بالکل مایوسی اور ناکامی میں یہ مسلم لیگ کی شرن میں آئی جس نے کشمیر میں قوم پرستی کے عناصر اور جمہوریت کی تڑپ کو روکنے کے لئے اس جماعت کو اپنایا۔ باوجود کہ لیگ نے بہت کوششیں کیں لیکن یہ جماعت کوئی مقبولیت حاصل نہ کر سکی بلکہ اس کے اندر تفرقات بڑھتے گئے۔ ایک گروہ چودھری عباس کا حامی بن گیا۔ ایک چودھری حمیداللہ کے زیر اثر آیا اور کچھ پیر و میر واعظ کے ساتھ چمٹے رہے۔ اس پارٹی کے اخبارات ہفتہ وار ملت۔ جوہر اور پاسبان ہیں۔

یووک سبھا:- یہ جماعت ریاست کے فرقہ پرست کشمیری پنڈتوں کی جماعت ہے اور اس کا وجود بھی ۱۹۳۱ء کے بعد ہوا۔ ۱۹۳۹ء تک اس جماعت کے رہنما پنڈت کیشپ بندھو تھے جو بعد میں نیشنل کانفرنس میں شامل ہوئے۔ اس کے بعد اس کے کرتا دھرتا پنڈت شیو نرائن فوطہ دار بن گئے یہ جماعت نیشنل کانفرنس کے عوامی مطالبات کی حامی رہی ہے اس جماعت کا آفیشل آرگن مارتنڈ ہے جو ریاست کا پہلا روزنامہ ہے۔

گوردوسنگھ سبھا: یہ جماعت کشمیر کے کئی سکھوں کی انجمن ہے اور سکھ مفاد کی حفاظت کے لئے قائم کی گئی ہے۔ اس جماعت کا نقطۂ نظر نیشنل کانفرنس کے نظریہ سے ملتا جلتا ہے۔ خالصہ گزٹ اس جماعت کا اخبار ہے۔

راجیہ سبھا: یہ سبھا جموں کے ہندوؤں کی جماعت ہے اس جماعت کا تعلق ہندوستان کی ہندو مہا سبھا کے ساتھ ہے اس جماعت کے کئی لیڈر ہیں۔ جن میں کوی راج وشنو گپت مشہور ہیں۔ اس کے علاوہ ہندو سبھا جموں کے ہندوؤں کی دوسری جماعت تھی۔ جس کے لیڈر ۱۹۴۷ء میں راجیہ سبھا میں شامل ہوئے۔

یہ کشمیر کی سیاسی زندگی کا ڈھانچہ ہے۔ سیاسی جماعتوں میں بیشک نیشنل کانفرنس ہی ریاست کی سیاسیات پر پھیلی ہوئی ہے۔ یہ یکی قوم پرست جماعت ہے جو ریاست میں سیاسی تحریکوں کی بانی ہے۔ مسلم کانفرنس کو چھوڑ کر باقی سب جماعتیں اس کے نظریہ اور مطالبات کی حامی ہیں۔ نیشنل کانفرنس نے ریاست میں ذمہ دار نظام حکومت قائم کرنے کے لئے اس وقت تک کئی تحریکیں جاری کیں۔ اس کی آخری تحریک مئی ۱۹۴۶ء میں "کشمیر چھوڑ دو" کے نعرہ پر شروع ہوئی اور اس کے لیڈر اور کارکن ستمبر ۱۹۴۷ء کو

رہا ہوئے۔

سیاسی حالات کا مشاہدہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ اکثریت کے فرقہ (مسلمانوں) کی صرف دو جماعتیں ہیں اور اس کے برعکس اقلیت کے فرقوں کی مختلف اور کمزور جماعتیں ہیں نیشنل کانفرنس کی شاخیں تمام ریاست میں دور دور تک کے دیہاتوں تک پھیلی ہوئی ہیں۔ مسلم کانفرنس کا اثر قریباً ختم ہو چکا ہے اور ہندوؤں کی جماعتیں بھی برائے نام رہ گئی ہیں۔ ان کی اکثریت نیشنل کانفرنس میں شامل ہو چکی ہے۔

موجودہ سیاسیات پر اس وقت دو جماعتیں غالب ہیں نیشنل کانفرنس جس کی پشت و پناہ پر ریاست کی تمام جماعتیں، انجمنیں اور اکثریت ہے اور مسلم کانفرنس جس کا وجود پاکستان نے کشمیر سے چھینے ہوئے علاقے میں قائم کر رکھا ہے۔

اخبارات

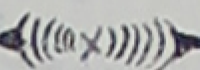
ریاست سے ۱۹۳۱ء میں صرف ایک اخبار نکلتا تھا اور اب اس وقت ۴۴ سے زائد اخبار چھپتے ہیں۔ ان اخبارات میں ۲۴ صوبہ جموں اور ۲۰ صوبہ کشمیر سے نکلتے ہیں۔ رنبیر نہ صرف کشمیر میں بلکہ تمام شمالی ہندوستان کی ریاستوں میں پہلا اخبار رہے۔ ریاست میں پہلا اخبار ۱۹۲۴ء میں شائع ہوا۔ مارتنڈ ریاست کا پہلا روزنامہ ہے اور خدمت کی اشاعت سب اخباروں سے بہت زیادہ ہے۔ ان اخبارات کے علاوہ ریاست سے کئی رسالے نکلتے ہیں جن میں سے اکثر اردو اور باقی ہندی میں ہیں۔ اخبارات اکثر اردو میں نکلتے ہیں اور ہندی میں کوئی اخبار نہیں ہے۔

ریاست کے نامی اخبارات یہ ہیں:۔

روزنامے (اردو) رنبیر۔ خدمت۔ مارتنڈ۔ خالد۔ ہمدرد۔ نویگ۔ دیش۔ چاند۔

ہفتہ واری (انگریزی): قدمت۔ کشمیر کرانیکل۔ کشمیر ٹائمز۔ نیو کشمیر۔ کشمیر
ہفتہ واری (اردو): ۔ نور۔ روشنی۔ سہ روزہ ایچ۔ اصلاح۔ رہبر
ملت۔ جوہر۔ پاسبان۔ خالصہ گزٹ۔ دلش سیوک۔ امر۔ نیا سنسار۔
شرافت۔ زندگی۔ صداقت۔ سدھار۔ البرق۔ ایلفنٹ
رسالے (اردو): ۔ رتن۔ پھول۔ تعلیم جدید۔ تعمیر۔ نیا کشمیر۔ دیہاتی دنیا
رسالے (ہندی): ۔ بھارتی۔ اوشا

چھاپے خانے: ۔ ریاست میں چھاپے خانوں کی تعداد ۳۷ ہے۔
۱۹۳۱ء میں ان کی تعداد ۸ تھی۔ چھاپے خانوں میں ۲۲ صوبہ جموں میں
اور ۱۵ صوبہ کشمیر میں ہیں۔ ریاست میں پہلا چھاپہ خانہ ۱۹۱۲ء میں قائم
کیا گیا تھا۔



پانچواں باب

کشمیر اور سیاسیات ہند

۱۹۳۱ء کی تحریک

۱۹۳۱ء تک تو سیاسیات ہند کا جس کی نمائندگی کانگریس اور مسلم لیگ کر رہی تھی، کشمیر کی سیاسیات پر کوئی اثر نہ تھا۔ گو کہ کشمیر ہندوستان کا ایک اہم حصہ تھا لیکن اس نے ہند کی تحریکوں سے اپنے آپ کو الگ تھلگ رکھا۔ ایسا ہوتے ہوئے بھی کچھ ایسے لوگ تھے جن پر بیرونی تحریک کا اثر پڑا اور ان میں نمایاں حیثیت رکھنے والے شیخ محمد عبداللہ کا نام قابل ذکر ہے۔ ۱۹۳۱ء کی کانگریس کی سول نافرمانی کی تحریک کا اُن پر کافی اثر ہوا۔

اسی دوران میں پنجاب میں کئی مسلم انجمنوں کے تحت ریاست کے مطلق العنان حکمراں اور اس کی حکومت کے خلاف سازشیں ہو رہی تھیں۔

وہاں کشمیر کمیٹی کے نام سے ایک جماعت قائم کی گئی۔ جس کا مقصد مہاراجہ کی مطلق العنانی کو ختم کرنا تھا۔ اُدھر ریاست میں بھی لوگوں میں ایک قسم کی بےچینی سی پیدا ہوگئی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ۱۹۳۱ء میں ایک عام تحریک اٹھی۔ گو کہ تحریک کے دوران میں کئی مقامات پر چند ناخوشگوار واقعات رونما ہوئے پھر بھی اس سے قطع نظر یہ تحریک بلاشبہ کشمیری قوم کی بڑھتی ہوئی بیداری ہی کا ایک شاخسانہ تھی۔ اس تحریک کی رہنمائی ایک کشمیری نوجوان شیخ محمد عبداللہ کر رہے تھے جو حال ہی میں علی گڑھ یونیورسٹی سے ایم۔ایس سی کی ڈگری حاصل کر کے سٹیٹ ہائی سکول میں ملازم ہو گئے تھے۔ چنانچہ رہنمایان تحریک کے نتیجہ کے طور پر تحریک کے ٹھنڈا پڑ جانے کے بعد بھی اس کی باگ ڈور اسی نوجوان کے ہاتھ میں آئی اور وہ مسلم کانفرنس کے پہلے صدر چنے گئے۔

جہاں ایک طرف یہ تحریک روز بروز ترقی کرتی جا رہی تھی وہاں اسکے اندر کچھ ایسے عناصر جن کو اپنے مفاد خطرے میں پڑتے دکھائی دے رہے تھے، اس کوشش میں تھے کہ اسکی رہنمائی ان کے ہاتھ میں آجائے۔ ان میں زیادہ تر انہی اکثریت تھی جو مذہب کے نام پران پڑھ لوگوں کو لوٹتے آئے تھے۔ اُن کے لیڈر میر واعظ مولوی محمد یوسف شاہ تھے لیکن جب ہزار کوششوں کے باوجود بھی وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہوئے تو انھوں نے الگ ہو کر آزاد کانفرنس کے نام سے اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد علیحدہ کھڑی کرنی چاہی جس میں انھیں چنداں کامیابی نہ ہوئی۔

قوم پرستی کا اثر

شیخ محمد عبداللہ کی رہنمائی میں مسلم کانفرنس عوام میں ہر دلعزیز ہوتی جا رہی

تھی اور ساتھ ہی ساتھ وہ اور ان کے ساتھی اس کوشش میں لگے ہوئے تھے کہ اس جماعت کے دروازے ہندو اور سکھوں کے لئے بھی کھلے چھوڑے جائیں۔ ادھر شیخ صاحب کے بے لوث رویہ سے ہندوؤں اور سکھوں کے دلوں میں بھی ان کے لئے عزت پیدا ہوگئی اور کچھ سربرآوردہ ہندو اور سکھ مسلم کانفرنس تحریک کی امداد کرنے لگے۔

چنانچہ ۱۹۳۹ء میں اس تحریک نے فرقہ پرستی کا جامہ پھینک کر قوم پرستی کو اپنا لیا اور مسلم کانفرنس نیشنل کانفرنس میں تبدیل ہوگئی۔ اس وقت سے ہی کشمیر پر سیاسیات ہند کا گہرا اثر پڑنا شروع ہوا۔ ایسا ہونے کے ساتھ ہی نیشنل کانفرنس کا رابطہ کانگریس سے مضبوط تر ہوگیا اور کانگریس نے ریاست کی جمہوری تحریک سے کھلم کھلا ہمدردی کرنی شروع کر دی۔

لیگ کی مخالفت

عوامی تحریکوں کی امداد کرنے کے بجائے مسلم لیگ اس کوشش میں رہی کہ کشمیر میں قوم پرستی کے بڑھتے ہوئے سیلاب کو روکا جائے اور اپنا اقتدار ریاست کی سیاست میں قائم کرے۔ اس مقصد کے پیش نظر اس نے بدنام آزاد کانفرنس کو جو مسلم کانفرنس میں بدل چکی تھی، اپنایا۔ اس کی کھلم کھلا امداد کرنی شروع کر دی اور مولوی یوسف شاہ کی اس ٹولی کو کشمیری مسلمانوں کی نمائندہ جماعت قرار دیا۔ اس طرح سے مسلم لیگ نے ریاست کی مضبوط ترین جماعت نیشنل کانفرنس کو اپنا مخالف بنا دیا۔

مسلم لیگ نے نیشنل کانفرنس کی بے حد مقبولیت کو سمجھنے کے بغیر ہی اس کے خلاف باضابطہ پروپیگنڈا شروع کر دیا اور اس کی ہر قدم پر مخالفت

کرنے لگی۔ بجائے وہ عوامی تحریکوں کی امداد کرتی۔ اُس نے ہر ایک تحریک میں روڑا اٹکانے کی ناکام کوشش کی۔ جس کا اظہار شیخ محمد عبداللہ نے جیل سے رہا ہونے کے بعد ۳۰ ستمبر ۱۹۴۷ء کو ایک تقریر میں کیا۔ انھوں نے فرمایا:

"مسلم لیگ اور اس کے صدر مسٹر جناح کس منہ سے ہمیں پاکستان میں شامل ہونے کے لئے کہتے ہیں۔ جب کہ انھوں نے ہماری راہ میں مشکلات پیدا کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا؟ انھوں نے ہماری ہر جدوجہد کی مخالفت کی یہانتک ہمیں "غنڈوں" کا نام دیا۔"

مختصراً کانگریس اور لیگ میں ریاستی تحریک کو زیر اثر لانے کے لئے باقاعدہ کش مکش شروع ہوئی۔ جب کانگریس نے ریاستی عوام کی امداد اور ریاستوں میں ذمہ دار نظام حکومت قائم کرنے کے لئے آل انڈیا سٹیٹس پیوپلز کانفرنس (انجمن ریاستی عوام ہند) قائم کی تو مسلم لیگ نے جھٹ سٹیٹس پیوپلز کانفرنس کے مقابلہ میں اپنی علیحدہ جماعت کھڑی کردی جس کا نام ریاستی عوام کی تحریکوں کی مخالفت اور راجوں، نوابوں کی حمایت کرنا رہ گیا۔ اپنی ان اصولوں کی وجہ سے یہ جماعت کبھی بھی اپنی ساکھ قائم کرنے میں کامیاب نہ ہوئی۔

نیشنل کانفرنس عوامی اصولوں کی خاطر آل انڈیا سٹیٹس پیوپلز کانفرنس میں شامل ہوئی اور شیخ محمد عبداللہ کئی سال تک اس کے نائب صدر رہے۔ ۱۹۴۶ء کے گوالیار کے اجلاس میں جبکہ شیخ صاحب جیل میں بند تھے، انھیں اس کانفرنس کا صدر چنا گیا اور اس طرح سے انہیں ۹ کروڑ ریاستی باشندوں کا رہنما مان لیا گیا۔

گہرا اثر

کشمیر پر سیاست ہند کا گہرا اثر ۱۹۴۰ء میں پڑا جب پنڈت جواہر لال نہرو بادشاہ خاں کے ہمراہ کشمیر تشریف لائے۔ نیشنل کانفرنس نے ان کا شاندار استقبال کیا اور پنڈت جی نے کشمیر کی سیاسی حالت کا مطالعہ کر کے اپنی مختلف تقاریر میں لوگوں کو جمہوریت کے اصولوں کے لئے نیشنل کانفرنس کے جھنڈے کے نیچے منظم ہونے کی تلقین کی جس کے نتیجے کے طور پر کانگریس اور نیشنل کانفرنس کا باہمی رشتہ اور بھی مضبوط ہو گیا۔

"ہندوستان چھوڑ دو" کی تحریک

برطانوی سامراج کو ہندوستان سے ختم کرنے کے لئے اگست ۱۹۴۲ء میں انڈین نیشنل کانگریس نے "ہندوستان چھوڑ دو" تحریک شروع کر دی۔ کشمیر نے کھلم کھلا اس جنگ آزادی میں حصہ لیا اور قوم کی اس جد وجہد کے ساتھ اپنی ہم آہنگی کا ثبوت دیا۔

مجلس عاملہ کی قرارداد۔ چنانچہ ۱۶ اگست ۱۹۴۲ء کو کشمیر کی عوامی جماعت نیشنل کانفرنس کی ورکنگ کمیٹی (مجلس عاملہ) نے ایک جلسہ منعقد کیا جس میں اس نے ایک قرارداد کے ذریعے کانگریس کی تحریک کی پُرزور الفاظ میں حمایت کی۔ قرارداد میں بتایا گیا۔

"نیشنل کانفرنس کی ورکنگ کمیٹی پورے غور وخوض کے بعد اس نتیجے پر پہنچی ہے کہ ہندوستان کی آزادی ایک ایسا حق ہے جس سے دنیا کا کوئی انصاف پسند انکار نہیں کر سکتا۔ ورکنگ کمیٹی

کی رائے میں کانگریس کا یہ مطالبہ کہ ہندوستان کی آزادی کا فوری اعلان کیا جائے معقول وجوہات پر مبنی ہے ۔ ۔ ۔

" ورکنگ کمیٹی اس تشدد اور سخت گیری کی سخت مذمت کرتی ہے جو حکومت ہند نے انڈین نیشنل کانگریس کے اداروں کو 'جماعت ہائے خلاف قانون' قرار دیتے ہوئے اور کانگریسی رہنماؤں کو گرفتار کرتے ہوئے اور نہتے عوام پر گولیاں چلاتے ہوئے اختیار کر رکھی ہے ۔ ورکنگ کمیٹی ان لوگوں سے دلی ہمدردی کا اظہار کرتی ہے جو اس سلسلہ میں مصائب کا نشانہ بنے ہیں ۔ ۔ ۔

" نیشنل کانفرنس کی ورکنگ کمیٹی برطانیہ سے پُرزور مطالبہ کرتی ہے کہ وہ گاندھی جی اور دوسرے رہنمایان کانگریس اور دیگر گرفتار شدگان کو فوراً رہا کر دے ۔ سخت گیری کی پالیسی کا خاتمہ کر کے حالات کو معمولی صورت میں لا کر امن اور اعتماد کی ایسی فضا پیدا کر دے جس میں ہندوستان کی مکمل آزادی اور قومی حکومت کے قیام کو عملی شکل دی جا سکے ۔ ۔ ۔

" ورکنگ کمیٹی جموں وکشمیر کے لوگوں سے پرزور اپیل کرتی ہے کہ وہ مورخہ ۲۳ راگست ۱۹۴۲ء مطابق ۸ ر بھادوں ۱۹۹۹ء اتوار کا دن قومی دن منائیں "

صدر نیشنل کانفرنس کی وائسرائے کو چھٹی :- ستمبر ۱۹۴۲ء کو سردار بدھ سنگھ صدر آل جموں وکشمیر نیشنل کانفرنس نے گورنر جنرل ووائسرائے ہند کو ایک چھٹی بھیجی جس میں انڈین نیشنل کانگریس کی "ہندوستان چھوڑ دو" راگست ۱۹۴۲ء کی تجویز کو حق بجانب قرار دیتے ہوئے مطالبہ کیا گیا :-

"۱۔ کانگریسی رہنماؤں اور کارکنوں کی فوری رہائی

۲۔ تشدد اور سخت گیری کے تدابیر جو عمل میں لائے گئے ہیں۔
اُن کا خاتمہ۔

۳۔ ہندوستان کی آزادی کا اعلان

۴۔ مرکز میں ایک عبوری حکومت قائم کرنا۔"

صدر نیشنل کانفرنس نے چٹھی میں یہ بھی واضح کیا:۔

"میں کشمیر کے لوگوں کی طرف سے درخواست کرتا ہوں کہ برطانوی حکومت کی موجودہ پالیسی کو فوراً بند کیا جائے۔ کانگریسی رہنماؤں کے ساتھ گفت و شنید جاری کی جائے اور ہندوستان کو اختیارات سونپ دیئے جائیں۔"

جنرل کونسل کی قرارداد:۔ نیشنل کانفرنس کی جنرل کونسل نے ستمبر ۱۹۴۲ء کے اجلاس میں کانگریس اور برطانیہ کی سامراجی حکومت کے مابین ٹکر کی نسبت ورکنگ کمیٹی کے اجلاس ۱۶ اگست ۱۹۴۲ء میں پاس شدہ تجویز کی تصدیق کی اور یہ مطالبہ کیا:۔

"جنرل کونسل اس امر کو معرض تجویز میں لاتی ہے کہ گذشتہ تین ہفتوں میں (جب سے رہنمایان کانگریس کو حکومت ہند نے گرفتار کیا ہے) ہندوستان کے اندر اور باہر کے اخبارات اور سیاسی حلقوں میں جو رائے زنی ہوئی ہے۔ اُس سے حکومت اور کانگریس کے تصادم کی نسبت آل جموں و کشمیر نیشنل کانفرنس کی اختیار کردہ پالیسی کی پوری پوری تائید ہوتی ہے۔۔۔

"ریاست جموں و کشمیر کے باشندوں کے فرائض باقی ہوطن

ساتھیوں سے مختلف نہیں اور ان فرائض کو ادا کرنے کے لئے اب کسی لمبے عرصہ کا انتظار نہیں کرنا ہے۔

"ہم ہندوستانیوں کو مکمل طور پر آزاد ہو جانے اور سیاسی اور اقتصادی لوٹ کھسوٹ (EXPLOITATIONS) سے نجات حاصل کرنے کا پورا پورا حق ہے۔ اس حق کو عملاً حاصل کرنے کے لئے ہر ممکن قربانی دینا ایک پاک فرض ہے"

(میرپور اجلاس میں) نیشنل کانفرنس نے کانگریس کی تحریک کی حمایت کو اپنی کارروائیوں میں بدستور جاری رکھا۔ کانفرنس کے سالانہ اجلاس منعقدہ میرپور میں مورخہ ۹-۱۰-۱۱ اپریل ۱۹۴۳ء کو ایک تجویز پاس کی گئی جس میں کانگرسی رہنماؤں کی فوری رہائی کا پرزور الفاظ میں مطالبہ کیا گیا۔ تجویز میں بتایا گیا:-

"انڈین نیشنل کانگریس اور حکومت ہند کے اختلافات اور تصادم کے نتیجہ کے طور پر ہندوستانی سیاسیات میں ۸ اگست ۱۹۴۲ء کے بعد جو الجھنیں پیدا ہوئی ہیں۔ ان کے سلجھاؤ کو مشکل بنا دینے کی ذمہ داریاں حکومت برطانیہ کے جلد بازانہ اقدامات اور ہٹ دھرمی پر عائد ہوتی ہیں۔

"کہ حکومت برطانیہ فوری طور سے اپنے موجودہ رویہ کو جو اس نے نیشنل کانفرنس کی پچھلے اور اس تعلق میں دوسری عوامی جماعتوں کی ہر بات پر کان نہ دھرنے کی صورت میں اختیار کر رکھا ہے تبدیل کرکے اور گاندھی جی اور دوسرے کانگریسی رہنماؤں کو جیلوں سے آزاد کرکے اس بات کا موقع دے

کہ وہ ہندوستان کی باقی سیاسی جماعتوں کے ساتھ آزادانہ فضا میں بات چیت کرکے موجودہ تعطل کو ختم کرنے کے لئے کوئی متفقہ حل پیش کرسکیں۔ جس پر عمل کرکے ہندوستان کی موثر حفاظت، اور آزادی کے امکانات پیدا ہوسکیں:"

غرضیکہ نیشنل کانفرنس نے ہر طریقہ سے کانگریس اور اس کی تحریک کے ساتھ اپنے آپ کو وابستہ کردیا۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ ہندوستان میں نیشنل کانفرنس ہی ایک ایسی جماعت تھی جس نے کھلم کھلا کانگریس کا ساتھ دیا۔

مسٹر جناح کی "سیاحت"

جون ۱۹۴۴ء میں مسٹر محمد علی جناح صدر آل انڈیا مسلم لیگ "سیاحت" کی غرض سے کشمیر آئے۔ جموں پہنچتے ہی انھوں نے واضح کیا:۔

"میں کشمیر آرام کرنے کی غرض سے جارہا ہوں اور مجھے وہاں کی سیاست میں حصہ لینے کا کوئی خیال نہیں ہے"

سرینگر پہنچکر نیشنل کانفرنس اور مسلم کانفرنس دونوں جماعتوں نے الگ الگ ان کا خیر مقدم کیا۔ شیخ عبداللہ نے بجائے اختلافات کے ان کا شاہانہ استقبال کیا۔ جس میں انھوں نے فرمایا:۔

"باوجود اصولی اختلافات کے جو آپ کے ہمارے ساتھ ہیں، ہم کشمیری آپ کو ایک ممتاز ہندوستانی کی حیثیت میں سواگت کرتے ہیں۔ ہم امید کرتے ہیں کہ آپ ہندوستان کے رہنماؤں کے ساتھ مل کر کوئی حل نکالنے کی کوشش کرینگے جو ہندوستان کے کروڑوں باشندوں کو سیاسی معاشری

اور اخلاقی غلامی سے نجات دلائے گی "۔

اس کے جواب میں قائد اعظم نے کہا :-

" میں یہ دیکھ کر خوش ہوں کہ تمام فرقے اور جماعتیں یہاں اکٹھے مل کر میرا سواگت اور عزت کر رہے ہیں "۔

لیکن یہ کہنے کے ایک گھنٹہ کے بعد ہی سیاحت کی غرض سے آئے ہوئے جناح صاحب نے کشمیر کی سیاسیات میں دخل دینا شروع کیا اور ایک جلسہ میں ریاستی مسلمانوں کو مسلم کانفرنس میں شامل ہونے کا اس طرح درس دیا :-

" مسلمانوں کا ایک خدا۔ ایک کلمہ اور ایک پلیٹ فارم ہے اس لئے میں مسلمانوں سے درخواست کروں گا کہ وہ مسلم کانفرنس میں شامل ہو کر اپنے حقوق کے لئے جدوجہد کریں "۔

اس کے جواب میں شیر کشمیر نے فرمایا :-

" ۱۲ سال کے تجربہ کے بعد مجھے یہ معلوم ہوا ہے کہ اس ملک کی برائیوں کا انسداد۔ ہندوؤں مسلمانوں اور سکھوں کے متحدہ محاذ سے ہو سکتا ہے "۔

مسٹر جناح نے یہیں ختم نہیں کیا بلکہ ان کی غرض مسلم کانفرنس کے سالانہ اجلاس میں شامل ہونا تھا۔ پس انھوں نے ۱۷ جون ۱۹۴۴ء کو مسلم کانفرنس کے پلیٹ فارم سے پھر اپنی رام کہانی سنائی۔ نیشنل کانفرنس پر توہین آمیز اور شرمناک حملے کئے۔ یہاں تک کہ انھوں نے عوام کے شیر کشمیر کو " غنڈے " کا خطاب دیا اور ان کی جماعت کو " غنڈوں کی ایک ٹولی " قرار دی۔ انھوں نے ساتھ ہی مسلمانوں کو تلقین کی کہ مسلم کانفرنس ان کی نمائندہ جماعت ہے اور انھیں نیشنل کانفرنس کو چھوڑ کر

اس جماعت میں شامل ہونا چاہیے۔

جواباً شیر کشمیر نے بھرے جلسوں میں اُن کے الزامات کو جھٹلاتے ہوئے انھیں تنبیہ کی کہ اگر ان کا ایسا ہی رویہ رہا تو وہ (شیخ صاحب) لوگوں کے جذبہ ناراضگی کو زیادہ دیر تک قابو میں نہ رکھ سکیں گے اور اُن (جناح صاحب) کا پھر کشمیر سے آبرومندانہ نکلنا مشکل ہوگا۔ انھوں نے یہ بھی واضح کیا:۔

"مسٹر جناح کو جاننا چاہیے کہ وہ ہندوستان کے مسلمانوں کی طرح کشمیریوں کے ساتھ اوچھاپن اختیار نہیں کر سکتے۔ میں مسٹر جناح سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ میدان میں آئیں۔ اور کشمیری مسلمانوں سے اعتماد کی رائے (ووٹ) لے لیں"

مگر جناح صاحب نے اپنی غیر ذمہ دارانہ اور مسلم کانفرنس نواز پالیسی کو تقریروں میں جاری رکھا۔ اس لئے کشمیری مسلمانوں نے سرینگر میں ان کے قیام کو مشکل بنا دیا اور وہ ان حالات میں کشمیر چھوڑنے پر مجبور ہوئے۔ مگر اپنی عادت سے مجبور رہ کر انھوں نے سرینگر کو چھوڑ کر بارہ مولہ میں اپنی راگ پھر سے الاپنا شروع کیا جس پر وہاں کے لوگوں نے ان کا سر دگولوں کی بارش سے خیر مقدم کیا۔ ان حالات کو دیکھتے ہوئے انھیں جلسہ چھوڑنا پڑا اور پولیس کی حفاظت میں ریاست کی سرحد کو ہالہ تک لے جایا گیا۔ اس کے بعد انھوں نے پھر کبھی واپس آنے کی جرأت نہیں کی۔

بارہ مولہ میں مسٹر جناح کا "سواگت" اسی قومی نوجوان مسٹر مقبول شیروانی کے ہاتھوں ہوا جس کو پورے سوا تین سال بعد یعنی اکتوبر ۱۹۴۷ء میں مسٹر جناح کے پیروں کاروں یعنی قبائلی لٹیروں اور پاکستانیوں نے اس قصبے کے ۱۳ دن لوٹ مار کے دوران میں اسی جگہ اس کی حب الوطنی کے لئے شہید کیا

ان ہزاروں مسلم لیگیوں نے اُسے قتل نہیں کیا بلکہ ایک ستون کے ساتھ باندھ کے ناک کان کاٹ کر یسوع مسیح کی طرح اس کے ماتھے پر میخیں ٹھونک دیں اور پھر سولہ سالہ جدوجہد کی سولہ گولیوں سے اس کو ہمیشہ کے لئے کشمیر کی آزادی کی تاریخ میں زندہ بنا دیا۔"

مسٹر محمد علی جناح کے کشمیر کی "سیاحت" سے جانے کے بعد ہی شیخ محمد عبداللہ نے ایک بیان میں فرمایا:۔

"مسٹر جناح نے ۱۷ جون کو مسلم کانفرنس کے ایک اجلاس میں جموں و کشمیر نیشنل کانفرنس پر حملہ کرنا مناسب سمجھا۔ ان کی یہ بے ربط تقریر حیران کن تھی۔ کیونکہ انھوں نے یہاں پہنچتے ہی بیان دیا کہ وہ کشمیر میں کسی سیاسی پراپیگنڈا کرنے کی غرض سے نہیں آئے ہیں۔

"۱۹۳۲ء میں مسلم کانفرنس کی فرقہ وارانہ تنظیم کی بنیاد ڈال کر ہم ترقی کرتے ہوئے ۱۹۳۹ء میں سیاسی ارتقا کے اونچے درجے پر پہنچے۔ اور اسی سال ہمارے کارکنوں کی بھاری اکثریت کے جمہوری فیصلے سے ہم نے اپنے آپ کو عوام کی ایک قومی تنظیم میں تبدیل کر دیا جس کا نام آل جموں و کشمیر نیشنل کانفرنس رکھا گیا۔ اس تبدیلی نے ہم کو اس قابل بنا دیا کہ ہم سیاسی حالات سے پیدا شدہ نئے مسائل کو نباہ سکیں۔

آج جموں و کشمیر نیشنل کانفرنس نہ صرف اس لئے کشمیریوں کی قومی جماعت ہے کہ ہر فرقے کے لوگ اس کے ممبر بن سکتے ہیں بلکہ اس لئے بھی کہ اس کا ایک حقیقی قومی پروگرام اور نظریہ ہے۔

مسٹر جناح نے کشمیر نیشنل کانفرنس پر اسی ہتھیار سے حملہ کیا جو وہ انڈین نیشنل کانگریس کے خلاف استعمال کرتے رہے ہیں۔ انکے کہنے کے مطابق جہاں کانگریس ہندوستان کے ہندوؤں کے ہاتھ میں وہاں کے مسلمانوں کو دھوکا دینے کے لئے قائم کی گئی ہے اسی طرح نیشنل کانفرنس کو کشمیر کے مسلمانوں نے وہاں کی اقلیتوں کو دبانے کے لئے ایک آلہ کار بنایا ہے۔

"نیشنل کانفرنس کا پروگرام "نیا کشمیر" کی شکل میں لوگوں کے سامنے ہے۔ یہ پروگرام ہماری آئندہ جدوجہد کی راہ پر سنگ میل ہے جس کی اقلیتوں نے تعاون اور طاقت کے ذریعہ حمایت کی ہے کیونکہ اس میں انکے حقوق مکمل طور پر تصدیق شدہ اور محفوظ ہیں۔

"سارے ہند کے نقطۂ نظر سے حالات کا جائزہ لینے سے یہ واضح ہو جاتا ہے اور مسٹر جناح نے بارہا اعلان کیا ہے کہ وہ خیالی ریاست پاکستان کے منصوبے میں دیسی ریاستوں کو نہیں لاتے اور اس طرح سے ان کی اسلامی سلطنت کا نظریہ ہمارے اس جنگی دروازہ یعنی آسانی سے ختم ہو جاتا ہے جو ہماری ریاست کو برطانوی ہند سے جدا کرتا ہے۔ پھر بھی جب مشورہ دینے کا سوال ہوتا ہے۔ مسٹر جناح اپنی ہی حدود سے بیجا مداخلت کرتے ہیں"

مسٹر جناح کا مُدّعا

مسٹر جناح کی خواہش تھی کہ کسی طرح سے کشمیر میں مسلم لیگ کی فرقہ وارانہ سیاسیات کو جگہ ملے۔ اور کانگریس کی قوم پرستی کی جڑوں کو کاٹ دیا جائے

کشمیر پنجاب ثابت نہ ہوا - اور کشمیری جو سادگی میں ثانی نہیں رکھتے ہیں اس خطرناک زہر کو آسانی سے سمجھ سکے - انھوں نے نیشنل کانفرنس کی سرگرمی میں قوم پرستی کو اپنایا -

مسٹر جناح نے نیشنل کانفرنس کی مقبولیت اور طاقت کو دیکھ کر اسے کمزور بنانا چاہا - اسکی زبردست مخالفت شروع کردی اور مسلمانوں کو مذہب کے نام پر اکسایا لیکن اس کے باوجود بھی شیخ صاحب کی شخصیت کے سامنے ان کی کوئی چال نہ چل سکی اور اس جماعت کی ہردلعزیزی میں کوئی فرق نہ آیا -

ادھر سے ناکامیابی دیکھ کر انھوں نے چاہا کہ کسی طرح سے نیشنل کانفرنس کو ختم ہی کیا جائے - چونکہ شیخ محمد عبداللہ اس جماعت کے روح رواں تھے - اس لئے انھوں نے شیخ صاحب کو مشورہ دیا کہ نیشنل کانفرنس کو توڑ کر مسلم کانفرنس میں شامل کیا جائے کیونکہ اسی سے مسلمانوں کا بھلا ہو سکتا ہے -

اس کے جواب میں شیخ صاحب نے فرمایا :-

"آپ مجھے اسی راستے پر پیچھے چلانا چاہتے ہیں - جس کو پہلے ہی سے ہم نے پلٹ دیا ہے اور اس منزل سے آگے بڑھ گئے ہیں"

سوپور کا تاریخی اجلاس

اگست ۱۹۴۵ء میں پنڈت جواہر لال نہرو، راشٹرپتی مولانا آزاد اور بادشاہ خان، شیخ محمد عبداللہ کی دعوت پر کشمیر آئے - انھوں نے ۳ اگست کو نیشنل کانفرنس کے چھٹے سالانہ اجلاس میں جو سوپور میں منعقد ہوا، شرکت کی اس کھلے اجلاس میں "نیا کشمیر" کے پروگرام کو نیشنل کانفرنس کا نصب العین قرار دیا گیا صدر اجلاس شیخ محمد عبداللہ نے ہندوستان کی ریاستوں کا ذکر کرتے ہوئے اپنی تقریر میں فرمایا :-

"ہمارا مستقبل اور ہماری آزادی ہندوستان کی آزادی سے

بالکل وابستہ ہے۔"

پنڈت جواہر لال نہرو نے اپنی تقریر میں کشمیری پنڈتوں کو نیشنل کانفرنس میں شامل ہونے کی تلقین کی۔ انھوں نے فرمایا:-

"ذاتی مفاد کے تنگ نظریہ کے مطابق بھی ان کے لئے یہ مناسب ہوگا کہ وہ اس جماعت میں شامل ہو جائیں۔ اور اس سے باہر نہ رہیں۔ کشمیر میں مسلمانوں کی اکثریت ہے۔ اور دیگر اقلیتوں کی تعداد صرف ۱۰ فیصدی ہے۔ اس کو مدنظر رکھتے ہوئے کسی ہندو یا سکھ کا یہ کہنا غلط ہے کہ نیشنل کانفرنس میں مسلمانوں کی بھاری اکثریت ہونے کی وجہ سے وہ اس میں شامل نہیں ہو سکتا۔ آپ کو کشمیر میں ہی رہنا ہے۔ آپ کا مستقبل یہاں کی اکثریت کے ساتھ وابستہ ہے۔ اگر آپ عام لوگوں کی اس تحریک کے ساتھ شامل نہیں ہوں گے تو اس میں آپ کا ہی زیادہ نقصان ہوگا۔"

شیخ محمد عبداللہ نے اختتام کی تقریر میں فرمایا:-

"اگر مسلم لیگ کے لیڈر مسٹر جناح اور ان کے پیروکار اپنی عظمت غنڈہ پن کے ذریعہ قائم کرنا چاہتے ہیں تو اس میں انھیں ناکامی ہوگی اور اس طرح سے وہ اپنی ہی تنظیم کی بنیاد کو کھوکھلا بنا دیں گے۔ مسلم کانفرنس نے ہمارے خلاف اوچھے ہتھیار استعمال کر کے ریاست میں مسلم لیگ کے اثر ورسوخ کا ہمیشہ کے لئے جنازہ نکال دیا ہے۔"

شیرِ کشمیر کا نظریہ

شیر کشمیر شیخ محمد عبداللہ کا نظریہ ۱۰ کروڑ ریاستی عوام کا نظریہ ہے۔ اور اسی لئے آل انڈیا اسٹیٹس پیپلز کانفرنس نے انھیں اپنا رہنما مان لیا۔ ان کا نظریہ ہندوستان کی ریاستوں میں راجوں اور نوابوں کی مطلق العنانیت کو ختم کرنا اور اس کے لئے ریاستی عوام کو منظم کرنا رہا ہے۔

۸ اگست ۱۹۴۷ء کو آل انڈیا اسٹیٹس پیپلز کانفرنس کی اسٹینڈنگ کمیٹی کا جلسہ سرینگر میں منعقد ہوا جس میں ایک تجویز کے ذریعے نظام حیدرآباد کے فرمان کا ذکر کرتے ہوئے یہ اعلان کیا گیا۔

"اگر کسی ریاست میں حقیقی ذمہ دار نظام کے بجائے ایک ڈھکوسلہ قائم کرنے کی کوشش کی گئی تو ریاستی عوام اس کی پوری طاقت سے مزاحمت کریں گے"

نومبر ۱۹۴۵ء میں جب آزاد ہند فوج کے بہادروں کی رہائی کے لئے ہندوستان کے طول و عرض میں آواز بلند ہوئی کشمیر میں بھی شیخ صاحب اور نیشنل کانفرنس نے اس آواز کے ساتھ آواز ملائی اور اس تحریک میں اپنا حصہ پیش کیا۔

آل انڈیا اسٹیٹس پیپلز کانفرنس کا اجلاس دسمبر ۱۹۴۵ء میں اودے پور میں منعقد ہوا۔ جس کے سلسلہ میں ۱۲ دسمبر کو ایک نمائش کی رسم افتتاح کرتے ہوئے شیر کشمیر نے فرمایا:-

"نہ تو برطانیہ کے وزیر ہند۔ نہ وائسرائے اور نہ ہی انڈین نیشنل کانگریس کے لیڈر ریاستی عوام کو آزادی دے سکتے ہیں۔ ہمیں آزادی حاصل کرنے کیلئے اپنے آپ کو راجوں اور نوابوں کے خلاف منظم کرنا ہے۔

"پاکستان یا اسی قسم کے دوسرے نعرے آزادی سے ہزاروں میل دور ہیں۔ آزادی کیلئے لوگوں کی ناقابل تسخیر تڑپ ایسے نعرے دینے سے دبائی نہیں جا سکتی اور وہ دیسی ریاستوں کے ساتھ ساتھ ہندوستان کی آزادی حاصل کر کے ہی رہینگے۔ پاکستان کی بنیاد مختلف فرقوں کے باہمی شکوک پر منحصر ہے۔ اقتصادی معاشی اور مذہبی طور سے بھی پاکستان ایک کھلونا ہو کر رہے گا ..... پاکستان ایک مصیبت ہوگی"

۱۹۴۶ء کی تحریک

مئی ۱۹۴۶ء میں نیشنل کانفرنس نے شیر کشمیر کی رہنمائی میں ریاست میں مطلق العنانیت کا جنازہ نکالنے کے لئے "کشمیر چھوڑ دو" کا نعرہ بلند کیا۔ شیخ صاحب کو گرفتار کیا گیا جس کے نتیجے کے طور پر ریاست میں ایک زبردست ایجی ٹیشن شروع ہوئی۔ اور جو آخرکار کشمیر میں عوامی راج قائم کرنے میں کامیاب ہوئی۔

انڈین نیشنل کانگریس اور اس کے رہنماؤں نے اس تحریک کی ہر طرح سے حمایت کی۔ ہندوستان کے کانگریسی اخبارات اور رسالوں نے اس تحریک کو کافی تقویت دی۔ باوجودیکہ کشمیر میں پنڈت جواہر لال نہرو کے داخلہ پر ریاستی حکومت نے پابندی عائد کی تھی۔ پنڈت جی بذات خود عوامی جدوجہد کو دیکھنے کیلئے دوبار آئے اور پہلی بار کوہالہ میں ہی گرفتار کر لئے گئے۔

پنڈت جی کے بیانات نے ہندوستان بھر میں دھوم مچادی اور کشمیر کی جنگ آزادی کی حمایت نہ دل سے کی۔ مہاراجہ کشمیر نے یکم جون ۱۹۴۶ء کو وکٹر کو ایک چٹھی لکھی جس میں بیان کیا:

"گرفتاری کے وقت عبداللہ اپنے گورو جواہر لعل سے ملنے کیلئے جا رہا تھا اور اسلئے جواہر لعل کی ذاتی خودپسندی کو اس وجہ سے کافی نقصان پہنچا کہ

انکے لفٹیننٹ کو گرفتار کیا گیا جبکہ وہ انکے پاس پناہ لینے کیلئے جا رہا تھا....

"دراصل ہماری سب سے بڑی دردسری جواہر لعل کی دشمنانہ اور بے بنیاد بیانات ہیں پھر بھی انکی لمبی چوڑی تقریروں (لفاظی) کی حد ہونی چاہیئے !!"

پنڈت جی کے کشمیر آنے کے بعد شری جے پرکاش نرائن ۔ مسز ارونا آصف علی اور کانگریس کے صدر آچاریہ کرپلانی بھی کشمیر آئے ۔ اور کشمیر کا جائزہ لیا حتیٰ کہ گاندھی جی بھی اپنی عمر مشغولیت اور مشکل مسافت کا لحاظ نہ کرتے ہوئے پیچھے نہ رہے اور کشمیر آکر انھوں نے بھی لوگوں کی ڈھارس باندھی ۔ انھوں نے کشمیر سے واپس لوٹنے پر ۶ راگست ۱۹۴۷ء کو ایک بیان دیا جس میں انھوں نے ارشاد فرمایا :۔

"کشمیر میں بھاری اکثریت مسلمانوں کی ہے اور شیخ صاحب نے کشمیریوں کو قومی حب الوطنی سے بھر دیا ہے ۔ کشمیریوں کا ایک ہی تمدن ہے اور جہاں تک میں دیکھ سکتا ہوں وہ ایک قوم ہے ۔

"میں آسانی سے ایک کشمیری ہندو اور ایک کشمیری مسلمان میں تمیز نہ کر سکا ۔ بڑا اجتماع جو میں نے دیکھا اسمیں میرے لئے یہ جاننا مشکل ہوا کہ کیا یہاں پر مسلمانوں کی بھاری اکثریت ہے یا کہ ہندوؤں کی ؟ مجھے یہ کہنے میں ذرا بھی ہچکچاہٹ نہیں ہے کہ جموں وکشمیر میں کشمیری عوام کی مرضی سب سے بڑا قانون ہوگا ۔"

لیکن اس کے بالکل برعکس مسلم لیگ اور اس کے رہنما مسٹر جناح نے کشمیری عوام کی اس قومی آواز کو ختم کرنا چاہا ۔ انھوں نے بدستور اس تحریک کی بھی مخالفت کی ۔ حمایت کرنی تو درکنار ۔ مسٹر جناح نے سچائی سے منہ موڑ کر پریس میں بیان دیا کہ نیشنل کانفرنس نے کوئی تحریک شروع بھی نہیں کی ۔ انھوں نے

شیخ محمد عبداللہ کو حقارت آمیزی سے باغی کا نام دیا۔ جن پر مقدمہ چلا کے ایک بڑی بغاوت کے الزام میں مجرم قرار دیا گیا۔"

مسلم لیگ کی اس مخالفت کو شیخ صاحب نے اس طرح واضح کیا:۔

"میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ ۱۹۴۶ء میں جب میں نے "کشمیر چھوڑ دو" کا نعرہ بلند کیا۔ حکومت پاکستان کے جنم داتا مسٹر محمد علی جناح نے جواب پاکستان کے گورنر جنرل ہیں ہماری تحریک کی مخالفت کی اور کہا کہ یہ تحریک چند غداروں کی تحریک تھی۔ اس لئے مسلمانوں کو اس تحریک سے کوئی تعلق نہیں۔"

"کشمیر چھوڑ دو" کی آواز نے سارے کشمیری عوام کو ہلا دیا۔ ریاستی حکومت کو ہوش میں لایا اور ہندوستان کے طول و عرض میں تہلکہ مچا دیا۔ مسٹر جناح کے "باغی" کو عوام نے "باغی عبداللہ کی جے" کے فلک شگاف نعروں سے خیر مقدم کیا اور مسلم لیگ کے اس رویہ نے اس کی رہی سہی وقعت کو بھی ختم کر دیا۔

کانگریس کی جیت

پس یہ ظاہر ہوتا ہے کہ سیاسیات ہند کا کشمیر پر گہرا اثر ۱۹۳۹ء کے بعد بڑا اور کانگریس اور مسلم لیگ کی کوشش رہی کہ وہ کشمیری عوام کو اپنے اپنے اقتدار میں لائے۔ کانگریس اپنے بنیادی اصولوں کی وجہ سے جمہوریت پر ڈٹی رہی کشمیر کی ہر ایک عوامی جدوجہد میں وہ آگے رہی اور چونکہ کشمیر کی عوامی تنظیم نیشنل کانفرنس نے ہی کشمیر میں جمہوریت کو اپنایا۔ مہاراجہ کشمیر اور غیر ذمہ دارانہ حکومت کے خلاف ایک بار نہیں۔ دو بار نہیں۔ تین بار نہیں۔ کئی بار تحریکیں جاری کیں۔ عوام کی آزادی کے لئے بے مثال قربانیاں دیں۔ اسلئے سیاست کشمیر

کی باگ ڈور اسی جماعت کے ہاتھ رہی۔ کانگریس نے کشمیر کی آواز کو تقویت دینے اور ریاست میں مطلق العنانیت کا خاتمہ کرنے کے لئے اس جماعت کی امداد کی اور اس کی تحریکوں کی ہر طرح سے حمایت کی۔ چنانچہ آج ہم دیکھتے ہیں کہ کشمیری عوام نے کس طرح خوشی کے ساتھ ہندوستان (کانگریس) کے ساتھ ہی رہنا منظور کیا۔

اس کے برعکس مسلم لیگ کے فرقہ وارانہ نفرت کو کشمیر میں کوئی جگہ نہ ملی۔ گو مسٹر جناح اور انکے حامیوں نے مسلم کانفرنس کو فرقہ وارانہ اور رجعت پسند اصول پاکر اپنانے کی کوشش کی لیکن کوئی کامیابی نہ ہوئی۔ انھوں نے کشمیریوں کی کسی تحریک کی کوئی حمایت نہ کی بلکہ اتنا بھی واضح کیا کہ پاکستان ریاستوں پر لاگو نہیں ہوگا۔ مسلم لیگیوں نے کشمیری عوام کی جدوجہد میں روڑا اٹکایا اور جمہوریت کے اصولوں کی مخالفت کی۔ حمایت کرنی تو درکنار انھوں نے کشمیر کی قومیت کو ختم کرنے اور ان کے اتحاد میں پھوٹ ڈالنے کی ناکام کوششیں کیں۔ غرضیکہ انھوں نے کشمیری عوام کا کسی وقت بھی کوئی ساتھ نہ دیا جس کا اثر یہ ہوا کہ کشمیری مسلم لیگ اور اس کے حامیوں کے مخالف بن گئے۔ مسلمان ہونے کے باوجود انھیں مسلم لیگ کا کوئی احترام نہ رہا اور اس کو اپنے بنیادی اصولوں کے ہمنوا نہ پاتے ہوئے بالکل ٹھکرا دیا ؛

چھٹا باب

کشمیر ”کاکسٹوکریسی“ میں

”کاکسٹوکریسی“ کا مطلب

”کاکسٹوکریسی“[1] (KAKISTOCRACY) ایک انگریزی لفظ ہے جس کے لفظی معنی ”بدترین حکومت[2]“ کے ہیں۔ شاید یہ لفظ کچھ ناظرین کو نیا معلوم ہو مگر اُن میں سے کئی آدمیوں کو یہ ضرور معلوم ہو گا کہ ”کاکسٹوکریسی“ کے نام سے کشمیر میں ایک حکومت تھی

---

[1] (۱) ویبسٹرس نیو انٹرنیشنل ڈکشنری آف انگلش لنگویج۔ طبع دوم۔ صفحہ ۱۳۵۱
کاکسٹوکریسی (کاکسٹو = بدترین) + (کریسی = حکومت)

(ب) مرے (جیمز اے۔ ایچ) نیو انگلش ڈکشنری آن ہسٹاریکل پرنسپلز جلد ۵ حصہ دوم
کاکسٹوکریسی (کاکسٹو = بدترین) + کریسی (حکومت)

جس کے زمانے میں ریاست کی قومی تحریک کو خصوصاً اور کل ریاست کو عموماً بہت نقصان اٹھانا پڑا۔

"کاکسٹوکریسی" کشمیر کے سابق وزیر اعظم رائے بہادر پنڈت رامچندر کاک کی حکومت کا نام ہے جو دو سال سے زیادہ عرصہ تک ریاست کے تمام نظام اور سیاسیات پر غالب رہی۔ یہ زمانہ جسے دورِ کاک شاہی بھی کہہ سکتے ہیں اشرافیہ اور ڈکٹیٹرانہ طرز سے بھی بدتر تھا۔ کشمیر کی تاریخ میں یہ زمانہ تاریک ترین دور مانا جائیگا اِس حکومت کی پالیسی کی وجہ سے کشمیر کو موجودہ مصائب کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے اور کشمیر کی یہ نازک حالت اور اس کی تباہی و بربادی کی ذمہ داری کسی حد تک "کاکسٹوکریسی" پر ہے۔ اس میں شک کی گنجائش نہیں کہ مسٹر کاک ایک لائبریرین کی ادنیٰ حیثیت سے محنت اور ہوشیاری سے وزیر اعظم کے عہدے پر پہنچے۔ وہ ایک کشمیری پنڈت ہیں اور ریاست کے ہی باشندہ ہیں۔ وہ مہاراجہ کشمیر کے خاص منظورِ نظر تھے اور یہ مہاراجہ ہی تھے جنہوں نے ان کو وزیر اعظم کے عہدے تک پہنچایا اور یہ مہاراجہ ہی تھے جنہوں نے ان کو عہدے سے برخاست کیا اور یہ مہاراجہ ہی ہیں جن کو انہوں نے سب سے زیادہ "خدمت" کی ہے۔ مہاراجہ کشمیر کی موجودہ بیچارگی کی حالت اسی پالیسی کا نتیجہ ہے جو ان کے سب سے زیادہ معزز، سب سے زیادہ مہربان اور سب سے زیادہ معتمد شخص نے اپنے عہدِ حکومت میں کیا ہے۔

"کاکسٹوکریسی" کا جنم

۱۹۴۵ء میں مسٹر کاک وزیر اعظم مقرر کیے گئے جبکہ سر بی۔ این۔ راؤ نے جو اس وقت ہند سرکار کے آئینی مشیر ہیں استعفےٰ دیا۔ مسٹر کاک کے وزیر اعظم کے تقرر کے موقعہ پر ریاست کی اکثر سیاسی جماعتوں نے ان کے "ملکی" ہونے پر خوشی

ظاہر کی نیشنل کانفرنس اور خود شیخ محمد عبداللہ کو بھی ایک ریاستی باشندہ کے وزیر اعظم کے عہدہ پر مامور ہونے پر مسرت حاصل ہوئی۔ ان کا خیال تھا کہ بحیثیت کشمیری کے وہ ملک اور اس کے عوام کی بھلائی کریں گے اور ذمہ دار طرز سے حکومت کو کسی حد تک چلائیں گے۔

دو عملی حکومت

اسی سال مہاراجہ کشمیر جو ہندوستان کی ڈیفنس کونسل (مجلس دفاع) کے ایک ممبر تھے، جنگ کے محاذ سے دورہ کرنے کے بعد واپس کشمیر آئے۔ ہز ہائنس کا کشمیری عوام نے پُرجوش استقبال کیا۔ اور اسی وفاداری سے متاثر ہوکر مہاراجہ بہادر نے کشمیر لیجسلیٹو اسمبلی (پرجا سبھا) سے دو منسٹر مقرر کرنے کا اعلان کیا۔ پرجا سبھا میں ممبروں کی رائے سے چھ امیدواروں کا نام پیش کیا گیا جن میں سے مہاراجہ نے ایک مسلمان اور ایک ہندو کو رائے دہی کے لحاظ سے نامزد کیا۔ نیشنل کانفرنس کی اسمبلی پارٹی کے ڈپٹی لیڈر مرزا محمد افضل بیگ کی کثرت رائے کی وجہ سے پہلی نامزدگی ہوئی۔ شیخ محمد عبداللہ اور دوسرے نیشنل کانفرنسی رہنماؤں نے اس معمولی سی اصلاحات کو اس امید پر منظور کیا کہ اس کے بعد اور بھی ضروری اصلاحات ظہور میں آئیں گی اور بالآخر کشمیر میں ذمہ دار نظام حکومت قائم ہوگی۔

دو وزیروں کا پرجا سبھا کے منتخب شدہ ممبروں میں سے چنا جانا کچھ ادھوری تدبیر تھی کیونکہ اس سے ایک قسم کی دو عملی حکومت قائم ہوئی۔ کچھ وزیر مہاراجہ کے ذاتی نامزد تھے اور یہ دو عوامی رائے سے وزیر مقرر ہوئے۔ تاہم اس دو عملی حکومت کا ہر ایک نے خیر مقدم کیا۔ چونکہ حقیقی عوامی وزیر مرزا بیگ تھے۔ جو اسمبلی میں

اکثریت کی پارٹی کے ڈپٹی لیڈر تھے اس لئے وہ ہر ایک کام عوامی مفاد کے لحاظ سے کرنے لگے کاکسٹو کریسی کو یہ ناگوار معلوم ہوا اور نیشنل کانفرنسی وزیر کے کام میں روڑے اٹکانے شروع کئے۔ اس سے مرزا بیگ کے کام میں بے جا مداخلت ہونے لگی جس کی وجہ سے انہیں اپنی مرضی سے کام کرنے میں بہت دقتیں پیش آئیں۔ اس عوامی وزیر نے مسٹر کاک کے خود پسندانہ اور جابرانہ مداخلت کے خلاف احتجاج کیا لیکن کاکسٹو کریسی کو مضبوط اور اپنے آپ کو عوامی مفاد کے لئے سود مند نہ پاکر ۱۷ مارچ ۱۹۴۶ء کے دن اپنی وزارت کی کرسی کو ٹھکرا دیا۔

پنڈت جواہر لعل نہرو نے اس وقت ایک بیان دیا جس میں انہوں نے فرمایا۔

"چند ریاستوں نے بے حوصلگی سے دو عملی حکومت کا غلط استعمال شروع کیا ہے۔ یہ کامیاب نہیں ہوا ہے اور آج کل کے حالات میں اس کی کامیابی کی بہت ہی کم امید ہے۔ حال ہی میں یہ طریقہ کشمیر میں ناکامیاب ہوا جہاں پر ایک عوامی وزیر کو مجبوراً استعفیٰ دینا پڑا کیونکہ اس کو موثر انداز سے کام کرنے کے لئے کوئی موقع نہ دیا گیا۔"

کاکسٹو کریسی اپنی شکل میں

مسٹر کاک جو اپنا آہنی دبدبہ قائم کر چکے تھے مرزا بیگ کے استعفیٰ سے بالکل متاثر نہ ہوئے وہ کاکسٹو کریسی کو مضبوط بنانے کے لئے ایک کٹھ پتلی چاہتے تھے اور اپنی کرسی کو بالکل طاقتور اور بے خطر بنانے کے لئے ملک کی سب سے بڑی اور منظم جماعت نیشنل کانفرنس میں پھوٹ پیدا کرنے کی کوشش میں لگے۔ وہ جلد ہی اس شرارت میں کامیاب ہوئے۔ وہ ڈکٹیٹر (مطلق العنان) تھے اس لئے جو کچھ وہ چاہتے تھے کر سکتے تھے کیونکہ مہاراجہ کشمیر کا ان پر حد سے زیادہ اعتماد تھا۔

مرزا بیگ کے وزارت سے الگ ہونے کے بعد عوام کا کسٹو کریسی کو اپنی اصلی رنگ میں دیکھ سکے۔ مسٹر کاک نے نیشنل کانفرنس کی اسمبلی پارٹی کو کمزور بنانے کے لئے جھٹ اس پارٹی کے لیڈر میاں احمد یار خاں کو پھنسایا' اور جمہوریت کا کوئی لحاظ نہ کرتے ہوئے اسے مرزا بیگ کی جگہ پر وزیر مقرر کیا۔ اس طرح سے ذمہ دار حکومت کی آدھی تدبیر کوئی تدبیر ثابت نہ ہوئی۔ پھر بھی مہاراجہ مسٹر کاک اور کاکسٹو کریسی سے مطمئن تھے۔ مسٹر کاک نے میاں احمد یار کو جو اس وقت تک نیشنل کانفرنس کے ایک بڑے رہنما تھے اپنی چالاکی سے اسے اپنے دیگر قومی رہنماؤں اور کارکنوں سے الگ کیا اور اس طرح سے نیشنل کانفرنس کا وقار کم کر دیا۔ اس کے عوض اسے وزارت کی کرسی ملی جس کو اس کے ساتھی نے عوام کے مفاد کے لئے ٹھکرا دیا تھا۔ میاں احمد یار نے وزارت کے لالچ میں اپنی قوم اور تنظیم سے غداری کرنی قبول کی۔

۲۲ راپریل ۱۹۴۶ء کو شیخ محمد عبداللہ صدر جموں و کشمیر نیشنل کانفرنس نے بیان دیا۔ جس میں انہوں نے واضح کیا:-

"مہاراجہ نے عوامی وزیر کے چناؤ کے طریقے پر نہ صرف کلہاڑی ماری ہے بلکہ عوامی تحریک کے خلاف سازش میں ایک شریک کار بن گئے ہیں"۔

ہندوستان میں سیاسی تبدیلیاں

اس زمانے میں ہندوستان ایک نازک دور سے گزر رہا تھا مسلم لیگ نے مسٹر جناح کے بیان کئے ہوئے دو قوم کے نظریہ کے بنیاد پر پاکستان کو حاصل کرنے کے لئے مسلمانوں کی کافی اکثریت کو ہمنوا بنا لیا تھا اور کانگریس کسی طور سے برطانوی سامراج کو ہند سے ختم کرنے پر تلی ہوئی تھی۔ اس نے اپنی بڑی اور

آخری تحریک ۱۹۴۲ء کی "ہندوستان چھوڑ دو" میں بے انتہا قربانیاں دی تھیں۔ اس کے رہنما اور کارکن جیلوں کے اندر بند کئے گئے تھے۔ ۱۵ اگست ۱۹۴۵ء کو کانگریس ورکنگ کمیٹی کے ممبران کو مسلم لیگ کے ساتھ سمجھوتہ کرنے کے لئے رہا کیا گیا اور کانگریسی رہنماؤں کے رہا ہونے کے بعد جون ۱۹۴۵ء میں شملہ کانفرنس منعقد ہوئی۔ لارڈ ویول گورنر جنرل اور وائسرائے ہند کی مسلم لیگی پالیسی اور اقلیت (لیگ) کو ویٹو کا اختیار اکثریت (کانگرس) کی مرضی کے خلاف دینے سے یہ کانفرنس ناکام رہی۔ اس سے پہلے اپریل ۱۹۴۵ء میں سپرو کمیٹی نے اپنی تجویز ہندوستان میں ڈیڈلاک کو ختم کرنے کے لئے پیش کی تھی۔ ویول تجویز کی ناکامی کے بعد حکومت برطانیہ نے دسمبر ۱۹۴۵ء میں پارلیمنٹری ڈیلیگیشن (پارلیمنٹ کے نمائندے) ہندوستان کی اصلی سیاسی حالات کو دیکھنے کے لئے بھیجا۔ اس ڈیلیگیشن کے آنے سے کوئی فائدہ نہ نکلا اور آخر مارچ ۱۹۴۶ء میں کیبنٹ مشن سیاسیات ہند کا مطالعہ کرنے کے لئے ہندوستان آیا۔ مشن نے فراغ دلی سے کام لیا اور تمام سیاسی پارٹیوں، ریاستوں کے نمائندوں اور ہندوستان کے رہنماؤں اور مدبروں سے گفت وشنید کی۔ ایک مشترکہ سمجھوتہ پر پہنچنے کے لئے کانگرس۔ لیگ اور سکھوں کے اکالی پارٹی کے درمیان کئی جلسے ہوئے۔ ایک اور شملہ کانفرنس وجود میں آئی لیکن بدقسمتی سے کوئی سمجھوتہ نہ ہوا۔ پس مشن نے ہر حالات کا اچھی طرح مطالعہ کرنے کے بعد ۱۶ مئی ۱۹۴۶ء کو اپنا ایوارڈ (فیصلہ) دے دیا۔

"کشمیر چھوڑ دو" کا نعرہ

سیاسی مطالبہ کو عموماً ہندوستان کی ساری ریاستوں پر اور خصوصاً کشمیر کے سامنے پیش کرنے کے لئے شیر کشمیر شیخ محمد عبداللہ صدر آل جموں وکشمیر

نیشنل کانفرنس و نائب صدر آل انڈیا سٹیٹس پیپلز کانفرنس نے "کشمیر چھوڑ دو" کی تحریک جاری کی۔ انہوں نے ایک میمورنڈم کیبنٹ مشن کو بھیجا جس میں انہوں نے اپنی تنظیم اور تمام ریاستی باشندوں کے مطالبات کو پیش کیا۔ ان مطالبات کو واضح کرنے اور اپنی ریاست میں کاکسٹوکریسی سے بدظن ہو کر انہوں نے ۶ مئی ۱۹۴۶ء کو "کشمیر چھوڑ دو" کا نعرہ بلند کیا۔ انہوں نے ۱۶ مئی تک سرینگر میں مطلق العنانیت کے خلاف کئی تقریریں کیں جس میں انہوں نے ۱۸۴۶ء کے عہد نامہ امرتسر کو رد کرتے ہوئے اعلان کیا کہ یہ ایک عہد نامہ نہیں بلکہ ایک بیعنامہ ہے جو انگریزوں اور ڈوگرہ خاندان کے بانی مہاراجہ گلاب سنگھ کے درمیان لکھا گیا تھا اور جس بیعنامہ کی رو سے کشمیر کے ۴۰ لاکھ عوام کو ۷۵ لاکھ نانک شاہی روپیوں میں فروخت کیا گیا۔

کیبنٹ مشن کا فیصلہ شائع ہونے کے بعد ۲۰ مئی ۱۹۴۶ء کو شیر کشمیر پنڈت جواہر لعل نہرو صدر آل انڈیا سٹیٹس پیپلز کانفرنس سے ملنے کے لئے دہلی روانہ ہوئے لیکن راستے میں ہی اوڑی کے قریب حکومت کشمیر (کاکسٹوکریسی) نے انہیں گرفتار کر لیا۔ دوسرے ہی دن علی الصباح نیشنل کانفرنس کے رہنماؤں اور کارکنوں کو گرفتار کیا گیا اور اس طرح سے "کشمیر چھوڑ دو" کے نعرہ پر یہ تحریک شروع ہوئی۔ تحریک کے آغاز میں عوام حکمراں کے خلاف دشمنانہ صورت میں رہے لیکن تحریک کے دوران اور انجام میں یہ صورت وزیر اعظم کے حق میں ظاہر ہوئی۔ کشمیری عوام نے ریاست کے ہر ایک کونے سے جدو جہد شروع کی "کشمیر چھوڑ دو۔ بیعنامہ امرتسر توڑ دو" "عوامی راج زندہ باد" "شیر کشمیر۔ زندہ باد" "کشمیر کو آزاد کر دو" وغیرہ کئی قسم کے فلک شگاف نعروں سے کشمیریوں نے جیلوں کا راستہ قبول کیا۔ مسٹر کاک نے اپنی ہنرمندی اور مصمم ارادگی سے اس تحریک کو دبانے کی

کوشش کی لیکن شاید انہیں یہ معلوم نہ تھا کہ عوامی تحریک کسی طریقے سے زیادہ دیر تک دب نہیں سکتی۔ عوام کی جدوجہد کبھی ختم نہیں ہو سکتی۔ آزادی کی تڑپ کبھی بند نہیں ہو سکتی یہاں تک کہ برطانیہ کی بے اندازہ طاقت بھی ۱۹۴۲ء میں انڈین نیشنل کانگریس کے "ہندوستان چھوڑ دو" تحریک کو دبا نہ سکی اور یہ ریاست کے لئے کاک ٹوکریسی کے زیر اثر بھی ناممکن تھا کہ وہ اپنے لوگوں کی اس قومی آواز کو بند کر سکے۔

گلوب نیوز ایجنسی کے ایک خاص نامہ نگار نے بیان دیا۔

"لوگوں کو لنگڑوں کی طرح ایک ٹانگ پر چلنے کے لئے حکم دیا گیا اور انہیں کہا گیا کہ وہ "مہاراجہ بہادر کی جے" کے نعرے بلند کریں۔ بوڑھوں اور باوقار شہریوں کو رائفل کے دہانے سے سڑکوں پر رینگنے کے لئے مجبور کیا گیا۔ وکلا۔ پروفیسروں یہانتک کہ سرکاری ملازموں کو بھی سڑکیں صاف کرنے کے لئے دباؤ ڈالا گیا۔"

پنڈت جواہر لعل نہرو نے ایک بیان میں فرمایا۔

"سرینگر تقریباً مُردوں (لاشوں) کا شہر بن گیا ہے جہاں حرکت کرنی مشکل ہے۔"

ریاستوں کا مستقبل

"کشمیر چھوڑ دو" کا نعرہ بلند کرنے کے ۱۰ دن بعد اور شیخ صاحب کی گرفتاری سے چار دن پہلے کیبنٹ مشن نے اپنا ایوارڈ (فیصلہ) دے دیا۔ اس نے ایک مشترکہ مرکز رکھنے کے علاوہ ملک کو تین حصوں میں بانٹنے کی رائے دی اور دیگر باتوں کے علاوہ اس نے ہندوستان کا آئین تیار کرانے کے لئے ایک کانسٹی ٹیونٹ اسمبلی (آئین ساز مجلس) کے قائم کرنے کی سفارش کی جس میں

ریاستوں کے نمایندے بھی ۱۰ لاکھ پر ایک آدمی کے حساب سے لئے جائیں۔

ریاستوں کے متعلق مشن نے یہ صاف واضح کیا کہ ہندوستان کے یونین (مرکزی حکومت) کو دفاع۔ بیرونی تعلقات (خارجہ پالیسی) اور رسل و رسائل کے تین شعبے اپنے ہاتھ میں رکھنے چاہئیں۔

۸ جون ۱۹۴۶ء کو پنڈت جواہر لعل نہرو۔ صدر آل انڈیا سٹیٹس پیوپلز کانفرنس نے ریاستی عوام کے حقوق پر ایک بیان دیا جس میں یہ اعلان کیا۔

"خود مختار حکومت (فرمانروائی) کسی خاص شخص کے ہاتھ میں نہیں بلکہ عوام کے ہاتھوں میں رہنی چاہیئے"

۱۰ جون ۱۹۴۶ء کو آل انڈیا سٹیٹس پیوپلز کانفرنس کی جنرل کونسل کا جلسہ ہوا جس نے کیبنٹ مشن پلان پر رائے زنی کرتے ہوئے اعلان کیا:۔

"ہندوستان کا کوئی آئین تب تک جائز اور موثر نہیں ہوگا جب تک کہ یہ آئین ۹ کروڑ ۳۰ لاکھ ریاستی عوام کے لئے قابل قبول نہ ہو اور کوئی آئین عوام کے نمایندوں کی رائے کے بغیر تسلی بخش طور سے آئین نہیں بن سکتا ہے"

اِسی سال آل انڈیا سٹیٹس پیوپلز کانفرنس کا اجلاس گوالیار میں منعقد ہوا جس میں شیر کشمیر کو کانفرنس کا صدر چنا گیا۔ شیخ صاحب خود اجلاس میں شریک نہ ہوسکے کیونکہ وہ "کشمیر چھوڑ دو" تحریک کے سلسلے میں جیل میں بند تھے۔

نیشنل کانفرنس

جیسا کہ بیان کیا گیا ہے۔ نیشنل کانفرنس نے "کشمیر چھوڑ دو" کی تحریک مئی ۱۹۴۶ء میں شروع کی۔ شیخ محمد عبداللہ نے یہ نعرہ بلند کیا اور ان کو ڈوگرہ کے

ترب کو ہالہ جاتے ہوئے گرفتار کیا گیا۔ ان کی گرفتاری کے بعد ہی دوسرے
نیشنل کانفرنسی رہنما گرفتار کرلئے گئے اور اس طرح سے تحریک بڑے زور
سے شروع ہوئی۔ نیشنل کانفرنس کے کارکنوں نے اپنے آپ کو گرفتار کرانے
کے لئے جلسے منعقد کئے۔ جلوس نکالے۔ نعرے لگائے۔ تقریریں کیں اور
حکومت کشمیر کی ان پابندیوں کو توڑ دیا۔ حکومت نے بہ تعداد کثیر لوگوں کو
گرفتار کیا جنہوں نے اس تحریک میں حصہ لیا یا جن پر ان کو حصہ لینے کا شبہ ہوا۔
خالد کشمیر بخشی غلام محمد جو شیر کشمیر کے بعد دوسرے بڑے رہنما ہیں گرفتار
نہ ہو سکے۔ وہ پوشیدہ طور سے دہلی چلے آئے اور یہاں آکر انہوں نے کانفرنس
اور تحریک کے کام کو باقاعدہ طریقے سے جاری رکھا۔ انہیں نیشنل کانفرنس
کا قائم مقام صدر مقرر کیا گیا۔ خواجہ غلام محمد صادق جو نیشنل کانفرنس کی ورکنگ
کمیٹی کے ایک سرگرم ممبر تھے کسی طرح سے لاہور چلے گئے اور اس طرح سے وہ
گرفتار نہ ہو سکے۔ انہوں نے بخشی صاحب کے ساتھ مل کر ہندوستان میں اس
تحریک کے لئے ہمدردی حاصل کی۔ نیشنل کانفرنس کے ایک سرگرم رکن
مسٹر غلام محی الدین کو کبھی گورنمنٹ گرفتار نہ کر سکی وہ زیر زمین دور رہے اور انہوں
نے پوشیدہ طریقے سے پراپیگنڈہ اور رہنمائی کرکے تحریک کو زندہ رکھا۔ انہوں
نے تحریک کا کام چلانے کے لئے وار کونسل (مجلس جنگ) بنائی جس کی طرف
سے شہر سرینگر اور دیہاتوں میں روزانہ پوسٹر چسپاں کئے جاتے تھے اور جس
میں عوام کے لئے تحریک چلانے کا پروگرام درج ہوتا تھا۔ باوجود ہزار کوششوں
کے حکومت (کاکسوڈ کریسی) وار کونسل کے ممبران کو گرفتار نہ کر سکی اور نہ ہی
اس کے کام کرنے کے مرکز پر چھاپہ مار سکی۔

پنڈت نہرو کی گرفتاری

پنڈت جواہر لعل نہرو حالات کا جائزہ لینے کے لئے خود آنا چاہتے تھے لیکن کاکسٹوکریسی نے انہیں ریاست میں داخل ہونے پر پابندی لگا دی۔ باوجود اس پابندی کے پنڈت جی ۲۰ر جون ۱۹۴۶ء کو آئے۔ اور ریاست کی حدود میں صبح کے نو بجے داخل ہوئے۔ انہوں نے داخل ہوتے ہی یہ اعلان کیا کہ ہر جگہ کشمیر سمیت اُن کا وطن ہے۔ انہیں کوہالہ پُل کو پار کرتے ہوئے ریاستی حدود کے اندر روکا گیا لیکن وہ آگے بڑھتے گئے اور سنگینوں اور فوج کی پرواہ نہ کرتے ہوئے چلتے گئے۔ انہیں پھر زبردستی روکا گیا اور "گلوب" کے بیان کے بموجب انھیں کچھ سنگینوں کے زخم بھی آئے۔ پنڈت جی کے ساتھ آل انڈیا سٹیٹس پیوپلز کانفرنس کے جنرل سکریٹری پنڈت دوارکا ناتھ کاچرو اور دیوان چمن لال تھے۔ پنڈت کاچرو کو بھی حکومت نے گرفتار کر لیا۔ پنڈت جی کی گرفتاری نے تمام ہندوستان میں تہلکہ مچا دیا اور خاص کر احتجاج کے طور پر ٹراونکور میں عوام بے قابو ہو گئے جس کی وجہ سے کئی آدمی گولیوں کا شکار ہوئے۔

اسی دوران میں دہلی میں کانگرس ورکنگ کمیٹی کا ایک اہم جلسہ ہونا تھا جس میں پنڈت جی کی شرکت نہایت ضروری تھی۔ اس پر کانگرس کے صدر مولانا ابوالکلام آزاد نے پنڈت جی کو دہلی آنے کے لئے فوراً بلایا۔ کانگرس کے ڈسپلن (ضبط) کے تحت پنڈت جی نے دہلی جانا منظور کیا لیکن جانے سے پہلے یہ اعلان کیا کہ وہ فرصت پاتے ہی پھر کشمیر آئیں گے اور حالات کو اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے۔ پنڈت جی دوبارہ آئے۔ کاکسٹوکریسی جھک گئی اور ان پر سے پابندی ہٹا دی۔ پنڈت جی نے کشمیر کا دورہ کر کے حالات کا جائزہ لیا۔

شیرِ کشمیر کی سزایابی

شیر کشمیر شیخ محمد عبداللہ کو بغاوت کے الزام میں مقدمہ چلایا گیا۔ ۳ر جون ۱۹۴۶ء کو مقدمے کی کارروائی شروع کی گئی۔ پنڈت جواہر لعل نہرو نے ۲۸ر مئی ۱۹۴۶ء کو ایک تار مسٹر کاک کو بھیجا جس میں انہوں نے فرمایا:۔

"اخبارات کے بیان ظاہر کرتے ہیں کہ شیخ عبداللہ اور دیگر کارکنوں پر مقدمہ چلایا جائے گا۔ میں ان کے دفاع کا پورا انتظام کرنے کی خواہش رکھتا ہوں میں اس کی پوری سہولیات اور وقت کے لیئے درخواست کرتا ہوں۔"

آخر پنڈت جی نے شیخ صاحب کے دفاع کا مکمل انتظام کیا۔ مسٹر آصف علی کو جو اڑیسہ کے گورنر ہیں کانگرس نے ڈیفنس کونسل (مجلس دفاع) کا صدر مقرر کیا۔ پنڈت جیالال کلم ایک کشمیری پنڈت اور ریاست کے مشہور ایڈوکیٹ نے اپنی خدمات بطور معاون پیش کیں۔ شیخ صاحب کے مقدمہ کی سماعت بادامی باغ (سرینگر) میں ایک کھلی عدالت میں ہوئی۔ شیخ صاحب نے وہاں ایک تاریخی بیان دیا جس میں انہوں نے دیگر امور کے علاوہ "کشمیر چھوڑ دو" کی اہمیت کو واضح کیا۔ انہوں نے یہ بھی فرمایا کہ وہ کشمیر میں مطلق العنانیت کو ختم کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ ان کو آخر کار عوام کی طرف سے یہ حقیقت جتلانے اور وطن کو آزاد کرانے کی پاداش میں حکومت نے تین الزامات کا مجرم قرار دیا اور جس کے لئے تین تین سال قید کی سزا دی گئی یعنی تین الزامات کی سزا قید کی کل میعاد ۹ سال ہوئی۔ ان کے رفقا اور دیگر کارکنوں پر بھی مقدمہ چلایا گیا اور مختلف میعاد تک قید کی سزا دی گئی۔

کاکسٹو کریسی کی عام پالیسی

کاکسٹو کریسی کے زیرِ اثر حکومت کشمیر کا مقصد ریاست میں قوم پرستی کے عناصر کو دبانا تھا اور اس نے بہت تھوڑے عرصے کے لئے کسی حد تک نیشنل کانفرنس کی تحریک کو دبانے سے قومی تڑپ کو دبائے رکھا۔ اس نے نیشنل کانفرنسی عناصر کو کمزور بنانے کے لئے مسلم کانفرنس کو اقتدار میں لانے کی کوشش کی۔ اپنے اقتدار اور طاقت کو مستحکم بنانے کے لئے اور لوگوں کی حمایت کو ظاہر کرنے کے لئے نئی انجمنیں قائم کیں جن کا اصول نیشنل کانفرنس کی مخالفت، مسلم کانفرنس کی حمایت اور کاکسٹو کریسی کی شہرت کو بڑھانا تھا۔ کاکسٹو کریسی کی بیرونی پالیسی بھی ایسی ہی تھی۔ اس نے مسلم لیگ کے ساتھ الفت اور کانگرس کے ساتھ نفرت کا برتاؤ رکھنا صحیح سمجھا۔

مسلم کانفرنس کی حمایت

جس طرح ۱۹۴۲ء میں انڈین نیشنل کانگریس کی "ہندوستان چھوڑ دو" تحریک مسلم لیگ کو اقتدار میں لائی کیونکہ اس نے کانگرس کی مخالفت کی تھی اور کانگریس رہنماؤں اور کارکنوں کے جیل میں ہونے کی وجہ سے سیاسیات کا میدان ہاتھ میں لے لیا۔ ٹھیک اسی طرح مسلم کانفرنس نے "کشمیر چھوڑ دو" تحریک کی وجہ سے نیشنل کانفرنسی رہنماؤں اور کارکنوں کی غیر حاضری میں کشمیر کی سیاسیات کو اپنے من کے مطابق چلانے کا موقعہ پایا۔ اور جس طرح ۱۹۴۲ء کی کانگریس کی تحریک میں انگریزوں نے مسلم لیگ کو کانگرس کے خلاف اپنا آلۂ کار بنایا خاص اسی طرح کاکسٹو کریسی نے ۱۹۴۶ء کی نیشنل کانفرنس

کی تحریک میں بدنام مسلم کانفرنس کو اپنا کر عوامی تحریک کے مقابلے پر آکھڑا کیا مسلم کانفرنس شروع سے ہی قوم پرستی کی مخالف اور نیشنل کانفرنس کی مقبولیت سے رشک کرتی تھی۔ اس نے ۱۹۴۶ء کی عوامی جدوجہد کے وقت بڑی مکاری سے کام لیا۔ انہوں نے اس تحریک کی مخالفت کی جس کا مطلب یہ ہے کہ انہوں نے کشمیر میں مطلق العنانیت کو ختم کرنے سے انکار کیا۔ اس طرح سے انہوں نے مسٹر کاک کو ہمنوا بنا لیا اور کاکسٹوکریسی کی حمایت کرتے رہے۔ مسٹر کاک نے متعصب مسلمانوں کو خوش رکھنے کے لئے مسلم کانفرنس کے ساتھ ہمدردانہ پالیسی برتی۔ نیشنل کانفرنس کو دبانے اور اس کے رہنماؤں کو جیل میں ٹھونسنے کے بعد کاکسٹوکریسی نے مسلم کانفرنس کے اقتدار کو بڑھایا اور اس طرح سے اس جماعت کی حمایت حاصل کی۔ مسٹر عبدالسلام دلال نے جن کو ایک نیشنل کانفرنسی پر جارحانہ حملے کرنے کے الزام میں ۷ سال قید کی سزا دی گئی تھی اور جن کو بعد میں مشروط طور پر رہا کیا گیا قوم پرستی کے خلاف محاذ قائم کیا اور بحیثیت مسلم کانفرنس کے سکریٹری کے فرقہ دارانہ نفرت کو بڑھاتے ہوئے کاکسٹوکریسی کی پالیسی کی دل و جان سے حمایت کی۔

نئی جماعت کا قیام

کاکسٹوکریسی اس ارادے پر اڑی ہوئی تھی کہ نیشنل کانفرنس کے اقتدار کو ریاست میں ختم کرے اور اگر ختم نہ ہو سکے تو اس کو کمزور بنایا جائے۔ اس غرض کو پورا کرنے کے لئے وہ بدنام مسلم کانفرنس کو اقتدار میں لائی۔ نام نہاد کسان مزدور کانفرنس کو ایک چھوٹے سے قصبہ میں پیدا کیا لیکن چونکہ اس کا

دائرہ ایک دیہات تک ہی محدود رہا اس لئے کاکسٹوکریسی نے عوام کو گمراہ کرنے کے لئے ایک خودساختہ نئی جماعت کشمیر سٹیٹس پیوپلز کانفرنس قائم کرائی۔ اس جماعت کا مقصد کاکسٹوکریسی کی اندھادھند حمایت کرنا اس کے اقتدار کو تقویت دینا اور ساتھ ہی ساتھ نیشنل کانفرنسی عناصر کو گم کرنا تھا یہ ایک قسم کی سرکاری جماعت تھی جس کے نام نہاد لیڈر اور خودغرض اور سرمایہ پرست کارکن تنخواہ پر کام کرتے تھے۔ ان موقعہ شناس لوگوں نے اپنے خود غرضانہ خواہشات کو پورا کرنے کے لئے کاکسٹوکریسی کے ہاتھوں بڑی سہولیات حاصل کیں کیونکہ وہ اسی کے وجود کے لئے کام کرتے تھے۔ کچھ کارکنوں نے نقدی اور جنس دونوں طریقوں سے اپنے آپ کو فائدہ پہنچایا۔ لیکن کہاں تک ؟

روزناموں پر پابندی

کاکسٹوکریسی کو ریاست میں عوامی جماعتوں کی حمایت حاصل نہ تھی پھر بھی اسے کوئی پرواہ نہ تھی کیونکہ اس کی پالیسی جمہور کش تھی اور جس کے لئے اس کے پاس مسلم کانفرنس اور ایک تنخواہ پر کام کرنے والی جماعت تھی۔ عوام کی آواز کو دبانے کے لئے اس نے ریاست کے روزناموں پر بھی پابندیاں عاید کر دیں۔ نیشنل کانفرنس کے آفیشل آرگن (سرکاری آلہ) روزنامہ خدمت اور یووک سبھا (کشمیری پنڈتوں کی جماعت) کے سرکاری آلہ روزنامہ مارتنڈ پر سنسر بٹھا دیا۔ صوبہ جموں کے واحد روزنامہ رنبیر پر سنسر ہی نہیں لگایا بلکہ اس کی اشاعت کو غیر معین عرصہ کے لئے مکمل طور پر بند کرنے کا حکم دیدیا۔ وہ اخبارات جو اس حکومت کے حق میں تھے اور جو عوامی تحریک کے خلاف تھے ان کو پریس کی پوری آزادی اور دیگر سہولیات دی گئیں۔

پرجا سبھا کا چناو

کا کسٹو کریسی نے اسی پر بس نہیں کی۔ اس نے عوامی رہنما اور کارکن جیل میں ہوتے ہوئے بھی پرجا سبھا (لیجسلیٹو اسمبلی) کا نیا چناوُ دسمبر ۱۹۴۶ء میں کرانے کا اعلان کیا۔ پرانی اسمبلی کو برخاست کیا اور نیا چناوُ اس وقت عمل میں لایا جب کہ کشمیر میں برف کے ڈھیر لگے تھے۔ جابرانہ جوبن پر تھا۔ عوام حکومت کے خلاف جدوجہد کر رہے تھے اور ملک کی سب سے بڑی جماعت نیشنل کانفرنس کے رہنما اور دیگر کارکن جیلوں میں بند تھے۔ ایسی حالت میں چناوُ کرانے کا مدعا حکومت کی پالیسی کے کٹھ پتلی منتخب کرانے تھے اور اس طرح سے نیشنل کانفرنس کی آواز کو خصوصاً اور عوام کی آواز کو عموماً اسمبلی میں بھی ختم کرنا تھا۔ نیشنل کانفرنس نے حکومت کی جابرانہ۔ جانب دارانہ اور مخالفانہ پالیسی کی وجہ سے اس نقلی چناوُ میں کوئی حصّہ نہیں لیا اور اس کا مکمل طور پر بائیکاٹ کیا۔

تقسیم ہند

اس دوران میں ہندوستان ایک نازک اور اہم دور سے گزر گیا کیبنٹ مشن نے سارے ہند کا آئین مرتب کرنے کے لئے ایک آئین ساز اسمبلی قائم کرنے کی تجویز پیش کی تھی اور اس آئین کو بنانے کے لئے ریاست کی شرکت بھی ہونی تھی۔ کانگریس نے اس تجویز کو مان لیا اور اپنے نمائندے بھیجے۔ لیکن مسلم لیگ نے تجویز کو ماننے کے بعد اپنے امیدوار منتخب کر کے آئین ساز اسمبلی میں شامل ہونے سے انکار کیا اور اس طرح سے مسلم لیگ آئین ساز اسمبلی سے الگ رہی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مادرِ وطن کے دو ٹکڑے کر دیئے گئے برطانوی پارلیمنٹ

میں ہندوستان کی آزادی کا بل پاس ہوا اور مسلم لیگ کی دو قوم کے نظریہ کو مانتے ہوئے ہندوستان دو نو آبادیات (ڈومینین)، ہندوستان اور پاکستان میں تقسیم ہوا اور ریاستوں کو اپنی مرضی کے مطابق کسی ایک نو آبادی میں شامل ہونا قرار دیا گیا۔ کا کسٹو کریسی ان انقلابات کو بغور دیکھتی رہی لیکن نہ اس نے آئین ساز اسمبلی میں کوئی نمائندہ بھیجا اور نہ کسی نو آبادی میں شامل ہونا مناسب سمجھا اس نے اپنی خود غرضی کے لئے غیر جانبدارانہ پالیسی پر کاربند رہنا صحیح سمجھا۔

مسلم کانفرنس کا منشاء

جب ہندوستان کی قسمت کا فیصلہ ہو رہا تھا ریاستوں کے لئے بھی یہ موقعہ تھا کہ وہ اپنے مستقبل کے متعلق فیصلہ کرتے۔ ملک کے بٹوارے سے پہلے ہی آئین ساز اسمبلی میں ریاستوں کو شامل ہونے کی اجازت تھی اور سوائے چند ایک ریاستوں کے ہر ایک ریاست نے ۱۵ راگست ۱۹۴۷ء سے پہلے ہی آئین ساز اسمبلی میں اپنے نمائندے بھیج کر شرکت کو قبول کیا۔ کا کسٹو کریسی نے ریاست کو الگ رکھا۔ اسے ریاست کی ہر ایک سیاسی پارٹی نے مشورہ دیا کہ وہ آئین ساز اسمبلی میں شامل ہو جائے تاکہ ریاست کی قسمت جو اقتصادی پسپنی کی وجہ سے ہندوستان کے ساتھ وابستہ ہے، مربوط رہے۔ ان سیاسی جماعتوں میں سب سے پہلی جماعت مسلم کانفرنس ہی تھی جس کے صدر چودھری حمید اللہ خاں نے اپنی جماعت کی طرف سے جموں میں حکومت سے استدعا کی کردہ آئین ساز اسمبلی میں اپنے نمائندے بھیج کر شمولیت کا اعلان کرے۔ مسلم کانفرنس کے علاوہ ریاست کی دوسری سیاسی جماعتوں نے بھی حکومت کو یہی نظریہ پیش کیا۔ چنانچہ ۳۱ر مارچ ۱۹۴۷ء کو یوک سبھا کے لیڈر پنڈت فوطہ دار نے پرجا سبھا کے

اجلاس جموں میں کاکسٹو کریسی پر واضح کیا کہ قانون کا احترام ہو چکا ہے اور اب وقت آیا ہے جبکہ حکومت کو فراخدلی سے کام لے کر دانشمندی کا ثبوت دینا چاہیے اور تمام سیاسی قیدیوں کو رہا کر کے سیاسی گتھی کو سلجھا کر آئین ساز اسمبلی میں شمولیت کی جائے۔ کاکسٹو کریسی پر ان سیاسی جماعتوں کے نظریہ کا کوئی اثر نہ ہوا۔ مسلم کانفرنس نے پھر کروٹ بدلی اور اس کے صدر چودھری حمید اللہ نے اعلان کیا کہ ریاست کو آئین ساز اسمبلی میں شامل نہیں ہونا چاہیئے بلکہ آزاد اور خود مختار رہنا چاہیے انہوں نے حکومت پر یہ بھی واضح کیا کہ اگر پاکستان نے کبھی ریاست پر حملہ کیا تو وہ (مسلم کانفرنس) پاکستان کے خلاف متحد ہو کر وطن کو بچانے کے لئے اپنا خون بہائیں گے یہ کاکسٹو کریسی کو خوش رکھنے کے لئے کہا گیا اور وہ عملی طور ایسا کرنے سے کوسوں میل دور تھے۔ لیکن کاکسٹو کریسی کی ڈانواڈول پالیسی کو دیکھکر اس جماعت نے ایک اور کروٹ بدلی اور اعلان کیا کہ کشمیر کو پاکستان میں شامل ہونا چاہیے کیونکہ ریاست میں مسلمانوں کی اکثریت ہے۔ وہ یہ بات ماننے کے لئے تیار نہ تھی کہ شمولیت سے پہلے آزادی دی جائے اور شمولیت کا فیصلہ آزاد کشمیری عوام اپنی رائے سے کرلیں۔ کیونکہ مسلم کانفرنس کو اپنی ناکامی کا احساس تھا اور کشمیری عوام کی قوم پرستی اور نیشنل کانفرنس کی ہر دلعزیزی کا پتہ تھا۔

کاکسٹو کریسی پھر بھی اپنی پالیسی پر اڑی رہی۔ معلوم ہوتا ہے کہ حکومت ریاست کی خود مختاری کا اعلان کرنے کے حق میں تھی کیونکہ اس طرح سے کاکسٹو کریسی کافی عرصہ تک برسر اقتدار رہ سکتی تھی۔ مسلم کانفرنس کے کئی سرگرم کارکن بھی اسی نظریہ کے حامی تھے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ کشمیر کسی حالت میں خود مختار نہیں رہ سکتا اور ایک اندرونی بغاوت اور پاکستان کا حملہ حکومت کو مہاراجہ سمیت بالکل ختم کر دے گا۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ریاست کے دشمن طاقت میں

آرہے تھے۔ ان کا جو خیال تھا اسی کو بعد میں انہوں نے خودمختاری کا اعلان کرنے سے پہلے ہی عملی صورت دے دی۔ لیکن کشمیر کی خوش قسمتی تھی کہ اس کے یہ دشمن باوجود کافی تیاری کے بالکل ناکام رہے اور آج کشمیر اُن کے ہاتھ سے جاتا رہا۔

بیگم شیرِ کشمیر میدان میں

کاکسٹوکریسی میں مسلم کانفرنس کے کچھ لوگوں کو مکمل آزادی حاصل ہوئی۔ جو وہ چاہتے تھے کرسکتے تھے کیونکہ نیشنل کانفرنس کے رہنما اور کارکن وطن کی آزادی کے لئے جیل کی تنگ و تاریک کوٹھریوں میں بند تھے۔ قوم پرستی کو ختم کرنے کے لئے کوششیں ہو رہی تھیں۔ ایک طرف حکومت قوم پرستی کے عناصر کو دبانے پر تلی ہوئی تھی دوسری طرف فرقہ پرستی کے عناصر زور پکڑتے جاتے تھے۔ مسلم کانفرنس اور حکومت کی بنائی ہوئی نام نہاد سٹیٹس پیپلز کانفرنس ریاست میں قوم پرستی کے خلاف متحدہ محاذ قائم کئے ہوئے تھے۔ ادھر ہندوستان میں فرقہ دارانہ فسادات شروع ہوئے تھے۔ پنجاب میں یہ فسادات بڑے زوروں سے چل رہے تھے۔ عوام سخت خطرے میں تھے۔ ریاست میں بھی فرقہ وارانہ فسادات کا خطرہ محسوس ہو رہا تھا۔ فرقہ پرستی کے دشمن جیل کی چار دیواری میں بند تھے۔ ریاست کو اس لعنت سے بچانے کے لئے کوئی نہ تھا اور عوام بالکل پریشان تھے۔

ٹھیک اس وقت مادرِ مہربان بیگم شیرِ کشمیر میدان میں کود پڑی اور عوام کو فرقہ دارانہ اتحاد میں رہنمائی کی۔ جگہ جگہ پر انہوں نے امن کمیٹیاں قائم کیں اور ریاست کو فرقہ دارانہ فساد کی لعنت سے بچالیا۔ باوجودیکہ حکومت کی غیر جانبدارانہ پالیسی، مسلم کانفرنسی عناصر اور ہمسایہ ملک پنجاب کے فسادات کے، امن

کی کوششیں مکمل طور پر کامیاب ہوئیں اور اگرچہ کاکسٹوکریسی قوم پرستی کے عناصر کو دبا رہی تھی پھر بھی عوام نے اُن کی رہنمائی میں قوم پرستی کے جامہ کو اُتارنے سے پرہیز کیا اور کشمیر آج فخر سے اپنا سر اُونچا کئے ہوئے ہے۔ پنجاب کی حیوانیت کو دیکھتے ہوئے کشمیر نے انسانیت کو ہاتھ سے جانے نہ دیا اور محترمہ بیگم شیخ محمد عبداللہ کی رہنمائی میں وطن کو اس آفت سے پاک رکھا۔

انہی دنوں پنجاب سے ہزاروں پناہ گزیں ریاست کی سرحدوں سے داخل ہو کر کشمیر اور جموں آئے۔ اور سرینگر۔ مظفر آباد۔ پونچھ اور دیگر علاقوں میں بسنے لگے بیگم صاحبہ نے ان کے ہر ایک کیمپ کا دورہ کیا۔ انہیں تقریریں کیں اور نیشنل کانفرنس کی طرف سے امداد کی۔ یہ ہزاروں لوگ جنہیں پنجاب کے فرقہ دارانہ آگ نے اپنی آغوش میں لیا تھا کشمیر میں اس آگ کو پھیلانے سے روکے گئے۔ چنانچہ بیگم شیر کشمیر کی سرگرمیوں نے ریاست کو اس لعنت سے بچایا۔

یہ بات قابل ذکر ہے کہ بیگم شیر کشمیر کی سرگرمیاں صرف صوبہ کشمیر تک ہی محدود رہیں۔ انہوں نے صوبہ جموں کا دورہ نہیں کیا۔ جس کے نتیجے میں پونچھ کے علاقے میں کچھ ناخوشگوار واقعات رونما ہوئے۔ اس لئے بیگم صاحبہ کی موجودگی کو جموں میں بہت محسوس کیا گیا۔

"کاکسٹوکریسی" اوج کمال پر

اُس وقت ہر ایک نے شیر کشمیر کی ضرورت کو کافی محسوس کیا جو بھدرواہ جیل میں بند تھے سیاسی میدان میں ان کی شخصیت کو نہایت ضروری پایا گیا تاکہ وہ کشمیر کی سیاسی کشتی کو منجدھار میں سے نکال کے پار کرے اور پیچیدہ الجھن کو حل کرے۔ حکومت کی ڈانواڈول پالیسی پر سب پریشان تھے۔ ریاست

آئین ساز اسمبلی میں شامل نہیں ہوئی تھی اس لئے ریاست کی ہر ایک سیاسی جماعت نے جس میں مسلم کانفرنس بھی شامل تھی "ریاست کی قسمت کے معمار" شیر کشمیر کی جلد رہائی کا مطالبہ کیا یہ مطالبہ سب سے پہلے لیک سبھا نے کیا جس نے ۱۷ر جون ۱۹۴۷ء کو ایک قرارداد پاس کی جسمیں بتایا گیا کہ ملک کی فلاح وبہبودی کے لئے شیخ صاحب کو رہا کر دیا جائے تاکہ سب رہنما اکھٹے مل کر کشمیر کی مستقبل کا فیصلہ کر سکیں۔ لیکن حکومت پر اس کا خاک .... اثر نہ ہوا۔ کانگرس کے صدر آچاریہ کرپلانی اور شریمتی سوچیتا کرپلانی بھی اسی غرض کے لئے کشمیر آئے۔ مسٹر کاک کو بھی دہلی میں بلایا گیا۔ حالانکہ قوم کے پتا اور امن اور آزادی کے دیوتا گاندھی جی بھی مشکل مسافت کا لحاظ نہ کرتے ہوئے بھی کشمیریوں کو ڈھارس باندھنے کے لئے آئے۔ لیکن پھر بھی کاکسٹو کریسی بضد رہی اور اپنی پالیسی پر قطبی ستارے کی طرح ڈٹی رہی۔

ادھر ریاست کی سیاسی حالت روز بروز بدتر ہوتی جا رہی تھی۔ ہندوستان کی قسمت بدل چکی تھی۔ لوگ بدل چکے تھے اور سب کچھ بدل رہا تھا لیکن کاکسٹو کریسی بالکل غیر تبدیل شدہ تھی۔ باوجودیکہ حالات کافی بدل گئے تھے پھر بھی اس کی پالیسی میں ایک رتی بھر بھی فرق نہیں آیا۔ یہ اپنی جگہ پر ٹس سے مس نہ ہوئی چٹان کی طرح جمی رہی۔ خواہ کچھ بھی کیوں نہ ہو یہ کسی بات کو ماننے کے لئے تیار نہ تھی یہ نہ تو سیاسی قیدیوں کو رہا کرنے کے لئے تیار تھی اور نہ ہی آئین ساز اسمبلی میں شامل ہونا چاہتی تھی۔

دَور کا خاتمہ

آخرکار کاکسٹوکریسی (دور کاک شاہی) کے مالک مہاراجہ کشمیر نے اس کو اصلی کاکسٹوکریسی (بدترین حکومت) پایا۔ مہاراجہ نے محسوس کیا کہ کاکسٹوکریسی کے رہنما مسٹر کاک ریاست کی حالت کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا رہے ہیں، اس لئے وہ ان کے دیوان (وزیراعظم کے عہدہ) کو ختم کرنے پر مجبور ہوئے۔ یہ اگست ۱۹۴۷ء میں ایک نہایت خوشی کا دن تھا جب کشمیر کو کاکسٹوکریسی سے نجات ملی یہ اگست کا گیارواں دن تھا جب مہاراجہ کشمیر نے ۱۵ اگست ۱۹۴۷ء کو منانے سے پہلے ہی اپنے سب سے بڑے معزز۔ سب سے بڑے "وفادار" سب سے بڑے مہربان اور سب سے بڑے باوقار شخص کو وزیراعظم کی کرسی سے استعفےٰ دینے کا مطالبہ کیا۔ یہ جمہوریت کی فتح تھی اور عوام کی جیت خاص کر نیشنل کانفرنس کی کامیابی۔ کاکسٹوکریسی کا جنازہ نکل گیا اور اس کے جنم داتا۔ پالنے والے اور رہنما مسٹر کاک اب میدان سے ہٹ چکے۔

کشمیر کی قسمت کے معمار



"کشمیری گاندھی جی کے جھنڈے کو اونچا رکھنے کے لئے مصمم ارادہ کئے ہوئے ہیں اور اس طرح دو قوم کی نظریہ کی قبر کشمیر کی سرزمین میں کھود رہے ہیں۔"

۱۷ اگست ۱۹۴۸ء

ساتواں باب

کشمیر کی ہند میں شمولیت

"کاکسٹوکریسی" کے بعد

کاکسٹوکریسی کی موت کے بعد ریاست ڈوگرہ شاہی کے زیر اثر چلی گئی۔ مسلم کانفرنس کے بغیر تمام سیاسی جماعتوں نے کاکسٹوکریسی کی موت پر خوشیاں منائیں اور اس مبارک دن پر اپنے جذبات کا اظہار کیا۔ انہوں نے اس طرح سے کاکسٹوکریسی کی لاش کو شایان شان طریقے سے دفن کیا اور مہاراجہ کشمیر کا اس اُمید پر شکریہ ادا کیا کہ وہ ریاست میں پیدا شدہ تعطل کو ختم کریں گے اور ملک کو اتنا نقصان پہنچانے کے

بعد اس انتہائی نازک گھڑی میں عوام کو ریاست کے معاملات میں شریک کار بنائیں گے۔

رائے بہادر پنڈت رامچندر کاک کو ہٹانے کے بعد ٹھاکر جنک سنگھ کو عارضی طور پر اس کی چھوڑی ہوئی کرسی کا مہتمم مقرر کیا گیا۔ ٹھاکر جنک سنگھ کے عارضی وزیر اعظم بننے پر عوام اس خیال سے مطمئن تھے کہ ریاست میں مستقل طور پر وزیر اعظم کا سوال ریاستی عوام کے مشورے سے حل کیا جائے گا اور ریاست کسی ایک نوآبادی میں عوام کی مرضی سے شمولیت کا اعلان کرے گی۔ گلگت جو ۱۹۳۵ء میں انگریزوں نے فوجی اہمیت کو دیکھ کر حکومت کشمیر سے ۶۰ سال کے لئے اپنے انتظام میں لیا تھا ہندوستان سے اپنی اقتدار ختم ہونے پر انہوں نے یکم اگست ۱۹۴۷ء کو اسے حکومت کشمیر کو واپس دے دیا۔ حکومت کشمیر نے برگیڈیر گھنسار سنگھ کو گلگت کا گورنر مقرر کیا۔ حکومت اور عوام نے اکٹھے مل کر اس دن خوشیاں منائیں لیکن اس کے باوجود کشمیری مستقبل کے غور و فکر میں غرق تھے۔ وہ امید کرتے تھے کہ کوئی سیاسی تبدیلی ضرور ظہور پذیر ہوگی۔

غیر متبدل پالیسی

ریاست میں ان دنوں یہ عام چرچا تھا کہ ۱۵ اگست ۱۹۴۷ء کو جب کہ ہندوستان میں برطانوی اقتدار کا خاتمہ ہوگا اور ریاستوں کو آخری فیصلہ کرنا ہوگا کہ وہ کس نوآبادی میں شامل ہو جائیں، حکومت کشمیر بھی اسی دن کسی ایک نوآبادی میں شمولیت کا اعلان کریں گی۔ گو کہ عوام اس بات سے مطمئن نہ تھے کیونکہ ان کے محبوب لیڈر اور دیگر کارکن جیلوں کے اندر بند پڑے تھے اور اس لئے بھی کہ انہیں اپنی قسمت کے فیصلہ کرنے کا حق نہیں پہنچتا تھا۔

۱۵ اگست ۱۹۴۷ء ہندوستان کی تاریخ میں ایک انتہائی یادگار کا دن ہے۔ کیونکہ اس دن ملک کو صدیوں کی غلامی اور جد وجہد کے بعد آزادی حاصل ہوئی۔ لیکن بدقسمتی سے یہ دن ایسا بھی تھا جس میں مادر وطن کو مستقلاً ٹکڑے کیا گیا۔ اس کو تین حصے کر کے دو نوآبادیات میں تقسیم کیا گیا۔ یہ دن ریاستی حکمرانوں کے لئے بھی ایک بہت مبارک کا دن تھا کیونکہ اس دن انہوں نے برطانوی اقتدار سے چھٹکارا پا کر خود مختاری کو اپنے ہاتھوں میں آتے ہوئے پایا۔ اسی لئے مہاراجہ کشمیر نے اس دن کو بڑی تزک وشان کے ساتھ منایا۔ ریاستی عوام نے ہندوستانی ہونے کی حیثیت سے اس دن اپنے اپنے جھنڈے بلند کر کے اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ ریاست میں ہر مکان پر سرخ ہل والا جھنڈا لہرانے لگا اور کہیں کہیں ہند یونین کا ترنگا جھنڈا بھی بلند کیا گیا۔ لیکن ہر ایک کو یہ جان کر تسلی ہوئی کہ مہاراجہ کشمیر نے کسی ایک نوآبادی میں شمولیت کا اعلان نہیں کیا۔

جوں کا توں معاہدہ

مہاراجہ نے شمولیت کے مسئلہ کو ملتوی کر کے دونوں نوآبادیات (ہندوستان اور پاکستان) کے ساتھ جوں کا توں معاہدہ (سٹینڈ سٹل اگریمنٹ) جاری رکھا۔ اور اس آزادی کے دن پر دونوں ملکوں کو اپنی، اپنی رعایا اور حکومت کی طرف سے مبارکبادی اور خیر اندیشی کے پیغامات بھیجے۔ حکومت پاکستان نے پاکستان ریڈیو سے مہاراجہ کشمیر کے پیغام کا شکریہ ادا کیا اور جوں کا توں معاہدہ منظور کر لیا۔ ہند سرکار جوں کا توں معاہدہ ماننے پر راضی نہ ہوئی۔ وہ چاہتی تھی کہ خود مختاری عوام کے ہاتھ آنی چاہیئے اور ان کی مرضی سے ہی شمولیت کا فیصلہ کسی ایک نوآبادی میں عمل میں لایا جائے۔ باوجودیکہ مہاراجہ نے شمولیت کے

فیصلہ کو ملتوی کر دیا۔ پھر بھی ہند یونین نے عوام کے مفاد کے پیش نظر جوں کا توں معاہدہ پر کاربند رہنے کا فیصلہ کیا اور مہاراجہ پر ریاست میں ذمہ دار نظام حکومت قائم کرنے کی خواہش ظاہر کی اور باقی کسی غرض کے لئے کوئی دباؤ نہ ڈالا۔

ہند سرکار نے یہ بھی ظاہر کر دیا کہ وہ کبھی "فوری یا جابرانہ شمولیت کی خواہشمند نہ تھی بلکہ وہ لوگوں کے فیصلے کا انتظار کرے گی۔"

پاکستان کی بے رخی

پاکستان نے ۱۵ اگست ۱۹۴۷ء کو جنم لیا لیکن پیدا ہونے کے تھوڑے عرصہ بعد ہی اس نے نئے نئے روپ دکھانے شروع کئے۔ جوں کا توں معاہدہ منظور کر کے پاکستان نے کچھ دن بعد کشمیر کے ساتھ بالکل غیر جانبدارانہ پالیسی چلانی شروع کی۔ اگرچہ اس نے اس معاہدہ کو مان بھی لیا' اس کے ماننے کا اپنے ریڈیو سے اعلان بھی کیا لیکن اس وعدہ کو عملی صورت نہیں دی۔ وہ چاہتا تھا کہ ریاست کو ہر صورت میں پاکستان کے ساتھ الحاق کرنا چاہئے کیونکہ ریاست میں مسلمانوں کی اکثریت ہے۔ اس مقصد کو تقویت دینے کے لئے اس نے مسلم کانفرنس کو اپنا آلہ کار بنایا جسے ریاست کی سیاست میں کوئی جگہ نہ تھی اور جس کا اثر و رسوخ ریاست میں عموماً اور کشمیر میں خصوصاً بالکل نہیں تھا۔ صوبہ کشمیر میں بھی جہاں مسلمانوں کی تعداد ۹۳ فی صدی سے زیادہ ہے مسلم لیگ کے فرقہ دارانہ سیاست کو کوئی جگہ نہ ملی اور ان کے چند پیروکاروں کو پراپیگنڈہ میں کوئی کامیابی نہ ہوئی۔ انہوں نے حکومت کو ہمنوا بنانے کے لئے مسٹر کاک کو اپنایا تھا مگر اُن کی بدقسمتی سے کاکسٹوکریسی کا جنازہ نکل چکا۔ اس لئے مسلم لیگیوں کے لئے حکومت کشمیر میں اپنا اثر و رسوخ بڑھانے کے دروازے بند ہو گئے۔

پھر بھی انہوں نے اپنی سرگرمیوں کو جاری رکھا۔ بہت سے مسلم لیگی کارکن۔ سرکاری وغیر سرکاری افسر کشمیر بھیجے گئے۔ جن کو ہدایت کی گئی تھی کہ وہ مسلم کانفرنسی عناصر کو ریاست میں ابھارنے کی کوشش کرے اور جوابھر کے ریاست کی پاکستان میں شمولیت کے حق میں زبردست پراپیگنڈہ کرے۔ اُن کا خیال تھا کہ کشمیر میں کسی طرح سے فرقہ وارانہ فساد رونما کیا جائے تاکہ اندرونی فساد اور بیرونی حملہ سے کشمیر کو ہمیشہ کے لئے اپنے آغوش میں لایا جائے۔ اس فساد کو بپا کرانے کے لئے پاکستانیوں نے بہت سا اسلحہ اور ہتھیار کشمیر بھیجے۔ اگست ۱۹۴۷ء کے پچھلے دنوں میں صوبہ سرحد کے کئی ذمہ دار افسر سرینگر اسی غرض کے لئے آئے اور ریاست میں بغاوت بپا کرنے کی کوشش کرتے رہے۔ مگر بیگم شیر کشمیر کی کوششوں کی وجہ سے ان کی تمام امیدوں پر پانی پھر گیا اور ان کے تمام منصوبے خاک میں مل گئے۔ یہاں سے ناکام ہوکر انہوں نے ایک اور زبردست فتنہ اٹھانے کی کوشش کی۔ کیونکہ وہ چاہتے تھے کہ کشمیر کو کسی طرح سے پاکستان کے ساتھ الحاق کرنے پر مجبور کیا جائے۔ اس لئے انہوں نے اب فیصلہ کیا کہ پاکستان کو کشمیر کی اقتصادی ناکہ بندی کرنی چاہیئے تاکہ کشمیر مجبور ہو کر پاکستان کی سرن میں آجائے۔ اقتصادی ناکہ بندی ہی اُن کے لئے اب آخری ہتھیار رہ گیا تھا۔

اقتصادی ناکہ بندی کرنے سے پاکستانیوں کا خیال تھا کہ کشمیر میں ضروریات زندگی کی چیزوں کی قیمت کئی گنا بڑھ جائے گی۔ باہر سے کوئی چیز داخل نہ ہو سکے گی۔ تجارت کا سلسلہ ٹوٹ جائے گا۔ قحط اور مہنگائی کا خطرہ پیدا ہوگا اور کشمیریوں اور حکومت کشمیر کو احساس ہوگا کہ ان کی ریاست بغیر پاکستان کی امداد کے نہیں بچ سکتی اور پاکستان کو بہانہ ملے گا کہ وہ کشمیر میں اپنے ففتھ کالموں کے ذریعے کشمیر کو پاکستان کے دروازے پر ماتھا ٹیکنے پر مجبور کردے۔ چنانچہ پاکستان نے

ریاست کی مکمل طور ناکہ بندی شروع کی۔ ناکہ بندی کرنے سے انہوں نے جوں کا توں معاہدہ، کو بالکل ٹھکرا دیا اور بے رُخی پالیسی پر کاربند رہے۔

کشمیریوں پر حملہ

ان دنوں پنجاب میں فرقہ وارانہ فسادات زوروں پر چل رہے تھے مغربی پنجاب (پاکستانی علاقہ) کے کونے کونے میں یہ آگ بالکل بھڑک اٹھی تھی۔ ہر طرف خطرہ ہی خطرہ تھا۔ کچھ کشمیری جو راولپنڈی میں کام کرتے تھے ان خطرناک حالات اور نہ بجھنے والے آگ کو دیکھ کر اپنے گھر (کشمیر) واپس لوٹنا چاہتے تھے۔ انہوں نے اسی غرض کے لئے حکومت کشمیر کو تار بھیجا جس پر حکومت کشمیر نے حکومت پاکستان سے ان کے ریاست میں لانے کے بارے میں درخواست کی۔ ۳ر ستمبر ۱۹۴۷ء کو حکومت پاکستان نے درخواست کو منظور کر کے ان ۲۰۰ کشمیریوں کو پاکستانی لاریوں میں بٹھا کر فوجی محافظین (ملٹری اسکارٹ) کے ساتھ کشمیر روانہ کیا۔ لیکن صرف چند ایک میل جانے پر ہی فوجی محافظین آگے نکل گیا اور ان دو صد کشمیریوں کو پاکستانی غنڈوں اور لٹیروں کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا گیا ان پر پاکستانی ڈاکوؤں نے ایک ایک کر کے حملہ کیا اور پھر ان کشمیری بھائیوں کا کوئی پتہ نہ چل سکا۔ حکومت کشمیر نے احتجاج کیا۔ لیکن سب بے سود تھا کیونکہ وہ اپنے آپ بالکل بے بس تھی۔

شیر کشمیر کی رہائی

ریاست میں حالات دن بدن بدتر ہوتے جا رہے تھے۔ کشمیر کی سیاسیات خطرے میں تھی۔ اقتصادی طور کشمیر کا گلہ گھونٹا گیا تھا اور سماجی طور کشمیریوں میں

فرقہ وارانہ فساد برپا کرنے کی انتہائی کوشش کی جا رہی تھی۔ ایسے حالات ہوتے ہوئے بھی ریاست کے عوامی رہنما جیل کی تنگ و تاریک کوٹھڑیوں میں بند پڑے ہوئے تھے۔ کشمیر کی اس خطرناک اور حکومت کی ڈانواڈول پالیسی کو دیکھتے ہوئے ہر ایک کشمیری نے قومی رہنماؤں کی موجودگی کو انتہائی ضروری سمجھا ملک کی ہر ایک سیاسی جماعت نے "کشمیر کی قسمت کے معمار" شیر کشمیر کی فوری رہائی کا مطالبہ کیا۔ پاکستان کی بے رخی رویہ کو دیکھ کر حکومت کو بھی ذرا ہوش آنے لگا۔ مہاراجہ کشمیر نے مسٹر مہر چند مہاجن کو سرینگر بلایا اور آخر ۳۰ ستمبر ۱۹۴۷ء کی صبح کو کشمیریوں کے محبوب رہنما اور کشمیر کی کشتی کے ناخدا کو رہا کیا گیا شیر کشمیر کو ہر ایک جماعت اور ہر ایک کشمیری نے جس میں مسلم کانفرنس بھی شامل تھی شاندار استقبال کیا۔ دن کو انتہائی شان کا ایک دریائی جلوس نکالا گیا جس میں کشمیریوں نے اپنے قومی ہیرو کا پرتپاک طور سے خیر مقدم کیا۔ دریائے جہلم کے دونوں کنارے ڈیوڑھیوں۔ قالینوں۔ شالوں۔ جھنڈیوں۔ زر بفتوں۔ ریشمی اور کئی قسم کے کپڑوں کے سجانے سے ایک سنہری ندی بن گئی تھی جس کے اندر شکارے (چھوٹی کشتیاں) حوروں کی طرح ناچتے تھے۔ کنارے کے دونوں طرف کشمیری عوام اپنے محبوب رہنما کے دیدار کے لئے تڑپ رہے تھے۔ شیر کشمیر پرندے (شاہی کشتی) میں سوار ہو کر کشمیر کی قسمت کا نظارہ دیکھ رہے تھے۔ "شیر کشمیر کی جے" وغیرہ قسم کے فلک شگاف نعروں سے تمام شہر گونج رہا تھا۔ ساڑھے پانچ بجے دریائی جلوس ختم ہوا اور لوگ دھڑا دھڑ حضوری باغ دوڑے جہاں ۶ بجے شیخ صاحب نے ایک لاکھ سے زاید کشمیریوں کو مخاطب کیا کہ کشمیر ایک انتہائی نازک دور سے گزر رہا ہے اور اس کو اس بات کا فیصلہ کرنا ہے کہ وہ کس نوآبادی میں شامل ہو۔ مگر جیسا کہ نیشنل کانفرنس نے واضح کیا ہے

کشمیر کی شمولیت کا مسئلہ کشمیر کی آزادی کے بعد حل ہو سکتا ہے۔ شمولیت بعد آزادی ہمارا نعرہ ہے۔ ہماری آزادی فوری مسئلہ ہے اور شمولیت کا فیصلہ ثانوی معاملہ ہے۔ کشمیر آزاد ہو کے ہی اپنی قسمت کا فیصلہ کر سکتا ہے، آزاد کشمیری ہی یہ دیکھ سکتے ہیں کہ ان کا مفاد کس نوآبادی میں شامل ہونے سے ہو سکتا ہے۔

شیر کشمیر نے یہ بھی فرمایا کہ شمولیت کا فیصلہ ۴۰ لاکھ کشمیریوں کو کرنا ہے اور یہ فیصلہ تب ہو سکتا ہے جبکہ وہ آزاد ہوں۔ ذاتی طور میں محسوس کرتا ہوں کہ ہمیں ریاست کی اقتصادی حالت کو مذہبی مسئلہ کی نسبت ذہن میں لانا چاہیئے۔ یہ بالکل عیاں ہے کہ میں نہ تو کبھی دو قوم کے نظریہ کو مانتا تھا، نہ اب پاکستان کے وجود میں آنے سے مان سکتا ہوں اور نہ آئندہ کبھی اس کا قائل بن سکتا ہوں۔ مذہب کو سیاسیات میں کوئی دخل نہیں ہے۔ میں اس وقت مسٹر جناح اور دوسرے پاکستانیوں سے یہ پوچھنے کا حق رکھتا ہوں کہ وہ اس وقت کہاں تھے جس وقت کشمیر کے عوام جدوجہد کر رہے تھے؟ مصیبتوں کے شکار ہو رہے تھے؟ انہوں نے ہر وقت ہماری تحریکوں کی مخالفت کی۔ لیکن باوجود ان اختلافات کے اگر کشمیری عوام اُن کے ساتھ ملنا چاہتے ہیں۔ اُن کے ساتھ رہنا چاہتے ہیں۔ تو میں اس فیصلے کا خیر مقدم کروں گا۔

شیر کشمیر کے رہا ہونے سے پہلے نیشنل کانفرنس کے قائم مقام صدر بخشی غلام محمد جو کشمیر سے باہر "کشمیر چھوڑ دو" تحریک کے سلسلے میں پرچار کر رہے تھے۔ حکومت کشمیر نے ستمبر ۱۹۴۷ء کے شروع میں ان کی گرفتاری کا وارنٹ منسوخ کیا اور بخشی صاحب سرینگر بذریعہ ہوائی جہاز آ گئے۔ ان کا کشمیری عوام نے بڑی آن بان سے استقبال کیا۔ انہوں نے کشمیریوں پر

واضح کیا کہ کشمیر کی شمولیت کا معاملہ ثانوی حیثیت رکھتا ہے۔ کشمیر کا اہم اور فوری مسئلہ آزادی کا مسئلہ ہے۔ کشمیریوں کو پہلے آزاد ہونا چاہیئے اور پھر آزاد ہو کے اپنی قسمت کا فیصلہ کرنا چاہیئے۔ شمولیت بعد آزادی ہر کشمیری کا نعرہ ہے۔ انہوں نے کشمیریوں کو تلقین کی کہ انہیں فیصلہ کرتے وقت اُس نو آبادی میں الحاق کرنا چاہیئے جس میں وہ اپنی بے حد غربت اور اقتصادی پستی کو دور کرنے کی امید رکھ سکتے ہیں۔ مگر اس وقت جبکہ ہمارے رہنما ابھی جیلوں میں ہی ہیں ہمارا اہم کام فرقہ وارانہ اتحاد کو مضبوطی سے قائم رکھنا ہے۔

شیخ صاحب نے رہا ہونے کے بعد شہر کے کئی مقاموں پر کئی جلسے منعقد کیئے جہاں انہوں نے کشمیریوں کو اتحاد اور یک جہتی کی تلقین کی۔ انہوں نے فرمایا کہ صرف فرقہ وارانہ اتحاد سے ہی وہ کامیابی اور ترقی کی منزل پر پہنچ سکتے ہیں اور اپنے نصب العین کو حاصل کر سکتے ہیں۔ کشمیریوں کو پنجاب کے فرقہ وارانہ فسادات سے پاک رہنا چاہیئے اور اپنے وطن کو اس لعنت سے بچانے کے لیئے ہوشیار رہنا چاہیئے۔ خانقاہ معلی کی ایک تقریر میں انہوں نے ریاست میں فرقہ وارانہ امن کو برقرار رکھنے کے لیئے دس ہزار رضاکاروں کی بھرتی کا اعلان کیا جو کچھ دنوں کے اندر اندر بخشی صاحب کی کمان میں بچاؤ فوج کی صورت میں تیار کی گئی۔ شیخ صاحب نے اس وقت اعلان کیا:۔

”ممکن ہے کہ آپ کو جلد ہی اپنی ملک کی آزادی کے لیئے بیرونی حملے کے خلاف لڑنا پڑے۔ ہم قبائلی لٹیروں کے بندوقوں سے پاکستان میں شامل ہونے کے لیئے مجبور نہیں کیئے جا سکتے۔ ہم آزاد ہونا چاہتے ہیں اور ہم آزاد ہو کر ہی رہیں گے!“

نئے وزیر اعظم

مسٹر کاک کے ہٹنے کے بعد ٹھاکر جنک سنگھ کو عارضی طور پر وزیر اعظم مقرر کیا گیا اور عوام کا خیال تھا کہ مہاراجہ بہادر ریاست میں ذمہ دار نظام حکومت کا اعلان کریں گے اور ملک کی ذمہ داری عوام کے ہاتھ منتقل کر دیں گے۔ لیکن عوام میں حیرانی کی کوئی انتہا نہ رہی جبکہ مہاراجہ نے پھر سے غیر ذمہ دارانہ پالیسی کو جاری رکھنے کا فیصلہ کیا اور جسٹس مہر چند مہاجن کو ۵ سال کے عرصے کے لئے وزیر اعظم مقرر کیا۔ انہوں نے اپنے عہدے کا چارج لینے کے دن ہی ایک پریس کانفرنس بلائی جس میں انہوں نے واضح کیا کہ حکومت کا منشا ریاست کو کسی ایک نو آبادی میں شامل کرانے کا نہیں ہے۔ اِس کے تھوڑے دنوں کے بعد ہی ریاست کے تمام سیاسی قیدی رہا کئے گئے۔

"غیر مطلوب" وزیر اعظم نے اپنی کرسی کو ۵ سال کے لئے مضبوط بنانے کے لئے ذمہ دار نظام حکومت دینے کے بارے میں کہا۔

"مجھے کانگریس کی بنائی ہوئی عوامی حکومتوں سے مایوسی ہوئی ہے۔ اور میں کشمیر میں ایسا واقع ہونے نہ دوں گا۔ ابھی کشمیری ایسی ذمہ داریوں کو سنبھالنے کے لئے قابل نہیں ہیں اور انہیں ایسی تربیت دینے کے لئے کافی سے زیادہ وقت لگے گا۔"

مکمل اقتصادی ناکہ بندی

پاکستان نے ریاست میں فرقہ وارانہ فساد بپا کرانے کی کافی کوشش کی لیکن اس کی سب کوششیں رائگاں ہوئیں۔ یہاں سے ناکام ہو کر اس نے

اقتصادی ناکہ بندی شروع کر دی۔ اس نے پٹرول، نمک، کپڑا، چینی، گیہوں
اور دیگر چیزیں کشمیر جانے سے روک دیں اور جوں کا توں معاہدہ کی دھجیاں ہوا
میں اڑا دیں۔ کشمیر کا گلا دبوچنے کے لئے تمام ضروریات زندگی بند کر دیں۔ اور
اب نئے وزیر اعظم کے اظہار کرنے سے کہ ریاست کسی نو آبادی میں شامل
ہونے کا ارادہ نہیں رکھتی ہے حکومت پاکستان پر واضح ہوا کہ کشمیر پاکستان
میں ابھی شمولیت نہیں کرے گا۔ اس لئے انہوں نے ریاست پر دباؤ ڈالنے
کے لئے اقتصادی ناکہ بندی کو زیادہ مضبوط کیا اور تعجب یہ کہ ایسا رویہ اختیار
کرنے کے بعد بھی وہ اعلان کرتے رہے کہ وہ جوں کا توں معاہدہ پر کاربند ہیں
اور اسے عملی صورت دے رہے ہیں۔ حکومت کشمیر نے حکومت پاکستان کے اس
ناپاک ارادے کے خلاف بار بار احتجاج کیا۔ انہیں پرانی دوستی کا واسطہ یاد
دلایا اور انہیں درخواست کی کہ انہوں نے جوں کا توں معاہدہ منظور کر لیا ہے
اور انہیں اپنے وعدے پر کاربند رہنا چاہیئے لیکن اس کا خاک کوئی اثر نہ ہوا
حکومت کشمیر نے مجبور ہو کر ایک ذاتی نمائندہ بھی پاکستان بھیجا مگر سب بے کار
ثابت ہوا۔

کشمیر کے وزیر اعظم نے پاکستان کے گورنر جنرل مسٹر جناح کو دو تاریں
۱۵ اکتوبر ۱۹۴۷ء اور ۱۸ اکتوبر ۱۹۴۷ء کو بھیجیں تاکہ وہ کشمیر کے ساتھ اپنی حکومت
کے رویہ کا جائزہ لے۔ جناح صاحب نے الٹا اس حقیقت کو ماننے سے انکار
کیا اور ۲۰ اکتوبر ۱۹۴۷ء کو ایک تار مہاراجہ کشمیر کو بھیجا جس میں انہوں نے
فرمایا۔

"میری حکومت اپنی خود اعتمادی پر پابند رہ کر جوں کا توں معاہدہ پر کار
بند رہنے کا ہر ایک ارادہ رکھتی ہے۔"

یہ سب بہانے تھے۔ دھوکے تھے اور ریاست کی گردن میں خنجر ڈال کر حکومت کشمیر کو تسلی دینے کے طریقے تھے۔ پاکستان اقتصادی طور ریاست کا گلا گھوٹنا چاہتا تھا اور گلا گھونٹ کے کشمیریوں کو تڑپانے کا خواہشمند تھا۔ وہ یقین کرتا تھا کہ کشمیر میں بغاوت کے آثار پیدا ہوں گے لوگ قحط اور مہنگائی کے خلاف آواز اٹھائیں گے اور حکومت مصیبت میں گرفتار ہوگی پھر کشمیری نیم بسمل ہو کر اپنی حکومت کو مجبور کر کے خود بخود پاکستان کے دروازے پر دستک دیں گے اور پاکستان اپنی گردن اکڑا کے اس کو ہمیشہ کے لئے اپنی غلامی کے پنجے میں لے لیگا۔ راستے جو کشمیر کو پاکستان کے ساتھ ملاتے تھے پہلے سے ہی خطرے میں پڑے ہوئے تھے۔ ان راستوں پر پاکستانی غنڈے لوٹ مار۔ آتش زنی اور تباہی بپا کر رہے تھے اور باوجودیکہ وہ سب مسلمان تھے پھر بھی وہ کشمیر کے مسلمانوں کو اپنا شکار بنا کے ہی چھوڑتے تھے۔ ہندوؤں اور سکھوں کا کہنا ہی کیا وہ پہلے سے ہی ان کی پیاس بجھانے کی دوا تھے۔ بس یہ راستے پاکستان غنڈوں اور لٹیروں کی وجہ سے بالکل بند ہو گئے تھے۔

حکومت کشمیر کے بار بار احتجاج اور ان راستوں کے پرخطر ہونے کی وجہ سے پاکستان نے حکومت کشمیر کو تسلی کرانے کے لئے ڈپٹی کمشنر راولپنڈی کو سری نگر بھیجا تاکہ وہ حکومت کشمیر پر اچھی طرح واضح کریں کہ حکومت پاکستان سختی سے جوں کا توں معاہدہ پر کاربند ہے۔ اور وہ ان کو ضروریات زندگی کی چیزیں بھیجنے کا انتظام کر رہی ہے۔ لیکن یہ سب مکاری تھی۔ اور جو انکا اصلی مطلب تھا اس میں انہیں کامیابی کی امید ہو رہی تھی۔ انھوں نے اپنے ناپاک منصوبوں کو عملی جامہ پہنانے کے لئے کشمیر کی مکمل ناکہ بندی کر دی جس کی وجہ سے ریاست میں پٹرول۔ نمک۔ چینی اور کپڑے کی سخت قلت

پیدا ہو گئی۔

کشمیر بے دست و پا

حکومت کشمیر نے پھر بھی ہمت کو ہاتھ سے جانے نہ دیا اور رسل و رسائل کے مشکلات کو حل کرنے کے لئے دوسرے تدابیر اختیار کیں۔ اس نے پٹرول حاصل کرنے کے لئے برما آئل کمپنی سے خط و کتابت کی جنھوں نے پٹرول بھیجنا منظور کیا۔ لیکن ان کا یہ پٹرول بھی کشمیر پہنچ نہ سکا کیونکہ کمپنی کا یہ پٹرول حکومت پاکستان نے سیالکوٹ میں ہی روک دیا۔ ۷ ہزار من گیہوں جو حکومت کشمیر کا حکومت پاکستان کے پاس تھا اور جسکی ادائیگی کشمیر سرکار نے پہلے سے ہی کی تھی۔ حکومت پاکستان نے راولپنڈی میں ہی روک رکھا تھا۔ بہت احتجاج کرنے پر حکومت پاکستان نے ایک قلیل تعداد بھیجی اور باقی بھیجنے کا بھی اقرار کیا۔ لیکن یہ جعلسازی اور ظاہری دوستی تھی۔ پاکستان کشمیر کو اقتصادی طور پر تباہ کرنے پر تلا ہوا تھا۔ اس کو بے دست و پا کر رہا تھا جس کی وجہ سے ریاست کی حالت دن بدن نازک ہوتی جا رہی تھی۔

ہزاروں سیاح کشمیر آئے ہوئے تھے اور وہ سردیاں شروع ہونے سے پہلے اپنے گھر واپس جانا چاہتے تھے۔ پنجاب کے فسادات اور پاکستان کے رویہ کو دیکھکر وہ کشمیر چھوڑنے کے لئے ماہی بے آب تھے۔ ان میں سے کئی چلے گئے اور ایک بڑی تعداد سری نگر میں رکی پڑی تھی۔ وہ جانے کے لئے تڑپ رہے تھے لیکن پٹرول کی قلت کی وجہ سے جانے سے قاصر تھے۔ پاکستان نے اپنی سرحدوں سے کشمیر کے راستے کاٹ دئے تھے اور پہلے سے ہی پاکستان غنڈوں اور لیٹروں کی وجہ سے خطرناک اور بے بچاؤ بن گئے تھے

اس طرح سے سری نگر، جموں بلکہ سارا کشمیر باقی دنیا سے کٹ گیا۔ صرف ایک ہوائی راستہ تھا جس کو حکومت پاکستان بند نہ کر سکی مگر جس کے لئے بھی پٹرول کی اشد ضرورت تھی اور جو حکومت کشمیر کے پاس بالکل ختم ہو چکا تھا پھر بھی یہ ہوائی راستہ کشمیر کی لاش میں خون کی ایک شاہرگ تھی جسکی وجہ سے کشمیر کی موت مکمل طور پر ظاہر نہ ہوئی۔

یہاں یہ بیان کرنا بھی ضروری ہے کہ ۱۵ اگست ۱۹۴۷ء کے بعد ریاست کے خبر رسانی کے ذرائع ڈاک، ٹیلیگراف وغیرہ سب پاکستان کے محکمہ خبر رسانی کے تحت مقرر کئے گئے۔ باوجود "جوں کا توں معاہدہ" کے کشمیر کے سب ڈاکخانے، ٹیلیگراف اور ٹیلیفون پاکستان کے کنٹرول میں رکھے گئے تھے مگر پاکستان کے الحاق میں آنے سے یہ خبر رسانی کے ذرائع بالکل بے کار ہو گئے۔ پاکستانیوں نے ان کو بھی ناکارہ بنا دیا۔ چٹھیاں غائب۔ رجسٹریاں غائب۔ پارسل غائب اور تاریں لاپتہ ہو جاتی تھیں۔ پاکستانی علاقے میں یہ سب ہضم ہو جاتے تھے۔ حکومت کشمیر پاکستان کی اقتصادی اور تجارتی ناکہ بندی کی وجہ سے ہر مشکل کا سامنا کر رہی تھی۔ پھر بھی اس نے ہمت نہ ہاری۔ عوام کے ضروریات کو بہم پہنچاتی رہی اور قناعت سے گزارہ کرتی رہی۔

پاکستان کی چال

پاکستان کے اس رویہ کے خلاف کشمیر نے آواز بلند کی۔ لیکن کون سنتا؟ اس پر مصیبت کے پہاڑ ٹوٹ پڑے تھے۔ وہ اپنی قسمت پر چھوڑی گئی تھی اور پاکستان کے رحم و کرم پر پڑی تھی۔ پاکستان کی غیر متبدل پالیسی کو دیکھکر

اس نے بالآخر ۳۰ اکتوبر ۱۹۴۷ء حکومت برطانیہ سے اپیل کی۔ وزیراعظم برطانیہ مسٹر ایٹلی کو مداخلت کی درخواست کی۔ لیکن بے سود۔ پاکستان نے اس پر بھی بس نہیں کی۔ اس نے اقتصادی اور تجارتی تعلقات مکمل طور توڑ کر اب ریاست کے سیاسی تعلقات کو بھی خطرے میں لانا شروع کیا۔ اقتصادی زندگی کو ختم کرنے کے بعد ملک کی سیاسی زندگی کو ختم کرنے کے منصوبے تیار ہو چکے تھے۔ حکومت پاکستان چاہتی تھی کہ کسی طرح سے کشمیر پاکستان کا جزو بن جائے۔ اس معاملے کو سلجھانے کے لئے وہ پہلے کشمیر کی خود مختاری پر زور دے رہے تھے اور اس مطلب کو پورا کرنے کیلئے مسٹر کاک کو طرح طرح کے یقین دلائے تھے۔ لیکن مسٹر کاک کے ہٹنے کے بعد میدان کانگرسیوں کے بجائے ڈوگرہ شاہی کے زیر اثر چلی گئی۔ حالات بدل گئے اور پاکستان نے ہر طرف سے ہاتھ پاؤں مارنے شروع کئے تمام ہا "آزاد کشمیر حکومت" کے سابق ڈائرکٹر محکمہ اطلاعات کا بیان ہے:۔

"مسٹر جناح نے مہاراجہ کشمیر اور ہند یونین کے درمیان جھگڑا کرانے کی کوشش کی تاکہ کشمیر ہند یونین میں شامل نہ ہو۔ اس مقصد کے لئے مسلم کانفرنس کو ہدایات بھیجی گئیں کہ کشمیر کی آزادی کے حق میں زبردست پراپیگنڈہ کریں۔ اس نے پنڈت کاک کو نواب بھوپال کی معرفت یقین دلایا کہ پاکستان کشمیر کی آزادی کا احترام کریگا اور اگر ہندوستان نے کسی قسم کی پابندی نافذ کی۔ تو اس کے خلاف کشمیر کی ہر ممکن مدد کریگا۔

" ادھر جب پنڈت کاک برخاست کر دیا گیا اور شیخ عبداللہ رہا ہو گئے اب مسٹر جناح کو خیال ہوا کہ اگر میں خاموش رہا تو بنا بنایا کھیل بگڑ جائیگا۔ اور کشمیر سے ہاتھ دھونے پڑیں گے۔ چنانچہ شیخ صادق حسن کو سری نگر

بھیجا گیا تاکہ مسلم کانفرنس کو ہدایات کی جائے کہ ریاست کی پاکستان میں شمولیت کے حق میں زور شور سے پراپیگنڈہ شروع کردیں۔ مسلم کانفرنس کی کمک کو بہت سے مسلم لیگی کارکن سری نگر روانہ کئے گئے۔ صوبہ سرحد کے بہت سے سرکاری اور غیر سرکاری اشخاص کشمیر میں اس مقصد کے ساتھ داخل ہوئے کہ وہاں فرقہ وارانہ فساد شروع کرادیے جائیں۔

"یہ لوگ اپنے ساتھ بہت سا اسلحہ اور دیگر ہتھیار لے گئے اور خفیہ طور مسلمان نوجوان کے جتھے بھرتی کرنے شروع کردیئے... اگست ۱۹۴۷ء کے آخر میں وزیر اعظم صوبہ سرحد کے سیکرٹری غلام اسحاق خاں، مسٹر خوشدل ایس۔ پی پشاور اور رحیم داد خاں اسسٹنٹ کمشنر مانسہرہ چند دیگر افراد کی معیت میں سری نگر آئے اور خفیہ طور بہت سے ہتھیار درآمد کرنے میں کامیاب ہوگئے جو انہوں نے سری نگر میں تقسیم کیے۔ اس کے علاوہ پٹھانوں اور پنجابیوں کی ایک معقول تعداد سیر کے بہانے کشمیر پہنچ گئی۔ ان میں سے اکثر فوجی افسر تھے۔ اس کے ساتھ ہی ساتھ سیالکوٹ کے راستے جموں میں بہت سے ہتھیاروں کی خفیہ درآمد کی گئی۔ پونچھ اور میرپور کے لوگ پہلے سے ہی مسلح تھے۔ اس طریق سے ریاست کے اندر بدنظمی پھیلانے کا میدان تیار ہوچکا تھا۔"[1]

تسخیر کشمیر کے لئے چندہ

ریاست کی اقتصادی ناکہ بندی کرنے کے ساتھ ساتھ حکومت پاکستان

---

[1] مسٹر جی۔ کے۔ ایڈی۔ ڈائرکٹر محکمہ اطلاعات عامہ بہ "آزاد کشمیر" گورنمنٹ (پاکستان)

نے شیر کشمیر کو پھانسنے کی کوشش کی تاکہ نیشنل کانفرنس کو اپنی طرف موڑ کے اپنا ناپاک منصوبہ کامیابی کے ساتھ لاگو کرائے۔ مگر بھلا شیر کیسے پنجے میں آسکتا تھا؟ پھر بھی اس مقصد کو پورا کرنے کے لئے پاکستان کے کئی افسر اُن سے ملاقات کرنے کے لئے سری نگر آئے۔ مسٹر ریڈی کا بیان ہے:-

"ریاست کا اقتصادی گلہ گھونٹنے کے بعد راولپنڈی کے ڈپٹی کمشنر شیخ نورالحق اور ڈاکٹر ایم۔ ڈی۔ تاثیر کو ریاست اس بہانہ سے بھیجا گیا کہ وہ حکومت کشمیر کے ساتھ پنجاب سے آنے والی ضروری اشیا بھیجنے کے انتظام کے بارے میں گفتگو کریں۔ مگر درحقیقت وہ شیخ عبداللہ سے ملنے آئے تھے تاکہ انھیں پاکستان کی حمایت پر آمادہ کیا جائے۔ چنانچہ وہ شیخ صاحب سے ملے اور اُن سے گفتگو ہوئی۔ جس کے بعد شیخ عبداللہ کے ساتھی غلام محمد صادق کو مزید بات چیت کے لئے راولپنڈی روانہ کیا گیا۔ اس سے پہلے بخشی غلام محمد نے نواب ممدوٹ۔ لیاقت علی خاں اور عبدالقیوم خاں سے لاہور اور راولپنڈی میں ملاقات کی تھی۔ پاکستان نے کشمیر کے لئے خاص مراعات کی پیشکش کی بشرطیکہ شیخ عبداللہ پاکستان میں شمولیت کے لئے دباؤ ڈالیں۔

مجھے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ لیاقت علی خاں نے اس امر کا یقین دلایا کہ مرکز کی طرف سے دفاع۔ مواصلات اور بیرونی حکمت عملی کے علاوہ کسی معاملہ میں مداخلت نہ ہوگی۔ اور باقی ہر اعتبار سے کشمیر آزاد اور خود مختار ہوگا۔ مزید براں کشمیر کو یہ حق ہوگا کہ وہ دس سال کے عرصہ کے بعد اپنی شمولیت پر نظرثانی کرے گا۔"[۱]

---

[۱] ڈائرکٹر محکمہ اطلاعات عامہ۔ "آزاد کشمیر گورنمنٹ"۔ پاکستان

گرفتار کرنے کی چال

شیخ محمد عبداللہ نے مسٹر صادق کو دوبارہ لاہور بھیجا جہاں انہوں نے پاکستانیوں کے سامنے نیشنل کانفرنس کا نظریہ پیش کیا۔ اس اثنا میں شیخ صاحب کو حکومت پاکستان کی طرف سے ایک دعوت نامہ ملا اور اُن سے درخواست کی گئی کہ وہ اپنے آپ کراچی آ کر ان سے گفتگو کریں۔ شیخ صاحب نے اس درخواست کے ملنے سے پہلے دہلی میں آل انڈیا سٹیٹس پیوپلز کانفرنس کی صدارت کی ذمہ داریوں کو سنبھالنے کے لئے فیصلہ کر لیا تھا کیونکہ کانفرنس کی سٹینڈنگ کمیٹی کا جلسہ ۱۸ر اکتوبر ۱۹۴۷ء کو ہونے والا تھا۔ اس لئے شیخ صاحب کے لئے اسوقت کراچی جانا ناممکن تھا۔ بہر حال انہوں نے پاکستان کی دعوت کو منظور کیا اور انہیں جواب بھیجا کہ وہ دہلی سے لوٹنے کے بعد کراچی آ سکیں گے مگر در اصل ان کو کراچی بلانے کی چال انہیں گرفتار کرنے کی کمینہ سازش تھی تاکہ نیشنل کانفرنس کی حیثیت کو ختم کر کے کشمیری عوام کو گمراہ کن پراپیگنڈہ سے پاکستان کا ہمنوا بنا لے۔ اور اگر شیخ صاحب پاکستان کے حق میں رضامند ہو جاتے تو وہ

"اس بات کا اعلان کرتے کہ کشمیر کی جغرافیائی حیثیت اور فرقہ وارانہ ساخت کا تقاضہ یہ ہے کہ یہ ریاست پاکستان میں شامل ہو اور اگر مہاراجہ یہ مشورہ قبول کرنے سے انکار کر دے۔ تو پھر تمام ریاست میں بغاوت کا ایک سلسلہ کھڑا کر دیا جائے جس میں پاکستان کی طرف سے تقسیم شدہ اسلحہ استعمال کیا جائے اور باہر سے ریاست پر اسی طرح حملہ کرایا جائے جیسا کہ اب ہو چکا ہے۔ اس بغاوت کے شروع ہونے سے پہلے شیخ عبداللہ

اور ان کے ساتھی پاکستان کی حدود میں آجائیں اور وہاں پہنچکر ایک عارضی حکومت قائم کرلیں جس کے صدر شیخ عبداللہ ہوں۔

"اس سکیم کو تیار کرتے ہوئے پاکستان حکومت کو یہ یقین تھا کہ یہ بیل منڈھے نہیں چڑھے گی۔ جناح کا شروع میں ہی یہ خیال تھا کہ شیخ عبداللہ اس جال میں نہیں آئیں گے مگر حقیقی سازش یہ تھی کہ ان گفتگوؤں کی بنا پر جو نیشنل کانفرنس سے ہو رہی تھیں، شیخ عبداللہ کو پاکستان آنے کی دعوت دی جائے اور اُن کا شاہانہ استقبال کیا جائے۔ اگر تو وہ لیگی قائد کے سحر میں آگئے تو خیر، ورنہ شیخ عبداللہ کی جناح سے ملاقات کے دو دن بعد کشمیر پر حملہ بول دیا جائے جس کا انتظام وزیر اعظم پاکستان کے سپرد تھا۔ اور اگر شیخ عبداللہ کچھ لیت و لعل کریں اور جناح کے نشانے کا شکار بننے سے انکار کریں تو انھیں خفیہ طور پر گرفتار کرکے کسی نامعلوم مقام پر نظر بند کردیا جائے اور ان کے نام سے ایک عارضی حکومت کا اعلان کردیا جائے اور ان کے جعلی دستخطوں سے مختلف بیانات و اعلانات جاری کئے جائیں اور جب قبائلی لٹیرے کشمیر میں تباہی بپا کررہے ہوں تو کشمیر کے غریب عوام یہی سمجھیں کہ انہیں شیخ عبداللہ نے بھجوایا ہے۔ مجھے معلوم نہیں کہ شیخ عبداللہ کو اس سازش کی بھنک پڑ گئی تھی۔ یا پھر وہ کراچی جانے کا خیال رکھتے تھے، لیکن جونہی شیخ عبداللہ نے دہلی جاکر پنڈت نہرو سے ملاقات کا فیصلہ کیا تو حکومت پاکستان کا بنا بنایا کھیل بگڑ گیا اور انہیں یقین ہوگیا کہ شیخ عبداللہ ان کی چالوں میں آنے والے نہیں۔ چنانچہ انہوں نے ریاست پر حملہ کرنے کا فیصلہ کیا اور اس مقصد کیلئے ضروری ہدایات بھی جاری ہوگئیں"۔[1]

[1] جی۔ کے۔ ریڈی، ڈائرکٹر محکمہ اطلاعات عامہ "آزاد کشمیر گورنمنٹ" پاکستان۔

حملہ کرنے کی مشق

کشمیر میں بغاوت اٹھانے کے لئے پاکستان نے ریاست میں خفیہ طور پر اسلحہ اور دیگر سامان بھیجا تھا اور کشمیری مسلمانوں کو اکسانے کے لئے بہت سے مسلم لیگی افسر اور کارکن ریاست میں داخل ہو چکے تھے۔ ادھر ریاست کی مکمل طور ناکہ بندی کی گئی تھی اور ادھر حملہ کا سب سامان مکمل طور تیار کیا جا چکا تھا۔ ستمبر کے شروع سے ہی اب ریاست کے سرحدوں پر پاکستانیوں نے لوٹ مار شروع کیا۔ مانسہرہ۔ پونچھ۔ میرپور۔ کوٹلی۔ بھمبر اور کٹھوعہ کے علاقے میں پاکستانیوں نے پاکستان کی سرحد کو پار کر کے ریاست پر حملہ کرنے کی مشق شروع کی اور چند دنوں کے بعد ہی تمام صوبہ جموں پر پاکستانی سرحد کے پار سے حملہ ہونے لگا۔ حکومت کشمیر نے پاکستان کے گورنر جنرل مسٹر جناح سے اپیل کی کہ وہ ان حملہ آوروں کو کشمیر کی سرحدیں آنے سے روک دیں لیکن سب باتیں بے کار تھیں۔ حکومت کشمیر نے ریاستی سپاہیوں کو اب سرحدوں پر تعینات کیا تا کہ وہ سرحدوں کی حفاظت کر کے ان حملہ آوروں کو لوٹ مار کرنے سے روک دیں پاکستان کا بھی یہی منشا تھا کہ ریاستی سپاہیوں کو تتر بتر کر کے وسیع پیمانے پر حملہ کرنے کا راستہ صاف کرائے ریاستی سپاہیوں نے ان حملہ آوروں کو ریاست کی سرحد کے پار بھگا دیا۔ لیکن اسوقت پونچھ میں پاکستان سے آئے ہوئے حملہ آوروں نے فساد شروع کرایا۔ لیکن حکومت کشمیر نے مکمل طور پر اس پر قابو پالیا۔ اس کے بعد مہاراجہ

کشمیر نے سرحدی علاقوں کا معائنہ کیا۔ ہز ہائنس یہ دیکھ کر حیران ہوئے کہ جموں پاکستان سرحد کے اندر ۴ میل میں ریاستی باشندوں کے مکانات لوٹے اور جلائے گئے تھے اور ان میں سے ۷۵ فی صدی مارے جا چکے تھے۔

اس پر ریاست کے وزیر اعظم نے اعلان کیا کہ اگر پاکستان کا رویہ ایسا ہی رہا اور حالات نہ بدلے تو وہ بیرونی امداد کی تلاش کریں گے لیکن اس دھمکی کا کیا فائدہ نکلنا تھا۔ پاکستان نے وسیع پیمانے پر حملہ کرنے کی چال مکمل کر رکھی تھی اور کشمیر کو پاکستان کی زد میں لانے کی تیاریاں پوری ہو چکی تھیں۔

شیرِ کشمیر کا اظہار

آل انڈیا سٹیٹس پیوپلز کانفرنس کے جلسے میں شرکت کرنے کے لئے شیخ صاحب ۱۷ اکتوبر ۱۹۴۷ء کو دہلی آئے اور یہاں انہوں نے کانفرنس کی سٹینڈنگ کمیٹی کے کئی جلسے منعقد کرنے کے بعد ۲۰ اکتوبر ۱۹۴۷ء کو سری نگر واپس گئے۔ دہلی میں انہوں نے ریاست کی شمولیت کے مسئلہ پر اظہارِ رائے زنی کرتے ہوئے فرمایا کہ کشمیر کی شمولیت کا فیصلہ کشمیری عوام ہی کر سکتے ہیں اور وہ بھی تبھی کر سکتے ہیں جبکہ وہ آزاد ہوں اسلئے ہمارے سامنے اہم مسئلہ آزادی کا ہے اور اسکے بعد شمولیت کا۔ ہماری جدوجہد پچھلے ۱۷ سال سے آزادی کے لئے رہی ہے اور ہم آزاد ہو کے ہی اپنی قسمت کا فیصلہ کر سکتے ہیں۔ انہوں نے یہ بھی واضح کیا کہ اگر حکومت کشمیر کشمیری عوام کی مرضی کے بغیر کسی ایک نو آبادی میں شمولیت کا اعلان کرے گی تو وہ (شیخ صاحب) حکومت کے خلاف بغاوت کا

جھنڈا بلند کریں گے۔

"اگر ۴ لاکھ عوام جو جموں و کشمیر میں رہتے ہیں ان کو نظر انداز کیا گیا اور ریاست نے ہندوستان یا پاکستان میں شمولیت کا اعلان کیا تو میں بغاوت کا جھنڈا بلند کر کے جدوجہد کا مقابلہ کروں گا کیونکہ ہمارا پہلا مطالبہ کشمیری عوام کے ہاتھ میں مکمل اختیارات منتقل کرنے کا ہے۔ جمہوری کشمیر میں لوگوں کے نمائندے تب یہ فیصلہ کرینگے کہ ریاست کو ہندوستان یا پاکستان کے ساتھ شامل ہونا چاہیے۔

"ہم دونوں طرف فیصلہ نہیں کر سکتے اور نہ ہم ایک طرفہ کوئی بڑا مسئلہ حل کرنے کے لئے آزاد نہیں ہیں۔ عوام کی طرف سے مکمل ذمہ دار نظام حکومت قائم کرنا ہمارا فوری مطالبہ ہے۔ اگر ایک بار ریاست میں آئینی تبدیلیاں ظہور میں آگئیں تو عوام کو شمولیت کا مسئلہ حل کرنے کا موقع ملیگا۔"

کشمیر خطرے میں

آخر ۲۲ اکتوبر ۱۹۴۷ء کی منحوس رات کو پاکستان نے کشمیر پر دھاوا بول ہی دیا۔ قبائلی لٹیرے ہزاروں کی تعداد میں ایبٹ آباد، دومیل راستے سے کشمیر داخل ہو کر مظفر آباد پہنچ گئے۔ اس سے پہلے ہی صوبہ سرحد کے وزیر اعظم مسٹر عبد القیوم خاں نے حکومت کشمیر کو بیرونی امداد حاصل کرنے پر دھمکی دی تھی۔ مسٹر عبد القیوم نے ہی تمام سرگرمیوں پر بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور اپنے صوبہ سے قبائلی لٹیرے ایبٹ آباد کے راستے کشمیر کی خوبصورت وادی پر حملہ کرنے کے لئے بھیجے۔ اس کے تھوڑے عرصہ بعد ہی مسلح قبائلی کوہالہ کے راستے بھی کشمیر میں داخل ہوئے اور تیزی کے ساتھ بڑھتے ہوئے دومیل پہنچے۔ وہاں سے ان کی

ایک بڑی تعداد لوٹ مار، آتش زنی اور قتل و غارت کرتی ہوئی مظفر آباد کی طرف چلی گئی اور ان کی دوسری جماعت کوہالہ سری نگر راستے سے آگے بڑھتی گئی۔ حملہ آوروں کا مقصد سری نگر کو قبضہ میں کر لینا تھا۔ ۲۵، اکتوبر ۱۹۴۷ء کو اوڑی پر ریاست کے مٹھی بھر سپاہیوں نے ان ہزاروں لٹیروں کی پیشقدمی کو کئی گھنٹوں کے لئے روکا۔ مگر آخر کار لٹیروں نے اوڑی پر قبضہ کر ہی لیا اور وہ رامپور و دیگر علاقوں کا تخت و تاراج کرتے کرتے مہورہ پہنچے۔ یہاں پر انہوں نے بجلی کا پاور ہاؤس قبضہ میں کر کے اسکو تباہ کر دیا جس کے نتیجے میں تمام وادی کشمیر میں اندھیرا چھا گیا۔ ۲۶، اکتوبر ۱۹۴۷ء کو لٹیرے بارہ مولہ میں بھی داخل ہونے لگے جو وادی کشمیر کا تیسرا بڑا قصبہ اور سری نگر سے ۳۵ میل کے فاصلے پر ہے۔ کشمیر اب بالکل لٹیروں کی منہ میں آگیا۔ کشمیر کی سیاسی زندگی مکمل طور خطرے میں پڑ گئی اور ریاست کا امن و امان ختم ہو رہا تھا۔

نیشنل کانفرنس میدان میں

ریاست کی فوجی طاقت نہ تھی۔ تمام حکومت ٹوٹ چکی تھی۔ سب لوگ پست ہمت ہو رہے تھے۔ نظم و نسق نام کا نہیں تھا۔ ریاست قدرت کے فضل پر تھی۔ تمام بڑے بڑے سرکاری افسر جموں بھاگ رہے تھے اور سری نگر کے آس پاس کے علاقوں سے بھی لوگ اپنے مکانوں کو لٹیروں کے رحم پر چھوڑ کر اپنی جانیں بچانے کے لئے سری نگر بھاگ رہے تھے۔ حکومت کا دیوالہ نکل کر نظام قریباً زندگی کے آخری لمحوں پر پہنچ چکا تھا اور ریاست کی حفاظت اور اسکے پر امن باشندوں کی رکھوالی کرنے والا کوئی نہ تھا۔ ان حالات کو دیکھکر نیشنل کانفرنس میدان میں آگئی اور لٹیروں کے مقابلے کی تیاری کرنے لگی۔

یہ صرف عوامی جماعت نیشنل کانفرنس ہی تھی جو اپنی بچاؤ فوج (والنٹیروں) کی گشت زنی کرنے سے عوام کو دہشت سے بچا رہی تھی۔ نیشنل کانفرنس کے رہنما خود بھی سری نگر کے عوام کو اتحاد اور حوصلہ مندی کی تلقین کر رہے تھے اور ان کے کارکن بازاروں میں امن قائم رکھنے کے لئے گشت لگا رہے تھے۔ امیراکدل سری نگر میں جہاں بڑے بڑے سرکاری افسر رہتے تھے اور جو جموں کے لئے بستر اگول کرکے بھاگ رہے تھے ان کو بھی نیشنل کانفرنسی کارکنوں نے جانے سے روک دیا اور ہر طرح سے عوام کا حوصلہ بڑھایا مگر کہاں تک یہ حوصلہ مندی ممکن ہو سکتی تھی؟ دیہاتوں سے لوگ دھڑا دھڑ اپنی جائداد اور سامان کو قدرت کے فضل پہ چھوڑ کر سری نگر آ رہے تھے تاکہ وہ سری نگر میں اپنی پیاری جانوں اور اپنے عزیز بال بچوں کو بچا سکیں۔ لیکن یہ سب امیدیں ناپائیدار تھیں کیونکہ حکومت کہیں نام کو نہ تھی۔ ذمہ دار افسر اور حکومت کے دعویدار مہاراجہ اور وزیراعظم سمیت سری نگر کو چھوڑ کر جموں پہنچ چکے تھے اور وہاں سے وہ اپنے آپ کو محفوظ کرکے لٹیروں کے منہ میں جانے والے اور گئے ہوئے کشمیریوں کی ڈھارس باندھنے کے پیغامات بھیجتے تھے۔ مہاراجہ نے بھی جموں سے کشمیر کے لوگوں کو تسلی دینے کے لئے ایک پیغام بھیجا جس میں ہز ہائنس نے فرمایا:۔

"جب تک کہ میں ریاست کا حکمراں ہوں اور مجھ میں ملک پہ راج کرنے کا دم ہے۔ میں ان آزاد لٹیروں کے رحم پہ اپنے لوگوں کو نہیں چھوڑوں گا۔۔"

لیکن بیان کہاں سے دیا گیا؟ جموں پہنچکر! ساری ریاست کو دشمن کے رحم وکرم پہ چھوڑ کر، عوام کو مجبور اور بے سہارے رکھ کر اور اپنی حکومت کا دیوالہ نکال کر! یہ سب ظاہری باتیں تھیں اور جو ہونا تھا ہو رہا تھا اور بہ ظاہر ایک

کشمیری کو پتہ بھی تھا۔ مہاراجہ کی تسلی مہاراجہ کے لئے کافی تھی۔ ہر ایک کشمیری اپنی قسمت اور طاقت اتحاد اور یکجہتی میں لگا کر مستقل مزاجی سے دشمن کا مقابلہ کرنے کے لئے اور اپنے پیارے وطن۔ اپنی جائداد اور اپنی عزت کو بچانے لئے کمر بستہ ہو گیا تھا۔ نیشنل کانفرنس ان کی رہنمائی کرتی ہوئی انھیں عملی صورت سے ہر طرح ڈھارس باندھ رہی تھی۔

شمولیت کی درخواست

ان حالات کو دیکھتے ہوئے عوام کے محبوب رہنما اور کشمیریوں کے حقیقی غمخوار شیر کشمیر صدر آل جموں و کشمیر نیشنل کانفرنس اپنے عزیز وطن اور اس کے چالیس لاکھ عوام کو دشمن سے بچانے کے لئے میدان میں کود پڑے۔ وہ اس انتہائی نازک گھڑی میں دہلی آ گئے جہاں انہوں نے عوام کے نمائندہ ہونے کی حیثیت سے ہند سرکار سے امداد کی درخواست کی۔ ان سے پہلے ہی مہاراجہ کشمیر نے ۲۴ ر اکتوبر ۱۹۴۷ء کو ہند سے امداد طلب کی تھی۔ اس کے بعد ریاست کے وزیر اعظم بھی مہاراجہ اور حکومت کشمیر کی جانب سے ۲۶ ر اکتوبر ۱۹۴۷ء کی صبح کو پھر سے درخواست کرنے کے لئے دہلی آ گئے۔ پاکستانی لیڈروں نے اس وقت تک بارہ مولہ پر قبضہ کر لیا تھا اور وہ وادی کشمیر میں داخل ہو رہے تھے جس کی وجہ سے کشمیر ایک شش و پنج میں پڑ گیا تھا۔ وہ ایک دھری مشکل میں گر گیا تھا۔ کئی گھنٹوں کی دیر کا مطلب تمام ریاست کو مکمل طور بلا روک ٹوک پاکستانی درندوں کے رحم و کرم پر چھوڑ دینا تھا۔ یہ زندگی اور موت کا فیصلہ، آزادی اور غلامی کا مسئلہ، اور وطن پرستی اور غداری کا سوال تھا۔ آخر دونوں عوام اور حکومت کشمیر کی جانب سے درخواست

کرنے پر ہند سرکار نے تمام حالات اور نتائج کا بغور مطالعہ کرنے کے بعد بے بس کشمیریوں اور غریب ریاست کے ساتھ ہمدردی ظاہر کی اور امداد دینا منظور کیا۔ لیکن امداد دینا تب تک ناممکن تھا جب تک کہ ریاست ہند یونین میں شمولیت کا اعلان نہ کرتی کیونکہ ریاست کی شمولیت سے ہی ریاست کا علاقہ ہندوستان کا علاقہ بن سکتا۔ جس کے بچاؤ کی ذمہ داری ہند سرکار اپنے اوپر لے سکتی تھی۔ پس شمولیت کی درخواست کی گئی اور ہند سرکار نے بڑے غور وخوض کے بعد ۲۶ اکتوبر ۱۹۴۷ء کی شام کو شمولیت کی درخواست منظور کر کے کشمیر کی حفاظت کی ذمہ داری اپنے اوپر لے لی۔

شیر کشمیر کی درخواست

ہند سرکار نے کشمیر کی شمولیت کو منظور کر لیا اور ۲۷ اکتوبر کی صبح کو شیخ محمد عبداللہ نے کشمیر واپس جانے سے پہلے دہلی میں بیان دیا جس میں انہوں نے کشمیری عوام کی طرف سے ہند سرکار سے امداد کی درخواست کی تھی۔ شیر کشمیر نے اس تاریخی بیان میں فرمایا:۔

"کشمیر ہولناک تباہی میں ہے اور ہر ایک کشمیری کا پہلا فرض اپنے مادر وطن کو بن بلائے لٹیروں کے ناپاک ہاتھوں سے بچانا ہے۔ یہ حملہ کشمیری عوام کو دباؤ اور جبر کے ذریعے ایک خاص راستے پر لے جانے کے لئے کیا گیا ہے جس کا مطلب پاکستان میں شمولیت کرانا ہے لیکن ہر ایک کشمیری اس جبر کا احتجاج کئے ہوئے ہے۔

"وہ لوگ جو اس (کشمیر) کی حفاظت کے ذمہ دار تھے ہم کو چھوڑ چکے ہیں۔ اس لئے بچاؤ کی ذمہ داری کشمیر کے عوام پر آ گئی ہے جو ان حملہ آوروں

اور لیڈروں کا مقابلہ کرنے کیلئے کمر بستہ ہوئے ہیں یہ حملہ آور ملک کو چھیننے اور ہم کو دوسروں کی مرضی سے چلنے پر مجبور کرنے کے لئے آئے ہیں۔ یہ نئے قسم کی طوقِ غلامی ہے جس کا ہم پوری طاقت سے مقاومت کریں گے۔ میں حملہ آوروں کے مقابلے میں لوگوں کی اس مزاحمت کی رہنمائی کرنے کیلئے کشمیر واپس جا رہا ہوں۔

"جموں و کشمیر نیشنل کانفرنس کا مدعا مہاراجہ کے زیر سایہ ذمہ دار نظام حکومت قائم کرنے کا رہا ہے۔ ہم نے آزادی کی لڑائیاں لڑی ہیں۔ اس کے لئے مصائب کا سامنا کیا ہے اور ہمیں امید تھی کہ نئے نظام میں ہم اپنے مقصد کو حاصل کر لیں گے۔ یہ ہمارا یقین کامل تھا کہ قبل اس کے کہ کوئی قدم اٹھایا جاتا، ذمہ دار نظام حکومت کا مسئلہ پہلے سے ہی طے ہونا ضروری تھا۔ ہم نے یہ بیان بھی دیا تھا کہ ہندوستان یا پاکستان کے ساتھ شمولیت یا مستقبل کیلئے اور کوئی فیصلہ ریاست کے اندر ان اہم آئینی تبدیلیوں کے بعد ظہور پذیر ہونا چاہیئے۔

"نیشنل کانفرنس کے کئی بارسوخ ممبروں کا یہ خیال تھا کہ اقتصادی اور سیاسی دونوں نقطہ نگاہ سے ہند یونین کے ساتھ ریاست کی شمولیت فائدہ مند ہوگی۔ اقتصادی طور پر کشمیر کی تجارت پاکستان کی نسبت ہندوستان پر بہت زیادہ انحصار کرتی ہے۔ سیاسی طور پر بھی یہ محسوس کیا گیا کہ ہندوستان پاکستان کی نسبت بہت زیادہ ترقی یافتہ ملک ہے اور اگر کشمیر ہندوستان کے ساتھ اپنا الحاق کرے تو اسے اپنی ذہانت کے بموجب آزادانہ ترقی کیلئے بہت زیادہ گنجائش ہوگی۔

"میری اسیری کے دوران میں ہندوستان میں اہم تبدیلیاں ظہور میں آئیں اور نئی حالت پیدا ہوگئی۔ کافی واقعات ایسے ہوئے جن سے لاکھوں آدمی مصیبت و تباہی کے شکار ہوئے

"ان حالات کو دیکھتے ہوئے ہمارے لئے یہ ضروری ہوگیا کہ ہم بڑی ہوشیاری سے تمام حالات کا بغور مطالعہ کریں اور اس طریقے سے فیصلہ کریں جو کشمیر کے لئے فائدہ مند اور کشمیر کی اکثریت کی رائے کے بموجب ہو۔ اس لئے میں نے لوگوں کو تلقین کی کہ شمولیت کے سوال کو فوراً حل نہ کیا جائے اور پہلا قدم ذمہ دار نظام حکومت کے بنیادی آئینی تبدیلی ہونی چاہیئے۔ اس کے بعد کشمیر کے تعلقات کا ہندوستان اور پاکستان

کے ساتھ فیصلہ کیا جا سکتا ہے۔

"لیکن واقعات تیزی سے بدلتے رہے۔ رہائی کے بعد میں نے کشمیر کی مغربی سرحد پر کچھ حملہ یا لوٹ مار کی تیاری کے متعلق سُنا۔ مسلح لوگ ریاست کے علاقے میں داخل ہوئے اور کئی جگہوں پر مسلح جھڑپیں ہوئیں۔

"میں آل انڈیا سٹیٹس پیپلز کانفرنس کی سٹینڈنگ کمیٹی کی صدارت کرنے کیلئے دہلی آیا اور سری نگر کی واپسی کے دن ہی یہ خبر آئی کہ مسلح اور سامان سے اچھی طرح لیس توپ لٹیروں کی ایک بڑی جماعت موٹر۔ لاریوں میں سوار ہو کر مظفر آباد کے نزدیک ایبٹ آباد کے راستے سے کشمیر میں داخل ہو گئی ہے یہ لٹیرے تباہی مچا کر مظفر آباد اور دوسرے علاقوں کو لوٹتے ہوئے سری نگر کی طرف بڑھتے گئے۔

منظم حملہ

"یہ بالکل ظاہر تھا کہ یہ حملہ اچھی طرح منظم شدہ تھا اور ہتھیار۔ سامان اور موٹر ٹرانسپورٹ کی شکل میں انہیں ہر قسم کی امداد دی گئی تھی۔ یہ بھی ظاہر تھا کہ اس حملے کا مطلب یہ تھا کہ کشمیری عوام کو ایک خاص مقصد کے لئے مجبور کیا جائے اور وہ مقصد پاکستان میں شمولیت کرانا تھا۔

"اس حملے سے ہر ایک کشمیری چونک اُٹھا اور اس کے تباہ کُن نتائج کو دیکھ کر اسے سخت صدمہ ہُوا اور ہر ایک کشمیری نے اپنی مرضی کے خلاف اس جبر کا احتجاج کیا۔ پس ہندوستان یا پاکستان میں شمولیت کا مسئلہ ثانوی معاملہ بن کر ہر ایک کشمیری کا فرض اولین اپنے مادرِ وطن کو بن بلائے لٹیروں کے حملے سے بچانا ہو گیا اور انہوں نے اس طریقے سے پاکستان میں شامل ہونے سے انکار کیا۔

امداد کی درخواست

"میں دہلی میں اپنے رفیقوں سے مشورہ کرنے اور ہند سرکار کے وزیروں سے کشمیر کی نازک حالت بیان کرنے کیلئے کئی گھنٹوں کیواسطے آیا۔ میں نے اُن سے اس وحشیانہ حملے کا مقابلہ کرنے کیلئے لوگوں کیطرف سے امداد طلب کی۔ مہاراجہ کی حکومت نے بھی ہند سرکار

سے یہی درخواست کی تھی۔ میں تمام چیزوں کو تقدیر پر چھوڑتے ہوئے کشمیری عوام
کے پاس اپنے وطن اور میراث کو اُن کے ساتھ دوش بدوش بچانے اور اُن کے
خطروں اور مصائب میں حصہ لینے کے لئے واپس لوٹ رہا ہوں۔ میں لوگوں کی
طبیعت سے واقف ہوں اور مجھے یقین ہے کہ آخر میں فتح ہماری ہی ہوگی۔
"میں ہندوستان اور پاکستان کی آزادی کے علمبرداروں سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ اس امتحان
کے موقع پر کشمیری عوام کے ساتھ رہ کر لٹیروں کی سرکوبی کریں جو ہمارے ملک پر الم اور آفت ڈھانے کیلئے آئے ہیں۔"

مہاراجہ کشمیر کی درخواست

۲۶ اکتوبر ۱۹۴۷ء کو جبکہ لٹیرے بارہ مولہ بھی پہنچے اور ریاست کے بچاؤ کی کوئی
صورت نہ تھی تو مہاراجہ کشمیر نے ہند کے گورنر جنرل لارڈ ماؤنٹ بیٹن کو ایک چٹھی لکھی جس میں
امداد کی درخواست کر کے ہندوستان کے ساتھ شمولیت کا اعلان کیا۔ انہوں نے لکھا:-

میرے پیارے لارڈ ماؤنٹ بیٹن۔

"مجھے یور ایکسیلنسی کو اطلاع دینا ہے کہ میری ریاست میں ایک شدید ضرورت ناگہانی
پیدا ہوگئی ہے جس کی وجہ سے آپ کی حکومت سے فوری امداد کی درخواست کرتا ہوں۔
جیسا کہ یور ایکسیلنسی کو معلوم ہے کہ ریاست جموں و کشمیر نے ہندوستان یا پاکستان کی کسی
ایک نوآبادی میں شمولیت کا اعلان نہیں کیا۔ جغرافیائی لحاظ سے میری ریاست دونوں نوآبادیات
سے ملحق ہے اور اس کے اہم اقتصادی اور تمدنی رشتے دونوں کے ساتھ ہیں۔ اس کے علاوہ
میری ریاست روس اور چین کے ساتھ ایک مشترکہ سرحد رکھتی ہے۔ خارجی معاملات میں ہند
اور پاکستان کی نوآبادی اس حقیقت کو نظر انداز نہیں کر سکتی ہے۔

"مجھے فیصلہ کرنے کیلئے وقت کی ضرورت تھی کہ کس نوآبادی میں مجھے شمولیت کرنا چاہیئے
اور کیا یہ دونوں نوآبادیات اور میری ریاست کے بہترین مفاد میں نہیں ہے کہ ریاست دونوں
کے ساتھ دوستانہ اور مخلصانہ تعلقات قائم رکھ کے خود مختار رہے۔

"چنانچہ میں نے اپنی ریاست کا ہندوستان اور پاکستان کی نوآبادی کیساتھ جوں کا توں معاہدہ پیش
کیا۔ حکومت پاکستان نے اس معاہدہ کو منظور کیا اور ہندوستان نے میری حکومت کے نمائندوں سے
گفت وشنید کو جاری رکھنے کی خواہش کی۔ میں ذیل میں ظاہر کی ہوئی تبدیلیوں کے پیش نظر اسکا

کوئی انتظام نہ کر سکا حقیقت یہ ہے کہ جوں کا توں معاہدہ کے تحت حکومتِ پاکستان ریاست کے اندر ڈاک اور تار کا سلسلہ چلا رہی ہے۔

"گو کہ حکومتِ پاکستان کے ساتھ ہمارا جوں کا توں معاہدہ ہے پھر بھی اُس نے میری ریاست میں خوراک۔ نمک اور پٹرول جیسے رسد کے سامان کو رفتہ رفتہ نایاب کرنا شروع کیا۔

"آفریدی عام پوشاک پہنے ہوئے سپاہی اور غنڈوں کو موجودہ جنگ کے ہتھیاروں سے لیس ہو کر پہلے پہل پونچھ کے علاقے میں۔ تب سیالکوٹ میں اور آخر کار پٹھانکوٹ کی طرف سے ہزارہ کی سائیڈ سے ہوتے علاقہ میں داخل ہونے کی اجازت دی گئی ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ ریاست کے پاس جو محدود سپاہی تھے اُن کو تتر بتر کرتے ہوئے بیک وقت کئی مقاموں پر دشمن کا مقابلہ کرنا پڑا۔ اس لئے جان، مال اور لوٹ کی وحشیانہ تباہی کو روکنا مشکل ہو گیا ہے۔

"مہورہ پاور ہاؤس جو تمام سرینگر میں بجلی کی طاقت مہیا کرتا ہے جلایا گیا ہے عورتوں کی تعداد جنہیں اغوا اور عصمت دری کی گئی ہے اُس کوشش کر میرے دل سے خون بہتا ہے اور وحشی فوجیں جنہیں ریاست پر حملہ کرنے کیلئے چھوڑا گیا ہے میری حکومت کی گرمائی راجدھانی سرینگر پر قبضہ کرنیکے لئے تیزی سے بڑھ رہی ہیں اور جنکا یہ پہلا قدم تمام ریاست کو حاصل کرنیکے لئے ہے۔

"جدید ہتھیاروں سے لیس قبائلیوں کی ایک بڑی تعداد کا داخلہ جو کہ شمال مغربی سرحدی صوبہ کے دور کے علاقوں سے لائے گئے موٹر ٹرکوں (فوجی لاریوں) میں باقاعدہ آتے رہے اور مانسہرہ مظفرآباد سڑک کو استعمال کرتے رہے جو شمال مغربی سرحدی صوبہ کے صوبائی حکومت اور حکومت پاکستان کے مشورے کے بغیر ممکن نہیں ہو سکتا میری حکومت کے بار بار درخواست کرنے پر بھی ان لٹیروں کو روکنے یا میری ریاست میں داخلہ بند کرنے کی کوشش نہیں کی گئی۔ خود پاکستان ریڈیو اور اخبارات نے ان واقعات کو بیان کیا ہے اور پاکستان ریڈیو نے یہ بھی ایک داستان کہی کہ کشمیر میں ایک عارضی حکومت قائم کی گئی ہے۔ میری ریاست کے باشندے: دونوں مسلمانوں اور غیر مسلمانوں نے عام طور پر تعلق کوئی حصہ نہیں لیا۔

"موجودہ حالات کو مدنظر رکھکر اور واقعات کی اہمیت کو دیکھتے ہوئے جو کہ میری ریاست میں پیدا ہوئے ہیں میرے پاس اب ہندیونین سے امداد مانگنے کے سوا اور کوئی راستہ نہ رہا۔

یہ ظاہر ہے کہ ہند سرکار ہندوستان کی نو آبادی میں ریاست کی شمولیت کے بغیر میری مانگی ہوئی امداد کو نہیں بھیج سکتی ہے۔ اس لئے میں ایسا کرنے کا فیصلہ کرکے شمولیت کا آلہ آپ کی حکومت کی منظوری کیلئے منسلک کرتا ہوں۔ بصورت دیگر میری ریاست اور میری رعایا کو آزاد لٹیروں کے رحم پر چھوڑ دینا ہے۔ اس بنیاد پر کوئی شائستہ حکومت نہ تو وجود میں آسکتی ہے اور نہ قائم رہ سکتی ہے۔ جب تک کہ میں ریاست کا حکمران ہوں اور مجھ میں اپنے ملک کے بچانے کا دم ہے میں اس دوسری صورت کو کبھی بھی پیدا نہ ہونے دونگا۔

"میں یور ایکسیلنسی کی حکومت کو یہ بھی اطلاع دینا چاہتا ہوں۔ کہ میری خواہش ہے کہ فوراً ایک عارضی حکومت قائم کیجائے اور میں شیخ محمد عبداللہ سے کہوں کہ وہ اس ناگہانی ضرورت میں میرے وزیراعظم کیساتھ ذمہ داریوں کو سنبھالے۔

"اگر میری ریاست کو بچانا ہے تو سرینگر میں فوری امداد بھیجی جائے۔ مسٹر مینن حالات کی اہمیت سے پوری طرح واقف ہیں اور اگر آپ کو اور تشریح کی ضرورت ہوگی تو وہ آپ کو بتائیں گے۔

"جلدی میں اور انتہائی آداب کے ساتھ"

آپکا مخلص۔ دستخط ہری سنگھ

گورنر جنرل ہند کا جواب

ہز ایکسیلنسی لارڈ ماؤنٹ بیٹن گورنر جنرل ہند نے ۲۷ اکتوبر ۱۹۴۷ء کی صبح کو اپنی حکومت کی جانب سے ہز ہائینس مہاراجہ کشمیر کی اس چٹھی کا جواب بھیجا جس میں ہز ایکسیلنسی نے ریاست کی شمولیت کو عارضی طور پر منظور کر لیا۔ ہز ایکسیلنسی نے تحریر کیا:-

گورنمنٹ ہاؤس
نئی دہلی۔ ۲۷ اکتوبر ۱۹۴۷ء

"میرے پیارے مہاراجہ صاحب

"مسٹر وی۔ پی۔ مینن نے یور ہائینس کی چٹھی بتاریخ ۲۶ اکتوبر مجھے دی۔ یور ہائینس کے بیان کئے ہوئے خاص حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے میری حکومت نے ہند کی نو آبادی کیساتھ ریاست کشمیر کی شمولیت کو ماننے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ مستقلاً اُن کی پالیسی کے بموجب اگر کسی ریاست کی شمولیت کا مسئلہ جھگڑے کا موضوع ہو تو اس ریاست کی شمولیت کا مسئلہ وہاں کے لوگوں کی مرضی کے بموجب حل کیا جائے۔

یہ میری حکومت کی خواہش ہے کہ کشمیر میں جلد ہی دوبارہ امن و امان قائم کیا جائے اور اس علاقے سے حملہ آوروں کا صفایا کر دیا جائے۔ ریاست کی شمولیت کے مسئلہ کو لوگوں کی رائے سے فیصلہ کیا جائے۔ موجودہ صورت میں یور ہائنس کی فوجی امداد کی اپیل کے جواب میں آج عمل درآمد کیا گیا ہے۔ اور آپ کی سپاہیوں کی امداد کرنے، آپ کے علاقے کی حفاظت اور آپکی رعایا کی جانیں۔ جائداد اور عزت کی حفاظت کرنے کیلئے ہندوستانی فوج کے سپاہیوں کو کشمیر بھیجنے کا فیصلہ کر لیا گیا ہے۔

"میری حکومت اور مجھے یہ معلوم کر کے اطمینان ہوا ہے کہ یور ہائنس نے شیخ عبداللہ کو ایک عبوری حکومت قائم کرنے کیلئے دعوت دینے کا فیصلہ کیا ہے۔ تاکہ وہ آپکے وزیر اعظم کے ساتھ ساتھ کام کر سکیں۔

انتہائی آداب کے ساتھ

(میں ہوں آپ کا سچا مخلص) دستخط۔ مونٹ بیٹن آف برما

عارضی شمولیت

ہندوستان نے غور کرنے کے بعد درخواست کو منظور کیا اور کشمیر انڈین یونین کا ایک حصہ بن گیا۔ اب ہند سرکار کا یہ فرض تھا کہ وہ ریاست کو لٹیروں سے بچائے اور پیدا کردہ پرخطر حالات سے کشمیر کے امن پسند اور بے بس شہریوں کی حفاظت کرے۔ یہاں یہ کہہ دینا ضروری ہے کہ اگرچہ شمولیت کی درخواست مہاراجہ اور اس کی حکومت کے علاوہ شیخ محمد عبداللہ نے کشمیریوں کی جانب سے بھی کی پھر بھی ہند کیساتھ ریاست کی شمولیت کو صرف عارضی منظور کیا گیا۔ ہند کے گورنر جنرل لارڈ مونٹ بیٹن نے واضح کر دیا کہ شمولیت کا فیصلہ آخر کار عوام کی رائے سے کیا جائیگا۔ یہ ہندوستان کی جمہوریت کی ایک شاندار مثال ہے اور اسی وعدے پر آج بھی ہندوستان اڑا ہوا ہے حالانکہ پاکستان نے کھلم کھلا کشمیر کو ہڑپ کرنے کیلئے اپنی فوجیں تک جھونک دیں اور لٹیروں کی ہر طرح امداد کی پھر بھی ہندوستان کا رویہ غیر تبدیل شدہ رہا اور اب لڑائی بند ہونے کے بعد مستقل شمولیت کیلئے عوام کی رائے لی جائے گی۔

آزادی کی جھلک

اس طرح ریاست جموں و کشمیر نے ہندیونین جیسے آزاد اور جمہوریت پسند ملک کے ساتھ ۲۷ اکتوبر ۱۹۴۷ء کو شمولیت کی اور اس جمہوریت نواز ملک کے الحاق سے

نتیجے میں کشمیر میں بھی جمہوریت کا آغاز ہوا۔ آزاد ہندوستان نے کشمیر میں بھی آزادی کی جھلک کو پیدا کیا اور اس انتہائی نازک گھڑی میں "کشمیر کی قسمت" شیر کشمیر کے ہاتھوں میں سونپ دی گئی جنہوں نے دوسرے نیشنل کانفرنس کے رہنماؤں کے ساتھ مل کر حکومت کی باگ ڈور سنبھالی۔ کشمیر میں ذمہ دار نظام حکومت جس کیلئے نیشنل کانفرنس پچھلے ۱۷ سال سے جد وجہد کرتی آئی تھی اور جس کے لئے انہوں نے بیش قیمت قربانیاں پیش کی تھیں آخرکار وجود میں آئی۔ بالآخر مہاراجہ کشمیر کو اُسی "باغی عبداللہ" کو "کشمیر کی قسمت کا معمار" ماننا پڑا۔ ہز ہائینس نے ہز ایکسلنسی گورنر جنرل ہند کی ۲۶ اکتوبر کی چھٹی میں ہی ایک عبوری حکومت قائم کرنے کی خواہش ظاہر کی تھی جس کے سرتاج شیر کشمیر ہوں گے۔

ایمرجنسی حکومت ریاست میسور کے طرز پر ۳۰ اکتوبر ۱۹۴۷ء کو قائم کی گئی اور شیر کشمیر نے اس حکومت کے افسر اعلیٰ کے طور پر حلف لیا۔ اور اس طرح سے انہیں ریاست کی ذمہ داری کو سنبھالنے کیلئے شریک کار بنا لیا گیا۔ مسٹر مہر چند مہاجن وزیر اعظم کشمیر نے ۲۸ اکتوبر ۱۹۴۷ء کو بیان دیا۔

"ہز ہائینس مہاراجہ جموں و کشمیر نے ہند کی نوآبادی میں شمولیت کر لی ہے اور مجھے کہا ہے کہ میں نیشنل کانفرنس کے لیڈر شیخ محمد عبداللہ کو جنہوں نے ہمیشہ ریاستی باشندوں کی خوشحالی میں حقیقی دلچسپی دکھائی ہے، ایک جمہوری حکومت قائم کرنے کی دعوت دوں"۔

آزاد کشمیر

شیخ صاحب نے ایمرجنسی حکومت کو قائم کرنا منظور کر لیا اور ۳۰ اکتوبر سنہ ۱۹۴۷ء کو انہوں نے ناظم اعلیٰ کا چارج لیا۔ انہوں نے چارج لینے کے بعد ہی اُسی دن سرکاری افسروں کو مخاطب کیا۔

"اس وقت سے آپ کو حکمران کے بجائے لوگوں کے ساتھ وفاداری برتنی ہے.... کوئی شخص جو لوگوں سے غداری کریگا اُس کو نکال دیا جائیگا۔ ہم قبائلی لٹیروں کے بندوقوں سے پاکستان میں شامل ہونے پر مجبور نہیں ہوں گے .... ہم آزاد رہنے کے خواہشمند ہیں اور آزاد ہی رہیں گے"۔

شیخ صاحب ایمرجنسی حکومت کو مارچ سنہ ۱۹۴۸ء تک چلاتے رہے اور اس کے

دوران میں انہیں محسوس ہوا کہ غیر "مطلوب" وزیر اعظم کا قائم رہنا ملک اور عوام کے مفاد میں دشواری کا باعث ہے۔ چنانچہ جب شیخ صاحب جنوری ۱۹۴۸ء میں ہندوستانی ڈیلیگیشن کے ایک ممبر کی حیثیت سے لیک سکس (نیو یارک) چلے گئے جہاں ہندوستان نے یو۔این۔او (اقوام متحدہ) کی سیکورٹی کونسل میں پاکستان کے حملہ کے خلاف ایک میمورنڈم بھیجا تھا انہی دنوں ہندوستان میں یہ باتیں ظاہر ہوئیں کہ کشمیر میں "غیر مطلوب" وزیر اعظم کو ہٹا کر مکمل ذمہ دار نظام حکومت قائم کیا جائیگا۔
چنانچہ شیر کشمیر کے ہندوستان واپس لوٹنے کے بعد ہی مہاراجہ کشمیر نے ریاست میں ذمہ دار نظام حکومت قائم کرنے کا اعلان کیا اور ایمرجنسی حکومت کو توڑ کے باقاعدہ ذمہ دار عبوری حکومت کو وجود میں لانیکا شاہی فرمان جاری ہوا۔

ہز ہائنس نے ۵ مارچ ۱۹۴۸ء کو اس شاہی اعلان میں ارشاد کیا:۔

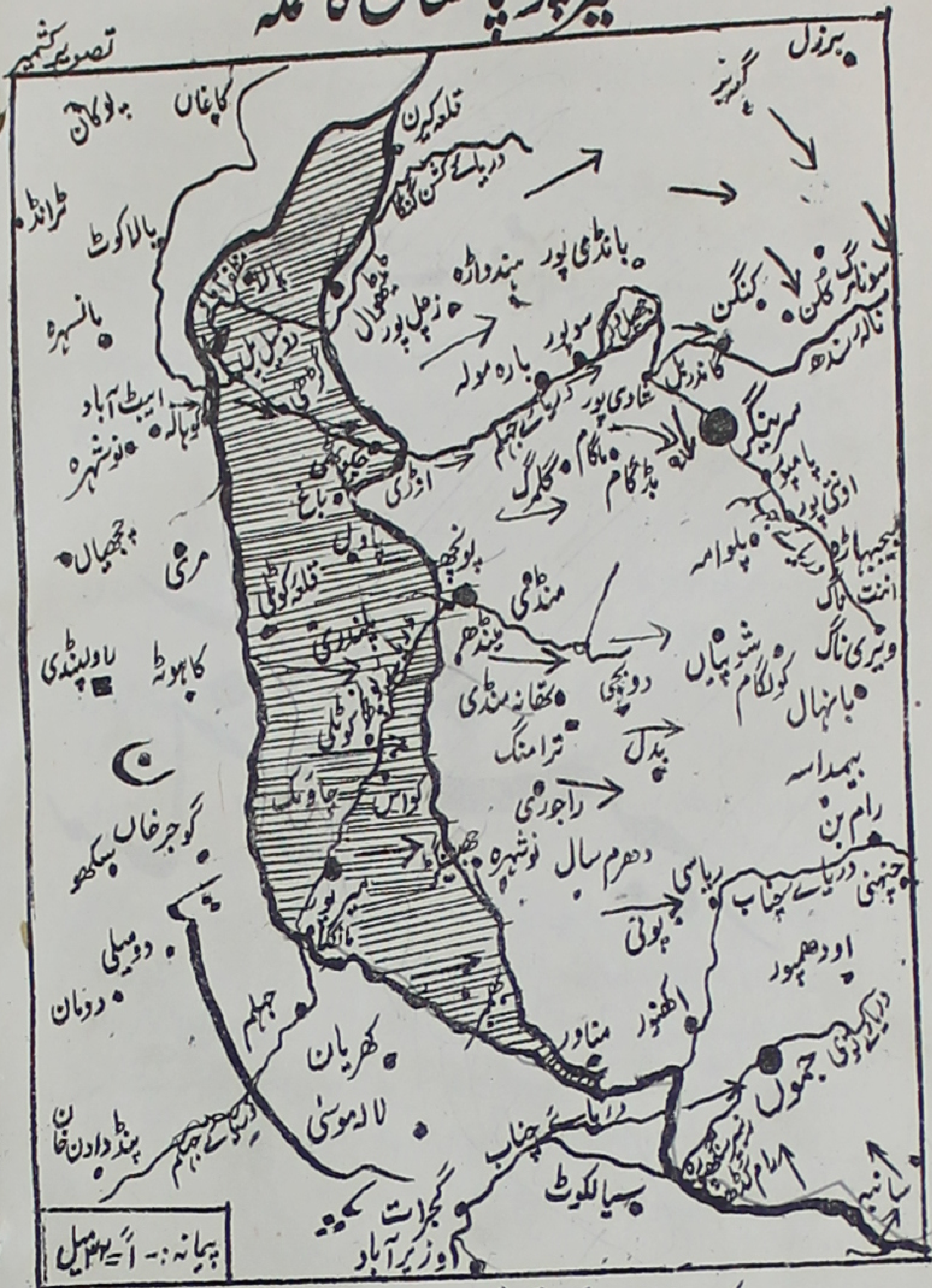
"جونہی حالات حسب معمول پر آجائیں گے کشمیر کی نیشنل اسمبلی جو بالغوں کی عام رائے دہندگی سے قائم کی گئی ہو، ایک مکمل جمہوریہ آئین وضع کرے"!

اس دن کشمیر مطلق العنانیت سے مکمل طور سے آزاد ہوا۔ صدیوں کی غلامی اور غیر ذمہ دارانہ حکومت کے بعد عوام ریاست کے مالک بنے اور آزاد کشمیر نے جنم لیا جو ۴۰ لاکھ کشمیری عوام کا پیارا نصب العین رہا ہے۔ جمہوریت کا دور دورہ ہوا اور ہر ایک کشمیری آزادی کے سانس لینے لگا۔ مگر اس وقت جبکہ اس آزادی کو پاکستان مٹانے کیلئے کمربستہ تھا۔ کشمیر میں لڑائی مطلق العنان مہاراجہ کے خلاف نہیں تھی جیسے پاکستانی لیڈروں کو اکسانے کے لئے کہہ رہا تھا۔ بلکہ یہ لڑائی آزاد کشمیر کی پاکستانی لیڈروں، سپاہیوں اور حامیوں کے ساتھ تھی جو ایک مرتبہ پھر اس کو اپنی غلامی کی زد میں لانا بزور شمشیر کشمیر کی قسمت کا فیصلہ کرنا اور جو کشمیری عوام کی تڑپ کو ہمیشہ کے لئے ختم کرنا چاہتے تھے۔ لیکن پاکستان کے ناپاک ارادے کامیاب نہ ہوسکے کیونکہ کشمیر آزاد ہوا ہے اور ہمیشہ آزاد ہی رہے گا!

حصّہ دوم

سانحۂ کشمیر

کشمیر پر پاکستان کا حملہ



پاکستانی لٹیروں کی رفتار قبل از پیکار

پاکستان کا مقبوضہ علاقہ

لڑائی روکو کی حد بندی

آٹھواں باب

کشمیر پر پاکستان کا حملہ

کشمیر جیسا کہ بیان کیا گیا ہے ایک پہاڑی خطہ ہے جس کے جنوب میں پنجاب سے ملا ہوا میدانی علاقہ ہے۔ اونچے اونچے پہاڑوں کے اندر کشمیر کی خوبصورت وادی ہے۔ یہاں کے برفانی پہاڑ۔ گھنے جنگلات۔ خوشبودار پھول اور صاف و شفاف جھیلیں اس کو دنیا کی شاندار تفریح گاہ بناتے ہیں۔ ان قدرتی نظاروں نے اس کو دنیا کا ایک صحت بخش مقام بنا دیا ہے اور یہاں کے لوگ بھی تمام دنیا میں ہنر۔ کاریگری، ذہانت، محنت، خوبصورتی اور سادگی میں مشہور ہیں۔ لیکن افسوس! دنیا کے اس خوبصورت ملک اور کروڑوں لوگوں کے محبوب خطہ پر اکتوبر ۱۹۴۷ء میں پاکستان کی طرف سے حملہ ہوا اور اس کے خوبصورت اور امن پسند باشندوں کو بڑی بے دردی سے موت کے گھاٹ اُتارا گیا۔ ان کے مکانوں کو نذر آتش کیا گیا۔ ان کی جائیداد کو لوٹا گیا۔ ان کے ننھے ننھے بچوں کو ختم اور ان کی عورتوں کو بے حرمتی کے ساتھ اغوا کیا گیا۔ ملک پر صرف ایک طرف سے نہیں، دو طرف سے نہیں بلکہ کئی طرف سے حملہ کیا گیا۔ یہ حملہ ریاست کی ۵۰۰ میل

لبی سرحد کی طرف سے کیا گیا جو پاکستان کی حدود کے ساتھ ملتی ہے۔ غرضیکہ اس خوبصورت ملک پر شمال۔ مغرب اور جنوب کی طرف سے حملہ کیا گیا۔ اور اگر ہندوستان کی امداد وقت پر نہ پہنچتی تو تمام ملک اس وقت تک ان ڈاکوؤں اور لٹیروں کے قبضہ میں ہوتا۔ دشمن ابھی ملک میں موجود ہے جس کو پاکستان نے کھلم کھلا امداد دے کر اپنی فوجیں بھیج کر، رسد و سامان جنگ مہیا کر کے اور ان کو ڈھارس باندھنے کے لئے اخبارات ریڈیو اور دیگر ذرائع سے پراپیگنڈہ کر کے کشمیر کا تیسرا حصہ اپنے قبضہ میں کرا لیا ہے۔

فرقہ وارانہ فسادات

انگریزوں کو آخر کار ہندوستان چھوڑنا ہی پڑا لیکن اس سے پہلے وہ ملک کو بانٹنے میں کامیاب ہوئے۔ ان کا خاص ہتھیار جو لارڈ منٹو ہندوستان کے وائسرائے نے کہا ہے "پھوٹ ڈالو اور حکومت کرو" تھا۔ وہ اس ہتھیار کو ہندوستان میں قیام کے زمانے میں چلانے میں کامیاب ہوئے اور انہوں نے یہاں سے چلنے کے وقت بھی اس ہتھیار کو ہاتھ سے جانے نہ دیا۔ اس ہتھیار نے آپس میں پھوٹ ڈالکر فرقہ دارانہ فسادات کو رونما کیا۔ انگریز یہی چاہتے تھے اور وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہوئے۔ انہوں نے ہر وقت یہاں کی قوم کو فرقوں کے نام سے منسوب کیا اور اسی اصول سے اپنی زندگی کا عرصہ لمبا کیا۔ انہوں نے ہندوستان کو بہت کچھ بخش دیا ہے کافی نعمتیں عطا کی ہیں جس کی وجہ سے ہندوستان ان کا بہت شکر گزار ہے اور ان میں سے ایک "نعمت" فرقہ دارانہ رنگت ہے جس نے ہندوستان کو بالکل ذلیل اور یہاں کے عوام کو تباہ و برباد کر دیا ہے۔

مسلم لیگ کی ذمہ داری

ہندوستان لاکھوں آدمیوں کی سخت مصائب اور قربانیوں کی وجہ سے آزاد ہوا۔ ہزاروں نوجوانوں نے وطن کے لئے اپنی زندگی کو بلیدان کیا جس کی وجہ سے

آج ہمارا ملک بدیشی سامراج سے آزاد ہے۔ لیکن کتنی شرم کی بات ہے کہ یہ اس فرقہ وارانہ پھوٹ اور نفرت سے آزاد نہیں ہوا ہے جو انگریزوں نے پیدا کی اور جس کی جڑیں انہوں نے مضبوط بنا رکھی ہیں۔ اِس "برطانوی نعمت" کو پالنے کے لئے انہیں مسلم لیگ کو کھڑا کرنا پڑا اور اس کی پرورش کرنی پڑی مسلم لیگ نے اپنے مالک کی امداد اور مرضی سے مادرِ وطن کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ اس کے پیروکاروں نے ملک میں فرقہ وارانہ نفرت کو بڑھایا۔ قومیت میں روڑا اٹکایا اور اپنی خود غرضی اور مالک کی خوشنودی کے لئے عوامی تحریکوں میں کوئی حصہ نہ لیا۔ مدد کرنا تو درکنار انہوں نے آزادی کے جدوجہد میں فرقہ وارانہ زہر کو لے کر ہر وقت مخالفت کی۔ انہوں نے نواکھلی (مشرقی بنگال) میں فرقہ وارانہ فساد کی آگ جلائی اور ڈارکٹ ایکشن ڈے پر کلکتہ میں اس کے شعلے بھڑکائے۔ بہار نے اس کا انتقام اسی آگ سے لیا۔ پھر بھی انہوں نے اس آگ کو بجھانے کی کوشش نہ کی۔ انہوں نے پاکستان کے وجود میں آنے کے بعد ہی اس آگ کو مغربی پنجاب اور شمالی مغربی سرحادی صوبہ میں پھر بھڑکایا جس کا جواب مشرقی پنجاب اور دہلی نے دیا۔ اس کی وجہ سے لاکھوں آدمی بے گھر ہو گئے۔ ان کے مکانات۔ جائداد، یہانتک کہ قریبی رشتہ دار بھی ختم ہو چکے۔ وہ خانہ بدوش بن گئے اور ملک کی آزادی حاصل ہونے کے بعد ہی وہ تباہ و برباد ہو گئے۔ غرضیکہ وہ بالکل بے سہارے ہو گئے ہیں۔ ان تمام مظالم اور مصائب کا کون ذمہ دار ہے؟ بے شک مسلم لیگ ہے جس نے ہمیشہ سے نفرت اور دشمنی کا بیج بویا۔ فرقہ وارانہ طریقوں پر کاربند رہی اور فرقہ وارانہ زہر کو آگل کے فسادوں کو جنم دیا۔ اس حقیقت کو شیر کشمیر شیخ محمد عبداللہ نے بھی جیل سے رہا ہونے کے بعد ۳۰ ستمبر ۱۹۴۷ء کو ایک لاکھ کشمیریوں کے سامنے واضح کیا۔ انہوں نے ارشاد کیا:۔

"جو کچھ واقعہ ہوا وہ ہر ایک ہندوستانی کو معلوم ہے۔ ہندوستان تقسیم ہوا اور ایک

نئی نوآبادی پاکستان وجود میں آئی۔ پاکستان جو چھ سال پہلے بالکل ایک خواب تھا اب ایک حقیقت بن گیا ہے۔ لیکن پاکستان نے کیا کیا؟ اس نے دو قوم کے نظریہ کی بنیاد پر ہندوستان کے دو بڑے فرقوں ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان خلیج کو اور بھی زیادہ وسیع اور ناقابل عبور بنا دیا۔ مولانا آزاد کا فلسفہ ناکامیاب رہا بادشاہ خاں کا نظریہ اثر نہ کر سکا اور مسٹر جناح کا بے بنیاد نظریہ کامیاب ہوا۔"

کشمیر کا نقطۂ نظر

کشمیر میں مسلم لیگ کی یہ فرقہ دارانہ نفرت کامیاب نہ ہو سکی۔ باوجودیکہ مسٹر جناح اور اُن کے پیروکاروں نے مسلم کانفرنسی ٹولی کو اپنا کر اپنے نظریہ کو کشمیر میں لاگو کرنے کی کوشش کی لیکن انہیں بالکل ناکامیابی کا منہ دیکھنا پڑا۔ ان کی سب کوششیں رائگاں ہو گئیں۔ کشمیر میں پھوٹ کے بجائے مضبوط اتحاد نے جگہ لے لی۔ گو کہ مسلمان آبادی میں ۷۷ فیصدی سے زیادہ تھے پھر بھی وہاں چپہ چپہ پر فرقہ دارانہ اتحاد قائم رہا۔ وہ "شیر کشمیر کا کیا ارشاد۔ ہندو مسلم سکھ اتحاد" پر سختی سے کاربند رہے۔ شیخ محمد عبداللہ نے بھی ۱۰ر جنوری ۱۹۴۷ء کو بمبئی کے ایک پریس کانفرنس میں فرمایا:۔

"کشمیر نہ ہی کمیونسٹ (روسی نواز) اور نہ ہی کمیونلسٹ (فرقہ پرست) ہے۔ یہ ہمیشہ سے ہندوستان کی شان اور ہندوستانیوں کے اتحاد کا معتقد رہا ہے اور یہ تمام فرقوں کو ہندوستانی خیال کرتا ہے"

اس قوم پرستی کے ملک نے پاکستان کے جنم داتا مسلم لیگ کے علمبردار اور فرقہ پرستی کے دعویدار مسٹر جناح کو ہمیشہ کے لئے ۱۹۴۴ء میں بڑی بے آبروئی کے ساتھ اپنی مقدس زمین سے نکال دیا جبکہ انہوں نے اس ملک کی سیاسیات میں فرقہ دارانہ ٹانگ اڑانے کی کوشش کی تھی۔

پاکستان کا مدّعا

مسلم لیگ کے دو قوم کے نظریہ کی تجویز پر پاکستان ۱۵ اگست ۱۹۴۷ء کے بعد وجود میں آیا۔ کشمیر کی سرحدیں اب اس ملک کے ساتھ مغرب اور جنوب کی طرف ملتی ہیں۔ مغرب کی طرف شمال مغربی سرحدی صوبہ اور جنوب کی طرف مغربی پنجاب ہے۔ ہندوستان کے ساتھ یہ مشرقی پنجاب اور ریاست چنبہ کی سرحدوں سے ملا ہوا ہے۔ ریاست کی دو شاہراہیں جو اس کو باہر کی دنیا کے ساتھ ملاتی تھیں پاکستان کے حدود میں آنے سے پاکستان نے ان کو اپنی سرحدوں سے کاٹ دیا۔ اب ایک نیا راستہ اس کو ہندوستان کے ساتھ ملاتا ہے۔

کشمیر اقتصادی طور پر بڑا کمزور اور پسماندہ ملک ہے یہ مفلسوں کا وطن ہے۔ اس لئے یہ زیادہ تر اشیائے درآمد پر بھروسہ رکھتا ہے۔ پاکستان کے وجود میں آتے ہی کشمیر میں فرقہ وارانہ فسادات کو برپا کرنے کی کوشش کی لیکن بیگم شیر کشمیر کی کوششوں نے اس کے ان سب شرمناک ارادوں پر پانی پھیر دیا۔ یہاں سے یہ ناکامیاب ہو کر پاکستان کو ایک زبردست شرارت سوجھی۔ اُس نے سوچا چونکہ کشمیر اقتصادی طور پر کمزور ہے اور اس کی تجارت صرف دو راستوں سے ہوتی ہے جو اس کے علاقے سے گزرتے ہیں اس لئے اس کو کیوں نہ بھوک سے تڑپایا جائے اور پاکستان میں شامل ہونے پر مجبور کیا جائے۔

جیسا کہ پچھلے باب میں بیان کیا گیا ہے حکومت پاکستان نے "جوں کا توں معاہدہ" منظور کرتے ہوئے بھی ریاست کی مکمل ناکہ بندی کر دی تاکہ لوگ قحط اور مہنگائی کی وجہ سے حکومت کشمیر کے خلاف بغاوت کر کے ریاست کو پاکستان میں شمولیت کرنے پر مجبور کریں یا حکومت ہی ناکہ بندی سے تنگ آ کر اپنے آپ کو پاکستان کے ساتھ

شامل ہونے کا اعلان کرے۔ لیکن یہاں بھی پاکستان ناکامیاب ہوا۔ اگرچہ حکومت کشمیر نے حکومت پاکستان سے احتجاج کیا اور گفت وشنید کی کہ ناکہ بندی "جوں کا توں معاہدہ" کی خلاف ورزی ہے لیکن اس کا حکومت پاکستان پر کوئی اثر نہ ہوا۔

۱۵/اکتوبر ۱۹۴۷ء کو کشمیر کے وزیر اعظم مسٹر مہر چند مہاجن نے پاکستان کے گورنر جنرل مسٹر جناح کو ایک "تار بھیجا جس میں یہ واضح کیا کہ "جوں کا توں معاہدہ" کے باوجود حکومت پاکستان نے ناکہ بندی سے ریاست میں کونسی حالت پیدا کی ہے۔ لیکن اس تار کا کوئی جواب نہ دیا گیا۔

۱۸/اکتوبر ۱۹۴۷ء کو کشمیر کے وزیر اعظم نے مسٹر جناح کو اسی غرض کے لئے ایک اور تار بھیجا۔

۲۰/اکتوبر ۱۹۴۷ء کو مسٹر جناح نے جواب میں ان سب الزامات کو ماننے سے انکار کر دیا۔ اور مہاراجہ کشمیر کو ایک تار بھیجا جس میں بیان کیا۔

"میری حکومت اپنی خود اعتمادی پر پابند رہ کر "جوں کا توں معاہدہ" پر کاربند رہنے کا ہر ایک ارادہ رکھتی ہے"۔

یہ صرف زبانی وعدہ کیا گیا۔ لیکن اصلی منشا ریاست میں قحط پیدا کرنے کا تھا۔ اسی لئے ناکہ بندی کی گئی۔ ناکہ بندی کر کے اسے اندرونی بغاوت کے لئے آمادہ کرنا تھا گو کہ ابھی تک بیرونی حملہ شروع نہیں ہوا تھا۔

سرحدوں پر حملے

ناکہ بندی کو ایک طرف سے چلا کے پاکستان دوسری طرف سے کشمیر پر حملہ کرنے کی تیاری کر رہا تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ کشمیر کسی طرح سے پاکستان میں شامل ہو جائے۔ پاکستانیوں نے شروع سے ہی ریاست کی سرحدوں پر حملے شروع

کر دئے تھے لیکن حکومت کشمیر ابھی بھی پاکستان سے دوستی کی امید رکھی ہوئی تھی۔

۲۹ اگست ۱۹۴۷ء کو ہزارہ کے لوگوں کی طرف سے راجہ یعقوب خاں نے مہاراجہ کشمیر کو ایک تار بھیجا جس میں اس نے دھمکی دی:۔

"ہم سامان سے پورے لیس ہوکر آپ کی فوجوں کے ساتھ لڑنے کے لئے ریاست میں داخل ہونے کو تیار ہیں۔ آپ کو حالات آسان بنانے کے لئے التجا کی جاتی ہے نہیں تو اس کے نتائج برداشت کرنے کے لئے تیار ہو جائیے۔"

۳۱ اگست ۱۹۴۷ء کو جموں و کشمیر فوج کے جنرل آفیسر کمانڈنگ میجر جنرل سکاٹ نے بیان دیا:۔

"ہزارہ اور راولپنڈی کے علاقوں میں حالات بہت زیادہ غیر تسلی بخش ہیں۔ اس میں کم ہی شک ہے کہ تحصیل باغ میں موجودہ گڑبڑ پاکستان سے آئے ہوئے مسلح ٹولیوں نے شروع کرائی۔"

۴ ستمبر ۱۹۴۷ء کو میجر جنرل سکاٹ نے بتایا:۔

"پانچ سو قبائلی دشمن سبز اور خاکی وردیوں میں ملبوس ہو کر ہتھیارِ جنگ (لیڈر اور ویب) لئے ہوئے دکھائی دیئے۔"

حکومت کشمیر نے پاکستان سے اس موقع پر احتجاج کیا لیکن کوئی فائدہ نہ نکلا۔

۱۳، ۱۴ ستمبر ۱۹۴۷ء کو پاکستانی سپاہی علی بیگ اور جتلی میں داخل ہوئے جو ریاست کی حدود کے اندر ۲ (دو) گاؤں ہیں۔

۲۳ ستمبر ۱۹۴۷ء سے ۳۰ ستمبر ۱۹۴۷ء تک سرحدوں پر لگاتار حملے ہوتے رہے۔

۴ اکتوبر ۱۹۴۷ء کو لٹیرے ٹامی گنوں (اسٹن دقوں) سے مسلح ہو کر چرالہ کے علاقہ میں داخل ہوئے جس کے نتیجے کے طور پر ریاستی سپاہیوں اور لٹیروں میں لڑائی ہوئی۔

۱۵ اکتوبر ۱۹۴۷ء کو میرپور میں بھی ایسا ہی واقعہ ہوا وہاں پر لٹیروں نے قلعہ اودن

کا محاصرہ کیا۔

۱۰ اکتوبر ۱۹۴۷ء کو لٹیرے کوٹلی پونچھ سڑک کاٹ کر نکل گئے۔

۲۰ اکتوبر ۱۹۴۷ء کو وزیر میرپور نے حکومت کشمیر کو پیغام بھیجا جس میں یہ واضح کیا کہ باسلحہ آدمی چھچیاں اور رانگلا کے قریب جمع ہو رہے ہیں۔

حملے کی تیاری

پاکستان کے ذمہ دار افسر اس وقت تک حملہ کرانے کے منصوبے مکمل کر چکے تھے۔ حکومت پاکستان اور صوبہ سرحد کے وزیر اعظم اس حملہ کو منظم کرانے میں پیش پیش تھے۔ سرحدوں پر پاکستانی حملہ آوروں نے ریاستی فوج کے مٹھی بھر سپاہیوں کو تتر بتر کرا دیا۔ اور اس طرح سے اُن کے لئے کشمیر کے علاقہ یعنی کوہالہ اور ایبٹ آباد کے راستے سے ریاست پر دھاوا بول دینا آسان ہو گیا۔ مسٹر ریڈی کا بیان ہے،

"درحقیقت حملہ کا مسودہ تو بہت پہلے تیار تھا۔ اصل تجویز یہ تھی کہ ۱۵ اگست ۱۹۴۷ء کو سرینگر میں فرقہ وارانہ فساد کرایا جائے اور اس کے لئے بہانہ بنایا جائے کہ پاکستانی جھنڈے کو اتار کر پھینکا گیا ہے۔ اگر ایسا ہو جائے تو پھر پونچھ میں ایک عام بغاوت کر دی جائے اور بعد میں صوبہ جموں میں بدامنی پھیلائی جائے۔

"مرزا بشیر الدین محمود (امیر جماعت احمدیہ قادیان) نے چوہدری حمید اللہ صدر مسلم کانفرنس کے ذریعے کئی سو رائفل اور اسلحہ کی کافی مقدار جموں میں فسادات کے لئے تقسیم کی۔ لیکن یہ تجویز عملی شکل اختیار نہ کر سکی۔

"ستمبر کے شروع میں حکومت پاکستان کو اس چیز کا احساس ہو گیا تھا کہ ریاست میں اس طرح کی بدنظمی پھیلانا ناممکن نہیں اور اگر پونچھ کے لوگوں نے بغاوت کے لئے حوصلہ افزائی بھی کی تو صورت حال میں کوئی نمایاں فرق نہیں آئیگا۔ لہٰذا ریاست پہ وسیع پیمانے کے

حملے کے لئے احکام جاری کئے گئے۔ لیاقت علی خاں نے مری کے مقام پر ایک خفیہ مجلس مشاورت طلب کی اس میں نواب ممدوٹ، خان عبدالقیوم خاں، سردار شوکت حیات خاں، خواجہ عبدالرحیم آئی۔سی۔ایس، کرنل اکبر خاں، کرنل شیر محمد خاں، کرنل شاہد حمید، ماڑکھوڈ و جنجوعہ اور انڈین نیشنل آرمی کے کئی سابقہ افسران بھی شامل تھے جنہوں نے فسادات پنجاب کے دوران میں کافی "شہرت" حاصل کی تھی۔

"لیاقت علی خاں نے شیخ عبداللہ سے سیاسی گفتگو کی نگرانی خود سنبھالی اور وزیر اعظم صوبہ سرحد اور وزیر اعظم صوبہ مغربی پنجاب کو ہدایت کردی کہ وہ اُن فوجوں افسروں کے ہاتھ میں ذرائع سونپ دیں۔ جو کشمیر کے حملے سے متعلق ہیں اور فوجیوں کو اہم مقامات پہ تعینات کرنے میں مدد کریں۔

"میاں محمد عباس اکونٹنٹ جنرل پاکستان آرمی اکونٹس کو ہدایت کی گئی کہ وہ ان فوجی افسروں کے لئے مناسب رقوم مہیا کریں۔

"پہلے تو یہ فیصلہ کیا گیا کہ پونچھ کے اُن اسی ہزار فوجیوں کو استعمال کیا جائے جو گذشتہ جنگ عظیم میں لڑ چکے تھے۔ یہ قوت بڑے حملے کے لئے استعمال کی جائے تاکہ کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ یہ حملہ پاکستان سے کیا گیا ہے۔ ان میں سے اکثر تو مسلح تھے اور اگر انہیں چھوٹی بندوقیں اور اسلحہ کی معقول مقدار پہنچا دی جائے تو ریاست کی فوج ان کے سامنے کوئی حیثیت نہیں رکھے گی۔ کیونکہ اس کی تعداد دس بارہ ہزار سے زیادہ نہیں۔ چنانچہ پونچھیوں کو ہتھیار اور اسلحہ مہیا کیا گیا اور بغاوت کے لئے ان کی حوصلہ افزائی کی گئی مگر ریاستی حکام نے کمک منگوا کر اس بغاوت کو کچل دیا۔ حالانکہ اس وقت بھی پاکستان کے اضلاع سے جو ریاست کے متصل ہیں، مسلح حملہ آوروں کے دستے بھیجے گئے تھے۔

"پھر ریاست کے فوجی دستوں کو تتر بتر کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ اور پاکستانی علاقے سے میرپور، بھمبر، سوچیت گڑھ اور کٹھوعہ کے علاقوں پر مسلح حملہ آوروں نے ہلہ بول دیا۔

اس طرح ریاست کی فوج کو ایک وسیع علاقے میں بکھرنا پڑا۔ جب انہیں یہ ابتدائی فائدہ حاصل ہو گیا تو پاکستانی حکام نے اہم ناکوں پر مسلح فوجی اکھٹے کرنے شروع کر دئے چنانچہ پونچھ اور پنجاب کے ساتھ فوجیوں کی ایک کثیر تعداد کو راولپنڈی کے نزدیک از سر نو تربیت کے لئے جمع کیا گیا۔

"سر جارج کننگھم گورنر صوبہ سرحد نے محسوس کیا کہ قبائلیوں میں افغانستان کا اثر کم کرنے کے لئے کوئی فوری اور ڈرامائی قدم اٹھانا چاہئے جس سے قبائلیوں کے مذہبی جذبات برانگیختہ ہوں۔ چنانچہ راولپنڈی کے مقام پر ایک میٹنگ منعقد ہوئی جس میں لیاقت علی خاں۔ نواب ممدوٹ۔ عبدالقیوم خاں اور کشمیر پر حملے کے مجوزہ افسران نے شرکت کی۔ ان کے علاوہ جنرل میسروی سابقہ کمانڈر انچیف پاکستان آرمی اور جنرل گریسی نے بھی جو اسوقت چیف آف جنرل سٹاف تھے اور اب کمانڈر انچیف ہیں شرکت کی"۔

"چنانچہ یہ فیصلہ کیا گیا کہ کشمیر پر حملہ کی اصل طاقت قبائلیوں پر مشتمل ہوگی اور انہیں صاف طور پر بتا دیا جائے گا کہ تمہیں جی بھر کر لوٹ مار کرنے کا حق ہوگا۔ اس نئے طریق کار اور طرز عمل نے قبائلیوں پر بجلی کا سا اثر کیا۔ انہیں یہ دیکھ کر خوشی ہوئی کہ وہ پولیٹکل ایجنٹ جو کبھی لوٹ مار کی وجہ سے انہیں سزائیں دیتے تھے اب خود آ کر بتا رہے ہیں کہ کشمیر کو لوٹنے کی تمہیں کھلی چھٹی اور کامل آزادی ہے۔ ملاؤں نے قبائلی علاقے کے دورے کئے اور پٹھانوں میں فرقہ وارانہ زہر پھیلایا۔ اس پراپیگنڈے کے ساتھ ساتھ قبائلیوں کو کشمیر کی دولت کا لالچ دیا گیا اور انہیں بتایا گیا کہ سرینگر کے محل میں کروڑوں روپے کا سونا موجود ہے جسے لوٹنے کی تمہیں اجازت ہوگی۔

"لوٹ مار اور انتقام کا حلقہ وسیع ہوتا گیا۔ حتیٰ کہ پورا قبائلی علاقہ اس کی لپیٹ میں آ گیا۔ کشمیر کے خلاف جہاد کی آگ بھڑک اٹھی، بڑے بڑے مجرموں کے وارنٹ منسوخ

کر دیئے گئے اور عام معافی کا اعلان کیا گیا تاکہ انہیں محسوس ہو کہ پاکستان کے قیام سے انہیں بھی کامل آزادی مل گئی ہے یعنی ہمسایہ ملکوں میں لوٹ مار کرنے کا پروانہ مل گیا ہے۔ *

حملے کا آغاز

شمال مغربی سرحدی صوبہ اور افغانستان کی سرحد کے درمیان ایک پہاڑی علاقہ ہے جس کا رقبہ ۲۴۹۸۶ مربع میل اور آبادی ۲۳۷۸۰۰۰ ہے۔ اس علاقہ کو قبائلی علاقہ کہتے ہیں اور یہاں کے لوگ جاہل اور جنگجو طبیعت کے ہیں جو لوٹ مار کے بہت عادی ہیں اور اسی پر اپنا گزارہ کرتے ہیں۔ انگریزوں کے زمانے میں ہند سرکار انہیں ہر سال منہ بھرائی (ہش منی) دے کر انکو ان کے لوٹ مار سے بچاتی تھی۔ انگریزوں کی یہ اعانتی رقوم کئی کروڑ روپے تک ہوتی تھی۔

پاکستان کے وجود میں آنے سے قبائلی علاقہ پاکستان کی نوآبادی میں داخل ہوا۔ اس وجہ سے ان قبائلیوں کی منہ بھرائی ہند سرکار سے ملنی بند ہو گئی اور اب پاکستان سرکار کے پاس اتنا روپیہ نہیں تھا کہ وہ ان کو یہ رشوت دے کر چپ کرائی۔ برطانوی فوجوں کے دستوں کو ہٹائے جانے سے بھی قبائلیوں کی اقتصادی حالت کو بہت نقصان پہنچا کیونکہ اُن کی مزدوری اور ملٹری کیمپوں میں گھریلو نوکروں کی حیثیت بھی ختم ہو گئی۔ دوسری طرف پٹھانستان کے قیام کے حق میں پٹھانوں اور افغانستان کی طرف سے موثر پراپیگنڈہ ہو رہا تھا۔

چنانچہ حکومت پاکستان نے قبائلیوں کو لوٹ مار کی لالچ میں اور مذہبی جذبات کو بھڑکا کر اُن کی توجہ کشمیر کی طرف مبذول کرائی وہ پہلے سے ہی اس کوشش میں تھی کہ کشمیر کو کسی طرح سے پاکستان میں شامل ہونے پر مجبور کیا جائے۔ انہوں نے اسی

* جی۔ کے۔ ریڈی۔ ڈائرکٹر محکمہ اطلاعات عامہ "آزاد کشمیر گورنمنٹ" پاکستان۔

غرض کے لئے ریاست کی ناکہ بندی کی اور انہوں نے عوام کا نظریہ "شمولیت بعد آزادی" کو ٹھکرا دیا اور ان قبائلیوں کو مشغول رکھنے کے لئے کشمیر پر لوٹ مار کرنے کی ترغیب دی پاکستان کے کئی ذمہ دار افسروں اور لیڈروں نے ان قبائلیوں کو فوجی تربیت دے کر ریاست پر حملہ کرنے کے لئے تیار کیا اور انہیں بتایا کہ کشمیری مسلمان ہندو مہاراجہ کے خلاف اُن کی امداد چاہتے ہیں آخر ۲۰ اکتوبر ۱۹۴۷ء کو سرینگر میں سُنا گیا کہ قبائلی کشمیر پر حملہ کرنے کے لئے ریاست کی سرحد پر جمع ہو رہے ہیں۔

۲۲ اکتوبر ۱۹۴۷ء کی رات کو پاکستان کی یہ چال ظاہر ہو گئی جبکہ ہزاروں قبائلیوں نے پاکستان کے کہنے پر پاکستان کی امداد سے پاکستان کی سرحد سے گزر کر کشمیر پر دھاوا بول دیا اور اس طرح سانحہ کشمیر شروع کیا

یہ قبائلی ہتھیار بند ہو کر ہزاروں کی تعداد میں ۳۰۰ سے زائد لاریوں کے ذریعے ایبٹ آباد کے راستے سے دو میل کی مغرب کی طرف کشن گنگا پل کو پار کر کے مظفر آباد کے علاقے میں داخل ہوئے۔ انہوں نے آگ بھڑکانے والی بندوقوں (فلیرس) کے استعمال سے امن پسند بے ہتھیار اور نہتے کشمیریوں کو لوٹنا شروع کیا۔ وہ لوٹ مار کرتے رہے اور مکانوں کو جلاتے گئے مظفر آباد ان کے قبضہ میں آگیا۔

کشمیر کے ڈپٹی پرائم منسٹر مسٹر رام لعل باٹرہ نے ۲۵ اکتوبر کو دہلی میں بیان دیا:۔

"۲۰۰۰ سے زائد قبائلیوں نے رائفلیں۔ برن گن۔ مشین گن اور فلیرس سے مسلح ہو کر ۲۲ اکتوبر کی رات کو کشمیر کے علاقہ میں داخل ہو کر دو میل پل کے مغرب کی طرف مظفر آباد کے قصبے کو جلا دیا اور یہ حملہ آور اس وقت تک دو میل اور گڑھی پہنچ چکے تھے"۔

حملہ آوروں کا منشا سرینگر پر جلد قبضہ کرنا تھا۔ اس مقصد کے لئے وہ کوہالہ

سرینگر کے راستہ بڑی تیزی سے آگے بڑھتے گئے۔ ان کے پیچھے رسد۔ سامان جنگ۔ پٹرول۔ ٹرک (فوجی گاڑیاں)، اور دیگر سپاہی کمک کے طور پر بھیجے گئے اور کشمیر ان پاکستانی لٹیروں کا شکار بن گیا۔

حملہ کی رفتار

۲۳ اکتوبر ۱۹۴۷ء تک قبائلیوں نے مظفر آباد، ڈومیل اور اس کے ارد گرد علاقوں پر قبضہ کر لیا اور وہ لوٹ مار کرتے ہوئے گڑھی اور چناری پہنچ گئے۔

۲۴ اکتوبر کو ان پاکستانی لٹیروں کا چناری پر قبضہ ہو گیا اور وہ اوڑی کی طرف سرینگر کا رخ کرتے ہوئے آگے بڑھتے گئے۔

اوڑی پر مقابلہ

اوڑی پر ان ہزاروں حملہ آوروں کا ریاست کے چند سپاہیوں نے مردانہ وار مقابلہ کیا۔ ان سپاہیوں کی تعداد صرف ۱۱۴ تھی جو وطن کے بہادر سپوت برگیڈیر راجندر سنگھ کے زیر کمان تھے۔ برگیڈیر راجندر سنگھ نے ہزاروں قبائلیوں کے سامنے ہتھیار ڈالنے سے انکار کیا اور اپنی ان ایک سو چودہ سپاہیوں کو ان کے مقابلے پر لا کھڑا کیا۔ اُس نے قدم بہ قدم پیچھے ہٹتے ہوئے ان کا مقابلہ کیا۔ اور ہار کو تسلیم نہ کرتے ہوئے ان کو سرینگر پہنچنے کی رفتار کو روک دیا مگر ہزاروں کے سامنے ایک مٹھی بھر سپاہی کیا کر سکتے تھے ایک ایک کر کے یہ بہادر سپاہی وطن کو بچانے کے لئے قربان ہوئے۔ خود راجندر سنگھ جی نے گولیاں کھاتے ہوئے اور لنگڑے ہو کر بہادر ہوریشس کی طرح آخری دم تک حملہ آوروں کو روکے رکھا آخر حملہ آوروں نے ان کو گرفتار کیا اور قبائلی علاقے لے گئے۔

مہورہ پر قبضہ - برگیڈیر راجندر سنگھ کو گرفتار کرنے کے بعد ۲۵ اکتوبر کو۔۔۔

حملہ آوروں کا اوڑی پر قبضہ ہوا۔ اسی دن وہ اوڑی سے آگے بھی بڑھے۔ رام پور پر قبضہ کیا اور سرینگر کی طرف کوچ کرتے رہے۔ شام کو وہ مہورہ پہنچے اور مہورہ کے پاور ہاؤس پر قبضہ کیا جو تمام وادی کشمیر کو عموماً اور شہر سرینگر کو خصوصاً بجلی مہیا کرتا ہے پاور ہاؤس پر قبضہ کرنے سے کشمیر میں بجلی کی طاقت ختم ہو گئی اور اندھیرا ہی اندھیرا چھا گیا۔ حملہ آور اب سرینگر سے صرف ۵۰ میل ہی دور تھے۔

شیر کشمیر کی گرج

تمام ریاست میں اس وقت خوف و ہراس چھا گیا۔ لوگ قصبوں اور دیہاتوں سے اپنے مکانوں اور جائداد کو ان پاکستانی لٹیروں کے رحم پر چھوڑ کر اپنی جانیں بچانے کے لئے سرینگر دوڑ رہے تھے اور حکومت کی طرف سے کوئی انتظام نہ ہوا۔ انتظام کیا ہوتا تھا حکومت کا جنازہ نکل چکا۔ اسی دن شیر کشمیر نے سرینگر میں عید کے جلسہ میں لوگوں سے فرمایا کہ انہیں خاموشی سے اس "بیرونی حملہ" کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار رہنا چاہئے کیونکہ انہیں وطن کو ہر قیمت پر بچانے کا وقت آ گیا ہے۔ نیشنل کانفرنس رضاکار (بچاؤ فوج) وطن کو بچانے کے لئے سرینگر کے بازاروں میں گشت لگاتی رہی۔ لوگوں کو دہشت سے بچاتی رہی اور ان کے حوصلہ کو بڑھاتی رہی۔

بارہ مولہ لٹیروں کے قبضے میں

۲۶ اکتوبر سنہ ۱۹۴۷ء کو یہ ہزاروں لٹیرے مظفر آباد۔ اوڑی۔ مہورہ اور دیگر دیہاتوں کو جلاتے اور لوگوں کو بے دردانہ طور سے قتل کرتے اور ان کے جائداد کو لوٹتے ہوئے بارہ مولہ پہنچے جو وادی کشمیر کا دروازہ اور تیسرا بڑا قصبہ ہے اور جو ریاست کی راجدھانی سرینگر سے صرف ۳۵ میل کے فاصلہ پر ہے۔

اچانک اسی وقت پاکستان ریڈیو نے یہ خبر نشر کی کہ جو قصبے اور دیہات لٹیروں کے ہاتھ میں آئے ہیں ان میں ایک "آزاد کشمیر حکومت" قائم کی گئی ہے جس کے افسر اعلیٰ سردار محمد ابراہیم بنائے گئے ہیں ۔ یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ سردار ابراہیم شمال مغربی سرحدی صوبہ کے وزیر اعظم مسٹر عبدالقیوم خاں کے بھائی ہیں جو اس حملہ کرانے میں سب سے زیادہ ممتاز ہیں ۔ پاکستان نے یہ بھی خبر دی کہ یہ نام نہاد حکومت "پونچھ میں" پلندری کے مقام پر قائم کی گئی ہے ۔

لٹیروں نے اس وقت تک تین طرف سے حملہ شروع کیا ان کا ایک دستہ پونچھ سے اوڑی کی طرف ۔ دوسرا کوہالہ سرینگر کے راستے اور تیسرا ایبٹ آباد سرینگر کے راستے کشمیر میں داخل ہوا ۔ کوہالہ میں ریاست کے کچھ سپاہی جن میں اکثر مسلمان تھے اپنے ہی ملک کو لوٹنے کے لئے حملہ آوروں کے ساتھ مل گئے ۔

ہند سے امداد کی درخواست

عین اس وقت کشمیریوں نے اپنے آپ کو کمزور پا کر اپنے ملک کو بچانے کے لئے ہندوستان سے امداد کی درخواست کی ۔ مہاراجہ کشمیر نے ۲۴ر اکتوبر سنہ ۱۹۴۷ء کو پہلی بار ہندوستان سے امداد طلب کی ۔ شیر کشمیر شیخ محمد عبداللہ صدر آل جموں وکشمیر نیشنل کانفرنس نے کشمیریوں کی طرف سے ہند سے امداد مانگی اور اسی غرض کے لئے وہ ۲۵ر اکتوبر سنہ ۱۹۴۷ء کی شام کو دہلی آئے ۔ نیز ریاست کے وزیر اعظم مسٹر مہرچند مہاجن مہاراجہ اور کشمیر سرکار کی طرف سے ۲۶ر اکتوبر سنہ ۱۹۴۷ء کی صبح کو دہلی آ گئے ۔

ہندوستان کی جمہور پرستی

ہند سرکار نے کشمیر کی اس درخواست پر غور کرتے ہوئے کشمیری عوام کے

نیتا شیر کشمیر اور کشمیر کے وزیر اعظم مسٹر مہاجن سے تبادلہ خیالات کیا چونکہ یہ انتہائی نازک گھڑی تھی اور کچھ گھنٹوں کی دیر کا مطلب تمام ریاست کو ان پاکستانی لٹیروں اور قبائلی درندوں کے ہاتھ میں دے دینا تھا اس لئے ہند سرکار نے بڑے غور و خوض کے بعد کشمیری عوام اور سرکار دونو کے مشترکہ امداد کی درخواست کو ۲۶ اکتوبر ۱۹۴۷ء کی شام کو منظور کیا۔ مگر وہ امداد اُس وقت بھیج سکتی تھی جب ریاست ہند یونین میں شمولیت کو منظور کر لیتی۔ اس صورت میں ہند سرکار نے کشمیر کے الحاق کو (عارضی) وقتی طور سے منظور کیا اور ساتھ ہی اعلان کر دیا کہ وہ حالات حسب معمول آنے پر لوگوں کی رائے معلوم کر کے ریاست کی مستقل شمولیت کا فیصلہ کرے گی۔ یہ ہندوستان کی جمہوریت پرستی کی ایک شاندار مثال ہے۔

ہندوستانی فوجیں کشمیر میں

کشمیر کی شمولیت کو ماننے کے بعد یہ ہندوستان کا فرض تھا کہ وہ ریاست کے بچاؤ کی تدابیر عمل میں لاتا جو شمولیت کی وجہ سے اب ہندوستان کا علاقہ ہو گیا۔ چونکہ حملہ آور بارہ مولہ پر قبضہ کئے ہوئے تھا اور سرینگر سے کوئی ۳۰ میل کے ہی فاصلے پر تھا اس لئے ہند سرکار نے فوجیں ہوائی راستے سے بھیجنے کا انتظام کیا پو پھٹتے ہی ہندوستانی سپاہیوں کی ایک پلٹن ہوائی راستے سے وادی کشمیر بھیجی گئی اور ہوائی جہاز ہندوستانی سپاہیوں کو لئے ہوئے پہلی بار کشمیر کی سرزمین پر ۲۷ اکتوبر ۱۹۴۷ء کی صبح کے ۹ بجے ۱۰ منٹ پر پہنچے۔ یہ ہوائی جہاز سپاہیوں کو لئے ہوئے سرینگر کے ہوائی اڈہ پر اتر گئے اور واپسی میں ان لوگوں کو نکالتے گئے جو ہند آنا چاہتے تھے۔ شیخ محمد عبداللہ اسی صبح کو دہلی سے واپس کشمیر آئے اور انہوں نے وطن کو بچانے کے لئے ایمرجنسی حکومت کو قائم کرنا منظور کیا۔ انہوں نے کشمیریوں سے

اصرار کیا کہ وہ اتحاد اور بہادری سے حملہ کا مقابلہ کریں۔ نیشنل کانفرنس کے ہوم گارڈ (سلامتی فوج) سرینگر کے بازاروں میں بدستور گشت لگا رہی تھی اور اس طرح لوگوں کی اخلاقی حالت کو بڑھاتی رہی۔

بارہ مولہ پر لٹیروں کا مکمل قبضہ ۲۷ اکتوبر ۱۹۴۷ء کی منحوس صبح کو ہوا۔ ہندوستانی فوج کے مٹھی بھر سپاہی جو سرینگر پہنچے انہوں نے بغیر مکمل انتظام کیے ہوئے فوراً بارہ مولہ پہنچ کر حملہ آوروں کی رفتار کو روک دیا۔ لڑائی اب کشمیری عوام کی ان لٹیروں کے ساتھ ہو گئی جو اُن کے وطن پر حملہ کیے ہوئے تھے اور انہیں غلام بنا کے لوٹنا چاہتے تھے کشمیری عوام کی امداد پر ہندوستانی فوج تھی جو ہوائی اور خشکی دونوں راستوں سے کشمیر پہنچ رہی تھی۔

ہندوستانی سپاہیوں نے دس ہزار نیشنل کانفرنسی رضاکاروں اور شیر کشمیر کی ایمرجنسی حکومت کی امداد سے حالات پر مکمل قابو پالیا۔ ایک مقامی سینما پلیڈیم ٹاکیز میں نیشنل کانفرنس کا ہیڈ کوارٹر قائم کیا گیا۔

ہندوستانی فوج کے یہ مٹھی بھر سپاہی جو بارہ مولہ پہنچے قبائلیوں کے مکمل ہتھیار بند اور کثیر التعداد ہونے کی وجہ سے بارہ مولہ سے پیچھے چھ میل ہٹ گئے جو جگہ سرینگر سے ۲۶ میل کے فاصلے پر ہے۔ اس کارروائی میں ان سپاہیوں کی کمان کرنے والے کرنل رائے کئی دوسرے سپاہیوں کے ساتھ کشمیر کو بچانے کے لئے ان پاکستانی درندوں کے شکار ہوئے۔

لٹیروں کا کانونٹ پر حملہ

بارہ مولہ پر قبضہ کرنے کے بعد لٹیروں نے یہاں کے کانونٹ (عیسائی خانقاہ) پر حملہ کیا اور ریورڈ بین کو زدوکوب کیا۔ انہوں نے اسسٹنٹ مدر سوپیریر۔ ایک انگریز افسر اور اس کی بیوی کو ہلاک کیا اور اس انگریز افسر کے بچے دوسرے بیس انگریزوں

سمیت لاپتہ کردے۔

لٹیرے وادی کشمیر میں

لٹیرے وادی کشمیر میں دیگر اطراف سے بڑھتے گئے۔ ان کی کثیر التعداد نے ہندوستانی سپاہیوں کو پٹن کے قصبہ کی طرف ہٹنے پر مجبور کیا جو سرینگر سے صرف ۱۸ میل کے فاصلے پر ہے۔ یہاں لٹیرے سرینگر کو بالہ سڑک پر پوری طرح سے روک دیئے گئے مگر روکنے کے باوجود وہ دائیں اور بائیں بکھر گئے۔ وہ گلمرگ کی طرف آگے بڑھتے گئے اور بڈگام کے شمال میں ایک جگہ پہنچے جو سرینگر کے مغرب میں صرف ۵ ہی میل کے فاصلے پر ہے۔ اس طرف لٹیروں کی اس جماعت کی تعداد ۷۰۰ تھی۔ قبائلی لٹیرے جس میں محسودی وزیری۔ آفریدی اور ہزارہ۔ مری اور راولپنڈی کے پاکستانی تھے وادی کشمیر کے دیگر اطراف کی طرف بکھر کر سمبل اور گاندربل کے علاقوں میں پہنچ گئے۔

جموں کے مورچہ کا آغاز

جو جھڑپیں اس وقت تک صوبہ جموں کی سرحد کے ساتھ ساتھ پاکستانیوں نے شروع کی تھیں وہ اب خطرناک صورت اختیار کر چکی تھیں۔ وادی کشمیر میں لڑائی کے دوران لٹیروں نے جہلم میرپور سڑک اور گجرات بھمبر سڑک سے صوبہ جموں میں داخل ہو کر پونچھ۔ میرپور۔ کوٹلی۔ بھمبر کے علاقوں اور دوسرے دیہاتوں پر حملہ شروع کر دیا۔ ریاستی سپاہی ان ہزاروں ہتھیار بند لٹیروں کو روکنے میں بالکل ناکام رہے۔ جو پاکستان کی سرحد سے گزر کر ریاست پر حملہ کرنے کی غرض سے آئے۔ ان حملہ آوروں نے ریاست کی حفاظتی فوجوں کا میرپور۔ پونچھ۔ نوشہرہ۔ راجوری۔ جھنگڑ اور بیری پٹن میں محاصرہ کر لیا۔

حملہ آوروں کی اس بے اندازہ طاقت کو دیکھکر ہندوستانی فوجیں صوبہ جموں کو بچانے اور ریاستی سپاہیوں کی امداد کے لئے بھیج دی گئیں۔ کوٹلی کے علاقے میں حملہ آوروں پر ہندوستانی فوجوں کی طرف سے ہوائی حملے ہوئے اور پونچھ اور میرپور کے محافظ ریاستی سپاہیوں کو بدستور امداد بھیجی گئی۔ قریباً تین ہزار ریاستی سپاہیوں کو چار جگہوں پر حملہ آوروں نے گھیر لیا۔

کشمیر کا مورچہ

۶ رنومبر ۱۹۴۷ء تک لٹیروں کا گاندربل۔ بیہامہ۔ تولہ مولہ۔ لار۔ کنزر اور دوسری جگہوں سے صفایا کیا گیا۔ ہندوستانی سپاہی وادی کے ہر طرف بڑھتے گئے اور انہوں نے سلامتی فوج کے تعاون سے لٹیروں کو وادی کشمیر سے ختم کرنا شروع کیا۔ سنگرامہ پر بھی ہندوستانی سپاہیوں نے قبضہ کیا۔ یہ جگہ بارہ مولہ سرینگر سڑک پر ایک چوراہا ہے

بڈگام کی لڑائی

وادیٔ کشمیر میں لٹیروں کا مقصد ہوائی اڈے پر قبضہ کرنا تھا تاکہ ہندوستان کی کمک ختم ہوسکے۔ اسی غرض کے لئے لٹیروں کی ایک بڑی جماعت بڈگام کی طرف آگئی۔ یہاں ہندوستانی سپاہیوں کے ساتھ ان کا زبردست مقابلہ ہوا جس میں لٹیروں کو شکست ہوئی اور وہ بھاگنے پر مجبور ہوئے یہ لڑائی سرینگر کے مغرب میں صرف ۴½ میل کے فاصلے پر ہوئی اور اس فیصلہ کن لڑائی میں ہندوستانی فوج کے ایک اور بہادر جرنیل میجر شرما جنگ کا پانسہ بدلنے کے لئے شہید ہوئے۔

بڈگام کی لڑائی نے لٹیروں کے ناپاک ارادے ختم کئے۔ اور اس لڑائی میں انہیں شکست دینے کے بعد ہندوستانی سپاہیوں نے ان کا لگاتار پیچھا کیا۔ لٹیرے اب شکستہ ہوکر بھاگتے گئے اور جو کچھ ہاتھ لگا لوٹتے گئے۔ ہندوستانی سپاہیوں نے نقل و

حرکت کو جاری رکھا اور ان کا بڈگام۔ ماگام۔ ناربل۔ شالہ ٹینگ۔ مجہ گنڈ۔ شادی پور سنبل۔ پٹن اور دوسرے علاقوں سے صفایا کرتے گئے۔

بارہ مولہ پر دوبارہ قبضہ ہندوستانی سپاہیوں نے لٹیروں کو سرینگر کوہالہ سڑک پر پٹن سے بھی پیچھے بھگا دیا۔ اور ان کا پیچھا کرتے ہوئے وادئ کشمیر کے پھاٹک بارہ مولہ پر ۸ رنومبر ۱۹۴۷ء کو دوبارہ قبضہ ہوا۔ قبضہ کرنے کے وقت اس بڑے قصبہ کی حالت انتہائی دردناک تھی۔ خاص اسی دن یعنی ۸ رنومبر ۱۹۴۷ء کو پٹھانکوٹ جموں کے راستے ہندوستانی فوجیں اور ہلکی توپیں صحیح وسلامت سرینگر پہنچ گئیں۔

مہورہ پر قبضہ بارہ مولہ پر قبضہ کرنے کے بعد ہندوستانی سپاہیوں نے کوہالہ سرینگر سڑک کے ساتھ ساتھ بڑھنا شروع کیا اور لٹیروں کا پیچھا کرتے کرتے مہورہ پہنچے اور یہاں کے پاور ہاؤس پر ہندوستانی فوجوں کا قبضہ ہو گیا

اوڑی پر قبضہ وادئ کشمیر میں لٹیروں کا صفایا کرنے کے بعد بارہ مولہ سے بھی لٹیروں کو بھگایا گیا اور جہاں کہیں وہ چھپے ہوئے تھے ختم کئے گئے۔ ہندوستانی سپاہیوں نے یہ کرنے کے بعد مہورہ سے آگے بھی اپنی رفتار کو جاری رکھا۔ انہوں نے رامپور پر دوبارہ قبضہ کیا۔ یہاں سے آگے لٹیروں نے پلوں کو کاٹ دیا اس لئے ہندوستانی سپاہیوں کی رفتار میں ذرا کمی ہوئی۔ آخر یہ مشکلات اُن کی آگے بڑھنے کی رفتار کو زیادہ دیر تک روکے نہ رکھ سکی اور وہ ۱۱ر نومبر ۱۹۴۷ء کو اوڑی پہنچ گئے۔ یہاں پر ہندوستانی سپاہیوں نے اپنی رفتار کو مکمل طور پر بند کر دیا۔ اوڑی پر قبضہ کرنے کے بعد کشمیر کا مورچہ اس طرف اسی قصبے کے پرے رہا کیونکہ ہندوستانی سپاہیوں نے جارحانہ حملے بند کئے اور مورچہ کی بچاؤ کے لئے لگے رہے۔ اگر ہندوستانی فوجیں اوڑی سے بھی آگے بڑھتیں تو انہیں چناری، گڑھی

دو میل اور مظفر آباد پر بھی قبضہ ہو جاتا۔ لیکن بچاؤ کے لئے ہندوستانی فوجوں نے اوڑی سے بڑھنا بند کر دیا۔

وادی کشمیر میں لٹیروں کا خاتمہ

اوڑی پر رفتار کو بند کرنے کے بعد وادی کشمیر میں لٹیروں کو ختم کرنے کی نقل و حرکت پھر بھی جاری رہی اور اُن کو ہر طرف سے بھگا یا گیا۔ جو کچھ ہاتھ لگے ان کا صفایا کیا گیا۔ لٹیرے گلمرگ۔ ٹنگمرگ۔ ہندواڑہ۔ بانڈی پور۔ اور دوسرے علاقوں سے بھاگ گئے اور جو کچھ ان کے ہاتھ لگا اس کو لوٹتے گئے اور جہاں کہیں وہ چھپے ہوئے تھے وہاں کے لوگوں سے ناشائستہ برتاؤ کر کے اُن کے مکانات جلاتے گئے۔ اس طرح کشمیر کی خوبصورت وادی کو پاکستانی لٹیروں کی ظالمانہ اور وحشیانہ ہاتھوں سے آزاد کر لیا گیا

گلگت پر لٹیروں کا قبضہ

گلگت کا علاقہ فوجی نقطۂ نگاہ سے بہت اہم ہے۔ یہ پہاڑی اور نیم جنگلاتی علاقہ ہے۔ اس کا رقبہ ۱۴۰۰۰ مربع میل ہے اور آبادی ۷۶۵۲۶ ہے۔ وادی کشمیر میں لٹیروں کو ختم کرنے کے بعد لٹیروں نے سرحدی علاقوں پر چھا جانا شروع کیا۔ گلگت پر سوات کے قبائلیوں کا حملہ ہوا جنہوں نے اس کو قبضہ میں کر لیا۔ ریاستی سپاہی طاقتور دشمن کے مقابلے میں اپنے آپ کو بالکل کمزور پا کر پیچھے ہٹنے پر مجبور ہوئے۔ ٹھیک اسی وقت ہنزا۔ یاسین اور ناگیر تین چھوٹے قبائلی علاقوں نے جن کی سرحدیں کشمیر کے شمال مغرب کی طرف افغانستان۔ روس اور پاکستان کے سرحدوں کے ساتھ ملتی ہیں۔ اور جو حکومت کشمیر کے ماتحت تھے پاکستان میں شمولیت کا اعلان کیا۔ انہوں نے گلگت میں لٹیروں کو امداد دی جس کی وجہ سے یہ علاقہ بڑی آسانی سے

ان کے قبضہ میں آگیا۔

گلگت کے نکل جانے پر پیچیدگیاں

یہاں یہ کہنے کی ضرورت ہے کہ گلگت پر لٹیروں کا قبضہ ہونا ریاست کے لئے خصوصاً اور ہندوستان کے لئے عموماً سخت خطرناک ہے۔ اس جگہ کی فوجی اہمیت کو دیکھتے ہوئے ۱۹۳۵ء سے انگریزوں نے حکومت کشمیر سے معاہدہ کر کے اسے اپنے انتظام میں رکھنا مناسب سمجھا اور یکم اگست ۱۹۴۷ء کو ہندوستان سے چلے جانے کے وقت انہوں نے اُسے حکومت کشمیر کو واپس کر دیا۔ حکومت کشمیر نے برگیڈیر گھنسار سنگھ کو یہاں اور دیگر سرحدی علاقوں کا گورنر مقرر کیا۔ اس وقت ہندوستانی فوجیں لٹیروں کو ختم کرنے کے لئے گلگت نہیں بھیجی جا سکتی تھیں کیونکہ جاڑا ہونے کی وجہ سے یہاں تک پہنچنے کے تمام راستے برف سے ڈھکے ہوئے تھے۔

اسٹور پر لٹیروں کا حملہ

لٹیروں نے گلگت پر قبضہ کرنے کے بعد اپنے لوٹ مار کو جاری رکھا اور انہوں نے گلگت اسکاؤٹ اور سرحدی صوبہ کے سپاہیانہ امداد سے آگے بڑھنا شروع کیا۔ ریاستی فوج کے کچھ سپاہی پیچھے ہٹتے گئے اور اسٹور پر جو سرینگر سے ۵۰ امیل کے فاصلے پر ہے لٹیروں کا قبضہ ہو گیا۔

برگیڈیر گھنسار سنگھ گورنر سرحد و گلگت لٹیروں کے حملے کو روکنے کے لئے ریاستی سپاہیوں کی کمان کرتے رہے۔ مگر لٹیروں کی کافی تعداد ہونے کی وجہ سے وہ اُن کے محاصرہ میں آگئے۔

ریاستی سپاہیوں کی ایک قلیل تعداد گلگت سے ہٹتی ہوئی بونجی پہنچی اور یہاں سے وہ سرینگر کی طرف ہٹتی ہوئی پرتاپ پورہ کے قریب آگئی۔ پرتاپ پورہ سرینگر سے

۲۷ امیل دور ہے۔ یہاں ان ریاستی سپاہیوں نے پرتاپ پورہ پل پر دوبارہ قبضہ
کرلیا اور بعد میں اس کو بالکل تباہ کیا جس کی وجہ سے لٹیروں کا سردیوں میں تیزی
کے ساتھ آگے بڑھنا مشکل ہوگیا۔

لٹیرے گریز میں لٹیروں کا سرحدی علاقوں میں کوئی مقابلہ نہ ہوسکا
کیونکہ وہاں ہندوستانی فوجیں نہیں پہنچ سکتی
تھیں۔ جاڑا جوبن پر تھا اور ان علاقوں میں پہنچنے کے تمام راستے برف سے ڈھکے
ہوئے تھے۔ لٹیروں نے بغیر کسی رکاوٹ کے بے بس اور امن پسند لوگوں پر لوٹ مار
جاری رکھی اور وہ تمام علاقے میں پھیلتے گئے یہانتک کہ اسٹور پر قبضہ کرنے کے بعد
گریز تک پہنچ گئے۔

جموں کا مورچہ

پاکستان سے آئے ہوئے ہزاروں حملہ آوروں نے ریاستی محافظ فوج کو
جو تعداد میں بہت ہی کم تھے، محصور کرلیا۔ پھر بھی ان بہادر سپاہیوں نے ہار نہ مانی
اور مقابلہ کرتے رہے۔ ان سپاہیوں کو پونچھ، میرپور، کوٹلی، جھنگڑ اور نوشہرہ میں
ہوائی جہازوں کے ذریعہ رسد و دیگر سامان اوپر سے ڈالا گیا۔ ۱۰ نومبر ۱۹۴۷ء کو ریاستی
سپاہیوں کے ایک دستہ نے جو پونچھ جاگیر کے باغ کے قصبہ میں محصور تھا اپنا راستہ
پونچھ جانے کے لئے نکال لیا اور کسی نہ کسی طرح سے یہ سپاہی باغ کو چھوڑ کر ۳۰ میل
دور پونچھ آگئے اور اس طرح سے باغ پر لٹیروں کا قبضہ ہوگیا۔

جموں کے شمال مغرب کی طرف ۷۰، ۸۰ اور ۹۰ میل ہوائی راستے کی دوری
پر تین بڑی محافظ فوجیں میرپور، کوٹلی اور پونچھ میں تھیں۔ ان کے علاوہ انہی علاقوں
میں بھمبر، جھنگڑ اور نوشہرہ کی محافظ فوجیں تھیں جن کا ہزاروں حملہ آوروں نے

موجودہ جنگ کے سامان سے لیس ہو کر الگ الگ محاصرہ کر رکھا تھا۔ ان سب محصورین کو ہوائی جہازوں کے ذریعے رسد وغیرہ پہنچائی گئی یہانتک کر وہ آزاد کرالئے گئے۔

۱۸ر نومبر ۱۹۴۷ء کو نوشہرہ کی گھری ہوئی فوج کے ساتھ ہندوستانی سپاہیوں کا لنگاؤ ہو گیا اور ۱۹ر نومبر ۱۹۴۷ء کو جھنگڑ میں گھرے ہوئے ریاستی سپاہیوں کو آزاد کیا گیا۔

بیری پٹن پر دوبارہ قبضہ

لٹیروں کی تعداد دن بدن بڑھتی ہی جا رہی تھی اور جو موجودہ زمانے کے ہتھیاروں اور دیگر سامان جنگ سے مسلح ہو رہے تھے اور جن کو پاکستان کی سرحد سے گزر کر رسد و دیگر ذرائع مہیا کئے جاتے تھے۔ ۱۸ر نومبر ۱۹۴۷ء کو ان پاکستانی لٹیروں نے راجوری پر قبضہ کر لیا اور ہندوستانی سپاہیوں نے اسی دن بیری پٹن کو لٹیروں سے آزاد کر لیا۔

۲۱ر نومبر ۱۹۴۷ء کو ہندوستانی فوجوں نے قصبہ پونچھ میں گھری ہوئی ریاستی سپاہیوں کو آزاد کر لیا۔ باوجودیکہ لٹیروں نے گوریلا طریقۂ جنگ اختیار کیا پھر بھی ہندوستانی سپاہی اپنی فوجی کارروائی کو بہت تیز کر کے ریاستی فوجوں کو ہارنے اور لوگوں کو تباہ ہونے سے بچا لیا۔

جھنگڑ اور کوٹلی پر دوبارہ قبضہ

میرپور سے بارہ میل دوری پر ۱۸ر نومبر ۱۹۴۷ء کو ہندوستانی سپاہیوں کا جھنگڑ پر قبضہ ہوا۔ جھنگر پر قبضہ کرنے کے بعد ہندوستانی فوجیں میرپور اور کوٹلی کی طرف بڑھیں۔ ۲۶ر نومبر ۱۹۴۷ء کو انہوں نے کوٹلی پر قبضہ کر لیا اور ریاست کے دوسرے سپاہیوں کے ساتھ بھی اپنا اتصال جاری رکھا۔ ۲۸ر نومبر ۱۹۴۷ء

کو گھیرے میں آئے ہوئے ریاستی سپاہیوں نے میرپور چھوڑ دیا۔

گھری ہوئی محافظ فوجوں کے ساتھ ہر جگہ اتصال رکھا گیا لیکن اس کے ساتھ ساتھ مورچہ بھی بڑھتا گیا یہاں تک کہ یہ مورچہ ۹۰ میل لمبا ہو گیا جو پلندری سے پاکستان کی سرحد کے ساتھ ساتھ اکھنور کے جنوب تک تھا۔ رسد و کمک کی لائن کو کم کرنے اور قصبہ کی آبادی کو نکالنے کے بعد ہندوستانی سپاہی کوٹلی کو چھوڑنے پر مجبور ہوئیں اور اس طرح سے کوٹلی لٹیروں کے قبضہ میں دوبارہ آ گیا۔

چھنب پر قبضہ ہندوستانی سپاہیوں نے ہر طرف سے پیش قدمی کی۔ انہوں نے آگے بڑھتے ہوئے منادر توی کو پار کر کے چھنب پر قبضہ کر لیا جو اکھنور کے مغرب میں ۲۰ میل کے فاصلے پر ہے۔ ۱۳ر دسمبر ۱۹۴۷ء کو پہلی بار ہزاروں لٹیرے جھنگڑ کے علاقے میں پہاڑیوں سے نکل کر متحدہ طور پر میدانِ جنگ میں لڑنے آئے جہاں پر ہندوستانی سپاہیوں نے ایک ہزار سے زائد لٹیروں کو موت کے گھاٹ اتار کر ان کو مار بھگایا۔

بمباری کی ضرورت چونکہ لٹیروں کی تعداد میں روز بروز کافی اضافہ ہوتا جا رہا تھا اور جن کو موجودہ جنگ کے ہر ہتھیار ملے ہوئے تھے اور جو گوریلا طریقہ جنگ اختیار کر چکے تھے اس لئے ہندوستانی سپاہیوں کے سامنے آگے بڑھنے میں کافی مشکلات پیدا ہوئیں۔

پھر بھی لڑائی کو تیز کیا گیا اور لٹیروں کے جمگھٹوں پر بم اور راکٹ بم گرائے گئے۔ صوبہ جموں میں پہلی بار رائل انڈین ائر فورس کے بمبار جہازوں نے ایک ہزار پونڈ کے وزنی بم میرپور کے نزدیک لٹیروں کے ہیڈ کوارٹر پر جو جموں پاکستان سرحد سے صرف پانچ میل دور ہے گرائے۔ ۱۳ر دسمبر ۱۹۴۷ء کو ہندوستانی بمبار جہاز پر پاکستان کی سرحد کے پار سے گولی چلائی گئی۔

لٹیروں کا متحدہ حملہ

۶ر جنوری ۱۹۴۸ء کو پہلی بار دن کے وقت لٹیروں نے ہندوستانی سپاہیوں پر ہلہ بول دیا۔ اس سے پہلے ہند سرکار نے اقوام متحدہ (یو-این-او) کے حفاظتی کونسل (سیکورٹی کونسل) کو اپنے میمورنڈم میں بتلایا تھا کہ وہ پاکستان کے علاقے میں لٹیروں کے اجتماع پر بمباری کرنے میں حق بجانب ہوگی اور اس طرح سے ان کے رسد و سامان جنگ کے ذرائع کو کاٹ دیگی۔

۶ر جنوری ۱۹۴۸ء کو چار ہزار لٹیروں نے متحدہ ہو کر نوشہرہ کے علاقہ میں ہندوستانی فوج کے مورچہ پر حملہ کر دیا لیکن رائل انڈین ائر فورس کے بمبار ہوائی جہازوں نے بمباری کر کے انہیں پیچھے بھگا دیا۔ لٹیروں نے اپنے حملے میں مشین گنوں۔ مارٹروں اور توپ خانے کا خوب استعمال کیا۔ پونچھ کے علاقے میں لٹیرے مشین گنوں۔ مارٹروں اور دیگر ہتھیاروں سے ہندوستانی سپاہیوں کے مورچہ پر باقاعدہ حملہ کرتے رہے۔

پٹھانکوٹ جموں سڑک خطرے میں

۲۳ر جنوری ۱۹۴۸ء کو ہزاروں لٹیرے رام گڑھ اور لبسنہا کے درمیان سے چار پانچ میل ریاست کے حدود کے اندر گھس گئے۔ اُن کے امدادی سپاہی باقاعدہ وردیاں پہنے ہوئے مشین گن، مارٹر اور آگ بھڑکانے والی بندوقیں لئے ہوئے تھے۔ ان ہزاروں لٹیروں کا مقصد پٹھانکوٹ جموں سڑک کو کاٹ دینا تھا اور اس طرح سے ریاست کو ہندوستان کے ساتھ الگ کر کے ریاست میں ہندوستانی فوجوں کو گھیرے میں لانا تھا۔ ان کی رفتار نے جموں پٹھانکوٹ سڑک کو خطرے میں ڈال دیا جس کے قریب وہ بڑھتے آرہے تھے حتیٰ کہ وہ اب اصلی سڑک سے صرف ایک ہی میل دور تھے۔ ہندوستانی سپاہیوں نے مردانہ وار مقابلہ

کر کے اُن کو آخر کار اپنے مقصد میں ناکامیاب بنا دیا اور اُن کو بھاگنے پر مجبور کیا۔

ہیرو آف نوشہرہ

۶ر فروری ۱۹۴۸ء کو گیارہ ہزار لٹیروں نے دن کے وقت نوشہرہ کے قریب ہندوستانی سپاہیوں کی چوکیوں پر حملہ کیا مگر ہندوستانی سپاہیوں نے ان کو پیچھے ہٹنے پر مجبور کیا۔ اس لڑائی میں لٹیروں کے تین سو آدمی مارے گئے۔

اسی دن ہندوستانی سپاہیوں نے بریگیڈیر محمد عثمان کی سرکردگی میں دشمن پر زبردست جوابی حملہ کیا اور ان کی مضبوط چوکی کاٹ پر قبضہ کیا جو نوشہرہ کے شمال مشرق میں چار میل کے فاصلے پر ہے۔ بریگیڈیر عثمان کی اس کامیابی اور دلیری پر انہیں "ہیرو آف نوشہرہ" کا خطاب دیا گیا اور انہیں ہر ایک ہندوستانی اور کشمیری رہنماؤں اور فوجی افسروں نے اس شاندار فتحیابی پر مبارکبادی کے پیغامات بھیجے۔ نوشہرہ کی اس لڑائی میں ہندوستانی سپاہیوں کی اس نقل و حرکت سے کوئی دو ہزار لٹیرے موت کے گھاٹ اتارے گئے اور انہیں نوشہرہ سے بھاگنے پر مجبور کیا گیا۔ بریگیڈیر عثمان کی اس عدیم المثال فوجی کارروائی کو دیکھکر لٹیروں کے سرداروں نے انہیں گرفتار کرنے کے لئے انعامات دینے کا اعلان کیا۔ مگر یہ ہندوستان کی بدقسمتی تھی کہ یہ بہادر اور جانباز سپاہی دشمن کا مقابلہ کرتے ہوئے ۳ر جولائی ۱۹۴۸ء کو کشمیر کی آزادی کو برقرار رکھنے کے لئے لٹیروں کی گولی کا شکار ہوا۔ اور ابھی جبکہ اُن کی اشد ضرورت تھی وہ ہمیشہ کے لئے ہم سے جدا ہو گئے۔ "ہیرو آف نوشہرہ" کے شہید ہونے پر ہندوستان میں ماتم اور پاکستان میں خوشی کی لہریں اٹھیں۔ ان کی لاش کو نئی دہلی لایا گیا اور ہندوستان و کشمیر کے بڑے رہنماؤں اور فوجی افسران نے ماتمی جلوس میں شریک ہو کر انہیں سپرد خاک کیا۔ یہ یاد رہے کہ نوشہرہ کی یہ لڑائی کشمیر کی جنگ میں سب سے بڑی لڑائی مانی گئی ہے

وائٹ پیپر

۵ مارچ ۱۹۴۸ء کو ہندسرکار نے کشمیر پر وائٹ پیپر شائع کیا جس میں یہ انکشاف کیا گیا کہ کشمیر کے خلاف اس وقت تک ۸۶۰۰۰ اور ۸۸۰۰۰ کے درمیان پٹھان "جہاد" کر رہے ہیں۔ فروری میں نوشہرہ کے پاس جو فوجی نقل و حرکت ہوئی اس سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ حملہ آور ذیل کے لوگوں پر مشتمل ہیں:-

۷۰ فی صدی ریاست دیر اور ریاست سوات کے پٹھان اور مسلمان ہیں۔

۲۰ فی صدی فراری ریاستی سپاہی ہیں۔

۵ فی صدی پونچھی ہیں۔ اور ۵ فی صدی سنڈاس ہیں۔

۸۸۰۰۰ پٹھانوں کی کل تعداد میں سے ۷۳۰۰۰ اور ۷۵۰۰۰ کے درمیان پاکستان کے مختلف مراکز پر جمع ہیں اور لگ بھگ ۱۳۰۰۰ کشمیر پر حملہ کئے ہوئے ہیں۔

پاکستان میں پٹھانوں کے جمگھٹے اعتباری طور سے حسب ذیل ہیں:-

ایبٹ آباد ۶۰۰۰ سے ۸۰۰۰ تک

درہ قلات	۱۰۰۰۰	راولپنڈی	۵۰۰۰
سرگودھا	۷۵۰۰	گوجرخاں	۴۰۰۰
جہلم	۵۰۰۰	گجرات	۱۰۰۰۰
وزیر آباد	۸۰۰۰	چک آدیزو	۲۰۰۰
سیالکوٹ	۲۵۰۰	نرالہ ہیڈ	۲۰۰۰
شکار گڑھ	۷۰۰	چک سکھو	۲۰۰
لاہور	۳۰۰۰	چک پنڈراسہوٹی	۸۰۰۰

کل میزان لگ بھگ ۷۳۰۰۰ سے ۷۵۰۰۰ تک

جھینگڑ پر دوبارہ قبضہ

جھینگڑ جو نوشہرہ کے شمال مغرب میں ہے اور جہاں سے راستے نوشہرہ۔میرپور کوٹلی اور پونچھ کو جاتے ہیں، ہندوستانی فوج کے ایک دستہ نے اس کو ۸ر مارچ ۱۹۴۸ء کے دن دشمن کے پنجے سے آزاد کرالیا۔اس پر ہندوستانی سپاہیوں کا قبضہ ہونے سے لٹیروں کو رسد وسامان کے لاتے دینہچانے میں بہت مشکلات آگئیں۔

ریاسی سے تیس میل شمال کی طرف گُند پر ہندوستانی فوجوں کا مکمل قبضہ ہوا اور اس طرح ریاسی کے ضلع سے لٹیروں کو بھگایا گیا۔

۱۰ر اپریل ۱۹۴۸ء کو دشمن سے جُھنگس چھڑالیا گیا۔یہ قصبہ نوشہرہ کے شمال میں ۱۲ میل کے فاصلے پر ہے۔جھینگڑ کے علاقے میں کئی خاص پہاڑیوں کو بھی ... ہندوستانی سپاہیوں نے دشمن سے آزاد کرالیا۔

۳ر جون ۱۹۴۸ء کو ہندوستانی سپاہیوں نے نوشہرہ سے ۶ میل جنوب و مغرب کی طرف ایک اہم جگہ سعد آباد اور اس کے مغرب میں دو میل کے فاصلے پر سامام پر قبضہ کرلیا۔

۱۳ر جون ۱۹۴۸ء کو نوشہرہ سے آٹھ میل شمال کی طرف ایک دیہات پیر بہر کو لٹیروں سے پاک کیا گیا۔

راجوری پر قبضہ

دشمن کو بدستور پیچھے دھکیلتے ہوئے ہندوستانی سپاہیوں نے ۱۲ر اپریل ۱۹۴۸ء کو راجوری پر قبضہ کرلیا۔راجوری "جموں کا گودام" کہا جاتا ہے اور یہ جگہ نوشہرہ کے شمال اور شمال مشرق میں ۲۰ میل کے فاصلے پر ہے اور پرانے مغلوں کی سڑک پر

ایک اہم مقام ہے۔

۱۵ر اپریل ۱۹۴۸ء کو راجوری کے قریب ایک گاؤں کھیری دھرمسالہ سے بھی لٹیروں کا صفایا کیا گیا۔

پونچھ میں پیشقدمی

ہندوستانی سپاہی باقاعدہ اپنے جارحانہ حملہ کو جاری رکھتے ہوئے، بڑھتے اور لٹیروں کو پیچھے ہٹاتے گئے۔ ۲۰ر جون ۱۹۴۸ء کو پونچھ کو جموں کے ہیڈکوارٹر کے ساتھ ملا یا گیا جبکہ ہندوستانی فوج کا ایک دستہ راجوری کے شمال میں پیشقدمی کرتے ہوئے دیری کی گلی۔ بفاز اور سورن کلی پر قبضہ کرنے کے بعد پوتھا پہنچ گیا تھا۔

پونچھ کے علاقے میں ہندوستانی فوج نے اپنی رفتار کو جاری رکھا اور وہ پوتھا سے بھی آگے بڑھ گئیں اور ۲۳ر جون ۱۹۴۸ء کو انہوں نے دشمن کی ایک مضبوط چوکی مینڈھر پر قبضہ کیا اور اس طرح پونچھ میں دشمن کے پاؤں اکھاڑ کر اس کے ناپاک ارادے ناکام بنا دیئے گئے۔ مینڈھر پونچھ میں ایک بڑا قصبہ ہے۔

اپنی رفتار کو جاری رکھتے ہوئے ہندوستانی سپاہی ۲۹ر جون ۱۹۴۸ء کو پونچھ کے ایک اور بڑے قصبہ باغ میں داخل ہوئے اور یہاں سے بھی دشمن کو مار بھگایا۔

کشمیر کا مورچہ

اس مورچہ پر بھی ہندوستانی سپاہیوں نے اپنی پیشقدمی جاری رکھی اور جارحانہ حملہ کر کے دشمن سے کافی علاقہ چھین لیا۔

اوڑی کے مورچہ پر کوئی نمایاں تبدیلی نہ ہوئی۔ ۲۳ر مارچ ۱۹۴۸ء کو اوڑی کے نزدیک ایک گاؤں پشتا نا ہیر پر ہندوستانی سپاہیوں نے قبضہ کر لیا۔

سرینگر سے گلگت کی طرف ۱۶۰ میل دور اسکردو کے قریب بھی ہندوستانی سپاہیوں نے اپنے قدم جما لئے۔

ٹیٹوال پر دوبارہ قبضہ

ہندوستانی سپاہیوں نے ہندواڑہ کی طرف سے اپنی رفتار کو تیز کر دیا اور جارحانہ حملے شروع کر کے ۲۰ر مئی ۱۹۴۸ء کو چوکی بل سے لٹیروں کا صفایا کیا۔ یہ جگہ ہندواڑہ کے شمال مغرب میں ہے۔ یہاں سے انہوں نے اپنی پیشقدمی کو جاری رکھکر لٹیروں کا پیچھا کرتے ہوئے ۲۳ر مئی کو ٹیٹوال کے قصبہ پر قبضہ کر لیا۔ ٹیٹوال مظفر آباد کے علاقے میں ایک بہت بڑا قصبہ اور ایک اہم جگہ ہے جو ہندواڑہ کے مغرب میں ۲۵ میل دور ہے۔

ہندوستانی سپاہیوں نے یہاں سے فوجی نقل و حرکت کو جاری رکھتے ہوئے ۱۱ر جون ۱۹۴۷ء کو ٹیٹوال کے شمال مشرق میں ۲۵ میل دور کیرن پر بھی قبضہ کیا اور اس طرح سے دشمن کو مظفر آباد تک ہی محدود رکھا۔

۲۱ر مئی ۱۹۴۸ء سے ۹ر جون ۱۹۴۸ء تک یعنی تین ہفتوں میں ہندوستانی سپاہیوں نے کشمیر کا لگ بھگ ۵۰۰ مربع میل علاقہ دشمن سے آزاد کر لیا۔

گریز پر قبضہ

گریز استور کے علاقے میں ایک اہم جگہ ہے اور ہندوستانی سپاہیوں نے جارحانہ حملے کر کے ۲۹ر جون ۱۹۴۸ء کو اسے دشمن کے قبضے سے حاصل کیا۔

اسکردو پر لٹیروں کی یلغار

بلتستان (لداخ) میں اسکردو ایک بڑا قصبہ ہے جہاں ریاستی سپاہیوں کی

چھوٹی محافظ فوج کو لٹیروں نے کشمیر پر حملہ کرنے کے بعد ہی یعنی نومبر ۱۹۴۷ء میں گھیرے ہیں کرلیا۔ لیکن انہیں کوئی کامیابی نہ ہوسکی گو کہ سپاہیوں کی کل تعداد دو سو تھی۔ ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو ان سپاہیوں کا اتصال ہندوستانی فوج کے ہیڈکوارٹر سے ختم ہوگیا اور یہ پتہ چلا کہ ان محصورین کو لٹیروں نے پکڑ لیا ہے۔ بعد میں یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ انہیں ہرانے کے لئے لٹیروں کو ۲۰۰۰ سپاہی اور لانے پڑے۔ مگر یہ بات قابل تعریف ہے کہ یہ ۲۰۰ ریاستی سپاہی بغیر پوری رسد، مکمل سامان جنگ وغیرہ کے دس مہینے تک دلیری کے ساتھ دشمن کا مقابلہ کرتے رہے۔

مری پر بمباری

۱۲ اگست ۱۹۴۸ء کو پاکستان کے ڈیفنس منسٹری (دفاعی محکمہ) نے اعلان کیا:۔

"ایک ہوائی جہاز جس کی شناخت نہ ہوسکی اور جو ہندیونین کا خیال کیا جاتا ہے مغربی پنجاب میں مری کے ضلع پر ۱۹ اگست کو ۱۱ بج کر ۵۵ منٹ کو شب میں بمباری کی۔ بم گرانے کے بعد بمبار ہوائی جہاز نے اس جگہ کے قرب وجوار پر مشین گنوں سے حملہ کیا۔"

گلگت اور دیگر علاقوں پر بمباری

۲ اگست ۱۹۴۸ء کو رائل انڈین ائرفورس کے لڑاکے جہازوں نے چکوٹھی دومیل سڑک پر ایک اہم پل کو بموں سے اڑا دیا۔

۲۴ اگست ۱۹۴۷ء کو رائل انڈین ائرفورس کے طوفانی جہازوں نے بلند پہاڑی چوٹیاں سر کرتے ہوئے گلگت پر زبردست بمباری کی اور یہاں کے ہوائی اڈہ۔ فوجی بارکوں

اور دیگر سامانِ جنگ کے ذخیروں کو آگ لگادی۔

۲۶ اگست ۱۹۴۸ء کو ہندوستانی بمباروں نے گلگت پر دوبارہ بمباری کی اور دشمن کو زبردست نقصان پہنچایا۔

۲ ستمبر ۱۹۴۸ء کو رائل انڈین ائرفورس کے لڑاکے جہازوں نے زوجیلا علاقے میں دشمن کے ہیڈکواٹر پر بمباری کر کے اس کو اڑا دیا۔

۲۰ ستمبر ۱۹۴۸ء کو جہلم کے شمال میں دشمن کی ایک مضبوط چوکی پر ہندوستانی ہوائی جہازوں نے بمباری کی۔ یہ جگہ ۸۰۰۰ فٹ کی بلندی پر ہے۔

۲۴ اکتوبر ۱۹۴۸ء کو دوبارہ رائل انڈین ائرفورس کے طوفانی جہازوں نے اسکردو پر زبردست بمباری کی اور دو قلعوں کو بارود سے بالکل اڑا دیا۔

ٹیٹوال کا مورچہ

ٹیٹوال پر ہندوستانی فوج کا مکمل قبضہ ہونے کے بعد دشمن کو مظفرآباد بھی چھن جانے کا خطرہ محسوس ہوا۔ کیونکہ اس جگہ سے مظفرآباد صرف ۱۷ میل کے فاصلے پر ہے۔ ہندوستانی سپاہیوں کی فوجی نقل وحرکت کو ختم کرنے کے لئے ۱۳ اکتوبر ۱۹۴۸ء کو ٹیٹوال کے جنوب اور جنوب مغرب کی طرف دشمن کے دو ہزار سپاہیوں نے دو زبردست حملے کئے۔ یہ حملے بڑے منظم اور وسیع پیمانے پر تھے جو متواتر ۲۶ گھنٹہ جاری رہے۔ صبح کے ۶ بجے حملہ شروع کیا گیا مگر ہندوستانی سپاہیوں کے سامنے دشمن کے سب منصوبے ناکام رہے اور آخرکار انہیں بڑے نقصانات کے ساتھ پیچھے ہٹنا پڑا۔

جموں میں رفتار

۱۶ اکتوبر ۱۹۴۸ء کو راجوری کے شمال اور شمال مغرب میں ہندوستانی سپاہیوں

نے پیر کلیوا کو دشمن سے پاک کیا۔ اور ۱۸ اکتوبر ۱۹۴۸ء کو تھانہ منڈی کے علاقے سے لٹیروں کا صفایا کیا۔

۸ نومبر ۱۹۴۸ء کو بمبر گلی واز پر ہندوستانی سپاہیوں نے دوبارہ قبضہ کیا۔

ایک اہم چوٹی ہیر مارگاٹ پر ۱۹ / ۲۰ نومبر ۱۹۴۸ء کو دشمن سے چھڑا لیا گیا۔

ہندوستانی سپاہیوں نے اپنی پیشقدمی جاری رکھی اور انہوں نے ۲۶ نومبر ۱۹۴۸ء کو بُدل پر قبضہ کر لیا جو جموں کے شمال و شمال مغرب میں ستّر میل کے فاصلے پر ہے۔

کشمیر میں یار رفتار

دراس پر قبضہ۔ ہندوستانی سپاہیوں نے جارحانہ حملہ جاری رکھے اور انہوں نے سونہ مرگ سے آگے درہ زوجیلا کو دشمن سے صاف کیا اور اس اونچے درے سے گزر کر وہ وادی لداخ کی طرف بڑھتے گئے۔ انہوں نے باوجود برفباری کے اپنی پیشقدمی کو جاری رکھا اور سرینگر گلگت راستے کی ایک اہم جگہ دراس پر قبضہ کر لیا۔ دراس سے ہی راستے گلگت اور لداخ کو جاتے ہیں۔

کرگل پر قبضہ۔ دراس سے بھی آگے ہندوستانی سپاہی لٹیروں کا پیچھا کرتے ہوئے آگے بڑھتے گئے۔ ان کی طوفانی رفتار نے دشمن کے چھکے چھڑا دیئے اور انہوں نے آسانی کے ساتھ ۲۳ نومبر ۱۹۴۸ء کو کرگل کو آزاد کر لیا جو دراس سے ۲۵ میل شمال کی طرف ہے۔ اس اہم مقام پر ہندوستانی سپاہیوں کا قبضہ ہونے سے دشمن کے حوصلے پست ہو گئے اور وادئی لداخ کو جو خطرہ تھا وہ بھی بالکل دور ہو گیا اور لیہ میں گھری ہوئی فوج کو آزاد کرا لینے کا باعث بنا۔

خونریزی کا خاتمہ

دسمبر ۱۹۴۸ء سے یکم جنوری ۱۹۴۹ء تک ہندوستانی سپاہیوں کی فوجی نقل و حرکت اپنے ہی علاقے تک محدود رہی کیونکہ دسمبر کے تیسرے ہفتے کے شروع میں اقوام متحدہ کا کشمیر کمیشن خونریزی بند کرانے کے لئے نئی تجویز لے کر ہندوستان پہنچ چکا تھا اور ان کے پیش کردہ "لڑائی روکو" تجویز پر ہندوستان غور کر رہا تھا۔ کشمیر کمیشن پھر کراچی گیا اور وہاں حکومت پاکستان کو تجویز پیش کی۔ آخر یکم جنوری ۱۹۴۹ء کی رات کو ۱۱ بج کر ۵۹ منٹ پر "لڑائی روکو" کی تجویز پر عمل ہونا شروع ہو گیا۔ اور ہندوستان اور پاکستان نے کشمیر میں خونریزی بند کر دی اور کشمیر کمیشن کے ۱۳ اگست ۱۹۴۸ء اور ۵ جنوری ۱۹۴۹ء کے تجاویز پر عمل پیرا ہونے کا فیصلہ کیا گیا اور اس طرح سے ۴۳۲ دنوں کی جنگ کا خاتمہ ہوا۔ نیز ۱۱ سال خونریزی۔ تباہی و بربادی۔ قتل و غارت اور لوٹ کھسوٹ کرنے کے بعد پاکستان نے مان لیا کہ کشمیر کی قسمت کا فیصلہ خود کشمیری عوام ہی کر سکتی ہے۔

مقبوضہ علاقے

یکم جنوری ۱۹۴۹ء تک ہندوستانی فوج نے دشمن سے بہت سا علاقہ چھڑا لیا۔ وہ ایک ہزار میل لمبے مورچے پر مقابلہ کرتے رہے جو شمال میں لداخ کا مرکزی اور دنیا کا سب سے بلند مقام لیہ اور جنوب میں میدانی علاقہ پٹھانکوٹ تک پھیلا ہوا تھا۔ ہندوستانی فوجیں لداخ میں کرگل اور دراس تک۔ اسکردو کے ضلع میں گریز تک۔ کشمیر میں ٹیتوال اور اوڑی تک۔ پونچھ کے علاقے میں مینڈھر اور راجباغ تک اور جموں پاکستان سرحد کے تقریباً ۶ میل تک پہنچ چکی تھیں۔ گلگت۔

ٹیٹواں کے مغرب میں مظفر آباد کا علاقہ۔ پونچھ اور میرپور کے وہ علاقے جو پاکستان کی سرحد سے ۱۰ میل کے قریب ہیں، پاکستان کے قبضے میں ہیں گلگت پر تو پاکستان نے باقاعدہ اپنا پولیٹکل ایجنٹ مقرر کیا ہے۔

نواں باب

کشمیر میں پاکستانی حملہ سے تباہی

پاکستانیوں نے کشمیر پر ہر طرف سے حملہ کیا۔ مشرقی علاقہ کو چھوڑ کر انہوں
نے شمال۔ مغرب۔ اور جنوب کی طرف سے لیہہ سے لے کر پٹھان کوٹ تک ہزار میل
لمبا مورچہ بنا لیا۔ یہ حملہ آور گلگت کا سرحدی علاقہ کرگل تک۔ صوبہ کشمیر کا علاقہ
اوڑی اور ٹیٹوال تک اور پاکستان کی سرحد کے ساتھ ساتھ پونچھ اور میرپور کے
علاقے قبضے میں رکھے ہوئے ہیں۔ غرضیکہ کشمیر کے دو حصے بن چکے ہیں۔ حملہ کے
آغاز میں پاکستانی لٹیرے سرینگر کے دروازے پر دستک دے رہے تھے اور

صوبہ کشمیر کا بہت سا علاقہ ان کے ہاتھ میں آچکا تھا۔ وادیٔ کشمیر میں وہ سرینگر کے مغرب اور شمال کی طرف پھیلے ہوئے تھے اور صوبہ جموں میں جموں سے کوئی ۱۰ میل دور تک پہنچ چکے تھے۔ سرحدی علاقے میں درہ ژوجیلا سے بھی آگے سیر کر رہے تھے اور سونہ مرگ میں ڈیرہ جمائے بیٹھے تھے۔ اتنا علاقہ قبضہ میں کرنے کے بعد وہ کشمیر کو مکمل طور پر ہڑپ کرنے کے خواب دیکھ رہے تھے۔ لیکن حالات بالکل مختلف ہو گئے۔ ہندوستانی فوجوں نے دشمن سے بہت سا علاقہ چھین لیا جس کی وجہ سے دشمن آج ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھا ہے۔ وادیٔ کشمیر لٹیروں سے پاک کی گئی۔ سرحدی علاقے میں لٹیروں کو بھگایا گیا۔ وادیٔ لداخ کے خطرے کو دور کیا گیا اور صوبہ جموں میں بھی ان کے پاؤں اکھاڑ دیئے گئے۔ پاکستان قدم جمانے کے لئے کافی زور لگا رہا تھا لیکن اُسے ہر طرف شکست کھانے پر مجبور ہونا پڑا۔ اقوام متحدہ کے کشمیر کمیشن کے "لڑائی روکو" تجویز کے تحت خونریزی تو بند ہو گئی لیکن دشمن کے مقبوضہ علاقوں پر پاکستان کا بدستور قبضہ ہے۔ یہ علاقے حکومت کشمیر کے ماتحت نہیں ہیں اور باقی ریاست سے بالکل الگ ہو گئے ہیں۔ غرضیکہ کشمیر کے دو حصے ظہور میں آچکے ہیں۔

لٹیروں کی تعداد

لٹیروں نے کشمیر پر حملہ کرنے کے بعد اپنی تعداد میں کافی اضافہ کیا۔ پہلے پہل انہیں معلوم تھا کہ ان کے کئی ہزار قبائلی ہی کشمیر کو مکمل طور پر ہڑپ کر سکتے ہیں۔ لیکن کشمیریوں کی مزاحمت اور ہندوستانی فوجوں کے مقابلے پر اُن کو یہ سودا بہت مہنگا پڑا۔ پاکستانی فوجیں باقاعدہ طور پر کشمیر کے محاذوں پر لڑتی رہیں۔ اور پاکستان کھلم کھلا حملہ آوروں کو سامانِ جنگ مہیا کرتا گیا۔ حملہ کے آغاز میں اُن کی

تعداد بتیس ہزار ۲۰۰۰ کے قریب بتائی گئی اور جنوری ۱۹۴۸ء میں ان کی تعداد ۱/۲ لاکھ سے زائد ہو گئی۔

۲ر جنوری ۱۹۴۸ء کو نئی دہلی میں ایک پریس کانفرنس میں پنڈت جواہر لال نہرو نے ظاہر کیا "کشمیر میں تقریباً پچاس ہزار لٹیرے ہیں اور ایک لاکھ تک پاکستانی علاقے میں جنگی تربیت پا رہے ہیں"۔ لٹیروں کے لیڈر سردار ابراہیم نے بھی ۱۲ر جنوری ۱۹۴۸ء کو کراچی کے ایک بیان میں اس حقیقت کو مان لیا۔ ۲۳ر جنوری ۱۹۴۸ء کو ایم۔سی۔ ستلواد نے سیکورٹی کونسل میں اُن کی تعداد ۶۰ ہزار بتلائی۔ اس کے بعد مارچ ۱۹۴۸ء میں حکومت ہند کے وائٹ پیپر میں بتایا گیا کہ "وہ کشمیر کے "جہاد" میں ۸۶،۰۰۰ ہزار اور ۸۸،۰۰۰ ہزار کے درمیان پٹھان ہیں"۔ اور یکم جنوری ۱۹۴۹ء کو "لڑائی روکو" تجویز کے بعد معلوم ہوا کہ ان کی تعداد ایک لاکھ تک پہنچ چکی تھی۔

لٹیروں کی فوج میں قبائلی نام نہاد "آزاد کشمیر" کے سپاہی اور پاکستان کے باقاعدہ فوجی شامل ہیں۔ قبائلیوں کی تعداد شروع میں زیادہ تھی مگر آخر میں پاکستانی فوج کی تعداد بڑھائی گئی۔ "لڑائی روکو" کے وقت قبائلیوں کے ۶ لشکر پاکستانی فوج کے ۶ بریگیڈ اور "آزاد کشمیر" کے ۳۰ ہزار سپاہی کشمیر کے مورچوں پر تھے۔ پاکستان کے کمانڈر انچیف جنرل گریسی کے کہنے کے بموجب قبائلیوں کی تعداد ۶۰۰۰ تھی۔ ان میں سے ۷۰۰ ٹیٹوال، ۸۰۰ اوڑی اور ۱۶۵۰ نوشہرہ کے محاذوں پر تھے۔ ان کے علاوہ بھمبر کے علاقے میں ۲۲۰ اور نوشہرہ کے علاقے میں ۱۲۰۰ موجود تھے۔

لٹیروں کے ارادے

تمام دنیا کو یہ معلوم ہو گیا ہے کہ یہ ایک لاکھ پاکستانی لٹیرے کشمیر کس غرض

کے لئے آئے تھے اور انہوں نے کس کی شہ پر کیسے حملہ کیا؟ یہ بات بالکل ظاہر ہو گئی ہے کہ ان ہزاروں لٹیروں نے کشمیر کی مقدس زمین پر کیسی شرمناک اور ظالمانہ حرکتیں کیں اور ان پاکستانیوں نے کشمیر کے خوبصورت ملک کو کس طرح تباہ و برباد کیا؟ انہوں نے کشمیری عوام پر کس طرح کے مظالم ڈھائے جو اُن کے وحشیانہ۔ جابرانہ اور ناپاک ہاتھوں میں لگے؟

اس سب کی ذمہ داری پاکستان پر ہے اور اسی لئے ہندوستان نے پاکستان کو ہوش میں لانے کے لئے مجلسِ اقوام متحدہ کی حفاظتی کونسل میں اس کے خلاف الزامات لگائے۔ پاکستان کا انکاری اور بے تعلقی کا رویہ زیادہ دیر تک قائم نہ رہ سکا اور اس کو بالآخر ماننا پڑا کہ انہوں نے اپنی فوجیں کشمیر میں بھیجی ہیں۔ گو کہ حملہ کرنے کے کچھ دن بعد ہی پاکستان کے وزیر اعظم مسٹر لیاقت علی خاں نے ۴ر نومبر ۱۹۴۷ء کو پاکستان ریڈیو سے براڈکاسٹ کرتے ہوئے کہا تھا کہ لٹیرے کشمیر کے "مظلوم" ہیں۔ پاکستان کے دیگر ذمہ دار افسروں نے بارہا ظاہر کیا کہ کشمیر کے حملہ آور "مجاہدین" ہیں اور وہ حکومت کشمیر کے خلاف لڑ رہے ہیں اور اگرچہ اس کے نمایندے نے حفاظتی کونسل کے جلسوں کے سامنے بھی ہندوستان کے ان الزامات کو ماننے سے انکار کیا اور کشمیر میں پاکستانی فوجوں کی موجودگی یا امداد سے بے تعلقی ظاہر کی لیکن جولائی ۱۹۴۸ء میں یہ سب مکاری۔ فریب اور جعلسازی دنیا کے سامنے کھل گئی جبکہ اقوام متحدہ کے کمیشن کے سامنے پاکستان کو مجبوراً کشمیر میں پاکستانی فوجوں کی موجودگی ماننی پڑی۔ اور اس وقت دنیا کو پتہ لگا کہ پاکستان کے ناپاک ارادے کیا ہیں اور کشمیر پر حملہ کرنے والے کون ہیں؟

پاکستان کا رنگ

یہ اصلیت ہر ایک کو معلوم ہوگئی ہے کہ کشمیری عوام نے بلحاظ مذہب و ملت ایک قومی متحدہ محاذ کئے ہوئے پاکستانی لٹیروں اور فوجوں کا مقابلہ کیا۔ کشمیر کے ہوم گارڈز (گھریلو محافظ) نے جن میں مسلمانوں کی ہی اکثریت ہے پاکستان سے ملک کو محفوظ رکھا اور نیشنل ملیشیا (قومی فوج) نے بھی ہندوستانی سپاہیوں کے ساتھ دوش بدوش مل کے لٹیروں کو ختم کرنے میں پورا حصہ لیا۔ پاکستان کے وزیر اعظم نے بہر حال ۱۴ر نومبر ۱۹۴۷ء کو مان ہی لیا تھا کہ ان لٹیروں کے کچھ "ہمدرد" ہیں جو ان کو امداد دے رہے ہیں۔ پاکستان کے وزیر مہاجرین مسٹر غضنفر علی خاں نے بھی ۱۰ر نومبر ۱۹۴۷ء کو بیان دیتے ہوئے کہا تھا کہ وہ پاکستان کے لئے ریاست کے حدود کے اندر رضا کاروں کے داخلہ کو مکمل طور سے بند کرنا ناممکن ہے" لٹیروں کے سردار نے بھی لیک سکس میں ۱۹ر جنوری ۱۹۴۸ء کو ایک بیان دیا جس میں یہہ بتلایا کہ "قبائلیوں نے اُن کی آواز پر اچھی طرح لبیک کہا"

پس یہ حملہ آور کسی طور سے کشمیری نہیں کہے جا سکتے --- وہ پاکستانی تھے۔ اور پاکستانی ہی ہیں جنہوں نے پاکستانی علاقوں سے گزر کر ریاست پر حملہ کیا کیونکہ وہ کشمیر کو بزور شمشیر فتح کرنا چاہتے تھے تاکہ اسے پاکستان میں شامل کرالیں، اس لئے جو کچھ کشمیر کی خوبصورت اور پاک زمین پر پاکستانی حملہ بلکہ پاکستان کی بے اعلانی جنگ کے بعد واقع ہوا پاکستان اس کی ذمہ داری سے اپنے آپ کو بری نہیں کر سکتا۔ اسی کے بل بوتے۔ بلاوے اور امداد سے قبائلی اور پاکستانی سپاہی کشمیری عوام کے خلاف لڑتے رہے جن کو ہندوستانی فوجیں امداد دیتی رہیں۔ جو لوٹ کھسوٹ، تباہی و بربادی کشمیریوں کے اس پاک جنم بھومی پر لائی گئی

کوئی شخص اُس سے ناواقف نہیں ہے۔ لیکن سب سے زیادہ دردناک اور مکمل تباہی کشمیر کے تیسرے بڑے قصبے بارہ مولہ اور جموں کے ایک بڑے قصبے راجوری میں کی گئی۔

بارہ مولہ کی ہیبتناک تصویر

بارہ مولہ کشمیر کی راجدھانی سرینگر سے کوہالہ سرینگر سڑک پر ۳۵ میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ یہ قصبہ وادیٔ کشمیر کا مغربی دروازہ ہے اور اس پر پاکستانی لٹیروں کا قبضہ ۲۶ اکتوبر ۱۹۴۷ء کو ہوا اور ۱۳ دن مکمل طور ان کے رحم و کرم پر رہا جبکہ ۸ نومبر ۱۹۴۷ء کی صبح کو ہندوستانی سپاہیوں نے اسے اِن پاکستانی درندوں سے آزاد کر دیا۔

قصبہ کی ابتدائی آبادی ۱۴۰۰۰ تھی ان میں سے صرف ۲۰۰۰ ہی لٹیروں کی بدمستی۔ قتل و غارت اور اغوا کرنے سے بچی جسے ان پاکستانی "مجاہدوں" نے کشمیر میں روا رکھا۔ جب لٹیروں کو بھگانے کے بعد ہندوستانی سپاہیوں کے جنرل آفیسر کمانڈنگ میجر جنرل کلونت سنگھ دوسرے بڑے فوجی افسروں اور ایمرجنسی حکومت کے ڈپٹی چیف بخشی غلام محمد کے ساتھ ۸ نومبر ۱۹۴۷ء کی صبح کو بارہ مولہ آئے تو اُس وقت قصبہ کی حالت ایک بھیانک تصویر پیش کر رہی تھی۔ اس کی حالت اِس طرح بیان کی گئی ہے:۔

"لٹیروں نے ہر ایک چیز جو اُن کے ہاتھ آئی لوٹ لی اور وہ موجودہ زمانے کے ہتھیاروں سے لیس تھے۔ لوٹ کے مال کو عورتوں کی ایک بڑی تعداد سمیت ۲۶۰ ٹرکوں (لاریوں) کے ذریعے اُٹھا لیا گیا۔ کئی عورتوں کے کانوں اور ہاتھوں سے زیورات چھین لئے گئے۔ دوکانیں اور مکانات پورے طور سے

تاخت و تاراج کیے گئے۔ لوٹ مار اندھا دھند کیا گیا۔ لیکن قاتلانہ کام زیادہ تر غیر مسلمانوں اور کچھ مقامی نیشنل کانفرنس کے رہنماؤں پر کیا گیا۔ ان میں سے ایک شکار نیشنل کانفرنس کے مشہور لیڈر مسٹر مقبول شیروانی تھے۔ جنہیں ستون کے ساتھ باندھ کر علانیہ طور پر گولیوں سے شہید کیا گیا۔ سینٹ جوزف کانونٹ اور ہسپتال کی عمارتوں کو بہت زیادہ نقصان پہنچا۔ کرنیل ڈائکس۔ مسز ڈائکس۔ اسسٹنٹ مدر شوپیریر۔ اور تین ننوں (راہبہ) کو قتل کیا گیا۔ مدر سوپیریر بُری طرح سے زخمی ہوئی۔ مسٹر اور مسز ڈائکس کی ایک لڑکی کو بھی سینکڑوں دوسرے مسلمان اور غیر مسلمان لڑکیوں اور عورتوں کے ساتھ اغوا کر کے لے گئے۔ حضرت یسوع مسیح اور کنواری میری کے بتوں کو گرا لیا گیا اور اُن کے چہروں کو لیپا گیا۔ تمام کتابیں۔ ریکارڈ ادویات۔ ہسپتال کا سامان تباہ و برباد کر دیا گیا اور گرجا گھر میں انتہائی نازیبا طور سے بے حرمتی کی گئی۔ پاکستان ریڈیو کے الزام کے بموجب مکان پر بمباری نہیں کی گئی تھی۔ جبکہ کانونٹ کی خونریزی کی خبر تمام دُنیا میں پھیلی تو بیگم شاہنواز بھی اُس مقام پر آئیں تھیں۔

خیال کیا جاتا ہے کہ سینکڑوں غیر مسلم مارے گئے ہیں۔ ان سے بہت زیادہ کو جبری اسلام اختیار کرایا گیا اور تقریباً ۵۰۰۰ کو ضمانتاً لئے گئے۔ لوٹ مار کے سامان سے بھری ہوئی ۲۸۰ لاریاں ایبٹ آباد بھیجی گئیں۔ مسٹر شیروانی کو ایک ستون کے ساتھ باندھ کر برن گن کی گولیاں لگائی گئیں اور اس کے بعد اُن کے ہاتھ پر کیلیں ٹھونک کر ایک نوٹس لگائی گئی جس میں یہ لکھا گیا تھا کہ وہ غدار تھے۔

یونائٹڈ پریس آف انڈیا کے بیان کے بموجب دو سو عورتوں کو اغوا کیا گیا۔ ۱۴ اور ۳۰ سال کے درمیان عورتوں اور آدمیوں کو پہاڑی پر ایک جیل میں بند کیا گیا۔ چند عورتوں کو چھوڑ کر باقی سب عورتوں کو اس جیل میں ستایا گیا۔ ۵۰ عورتوں نے جبکہ

ان کو جیل میں لیا جا رہا تھا اپنی آبرو کو بچانے کے لئے دریا میں چھلانگ لگائی۔

بعد کی تحقیقات سے معلوم ہوتا ہے کہ لٹیروں نے قصبے میں دو اجتماعی کیمپ قائم کئے۔ جہاں وہ آدمیوں کو اکٹھا کر کے ان کو سخت جسمانی اذیت دیتے تھے، ان کو ننگا کر کے لگاتار تین دن تک بھوک اور پیاس میں یانی سوکھی لکڑی اور سیمنٹ کے فرش پر بٹھا دیا جاتا تھا اور یہ سزا ان کو خفیہ قیمتی زیورات کے حالات دریافت کرنے کے لئے دی جاتی تھی۔ اس قسم کی جسمانی اذیت سردیوں میں دینا اپنے آپ پاکستانیوں کی درندگی کو ظاہر کرتا ہے "گلوب" نے بھی اپنے ایک بیان میں لٹیروں کے اس بربریت۔ قتل، غارت اور وحشیانہ ظلم وستم کا نقشہ کھینچا ہے جسے انہوں نے اس قصبہ کے امن پسند اور بے بچاؤ لوگوں پر روا رکھا۔

اس طرح سے بارہ مولہ میں لٹیروں کی ۱۳ دن کی جسمانی اذیت۔ لوٹ مار اور خونریزی ختم ہوئی جو ۲۶ راکتوبر ۱۹۴۷ء کی منحوس گھڑی سے ان پاکستانی درندوں کے قبضہ میں آیا تھا۔

۷ رنومبر ۱۹۴۷ء کو سر تیج بہادر سپرو نے کشمیر کی لوگوں کی امداد کے لئے جنہیں پاکستان کے "مجاہدوں" نے خانہ بدوش اور بے کس بنا دیا ایک اپیل میں اظہار کیا۔

"اس کی گوناگوں تاریخ میں کبھی اس ملک کے امن پسند شہریوں کے ساتھ اتنی بڑی غداری اور بے حرمتی نہیں کی گئی جو اس وقت ظہور میں آگئی ہے"۔

"مجھے اخبارات سے اب پتہ چلا ہے کہ بارہ مولہ میں جہاں تقریباً ۱۵۰۰۰ کی آبادی تھی ۴۰۰۰ سے زیادہ لوگ قتل کئے گئے"۔

وادی کشمیر میں لوٹ گھسوٹ

لٹیروں نے ہر ایک کو لوٹا۔ مکانات کو جلایا۔ لوگوں کو تہ تیغ کیا اور عورتوں

کو اغوا کیا۔ جو تباہی و بربادی ان پاکستانیوں نے ان علاقوں میں کی اور جہاں گئے، وہ پہنچے وہ بڑے ہولناک اور دردناک مناظر پیش کر رہے ہیں۔

لٹیروں نے وادی کشمیر میں عموماً اور سرینگر میں خصوصاً اندھیرا کرانے اور کارخانے، مشین وغیرہ بند کرنے کے لئے مہورہ میں بجلی کا پاور ہاؤس بالکل تباہ کر دیا اور یہاں سے چند میل مشرق کی طرف ایک گرڈر (شہتیروں) کا پُل بھی اُڑا دیا۔

ایک خوبصورت صحت افزا مقام گلمرگ کو جو سرینگر کے مغرب میں ۲۸ میل کے فاصلے پر ہے، پاکستان کے ان دعویداروں نے مکمل طور پر لوٹ لیا۔ یہاں پر لٹیرے بڑے عیسائی گرجے میں گھسے، تجوری کے پرخچے اُڑائے اور عشائے ربانی کو اُڑا لے گئے۔ انہوں نے اس لوٹ کے مال کو لے جانے کے لئے خچر اور گھوڑے استعمال کئے۔ لوٹ کے مال میں انہوں نے قالین۔ مسند۔ تکئے یہاں تک کہ گلمرگ کلب کے تاش تک لے گئے۔ یہاں کے ہوٹلوں۔ بنگلوں اور دیگر مکانات کو بھی دل کھول کر لوٹا۔

لٹیروں نے بڈگام کی شکست کے بعد وادیٔ کشمیر سے بھاگنا شروع کیا اور بھاگنے کے ساتھ وہ ہر جگہ، ہر مکان اور ہر دیہات کو لوٹتے ہوئے جو کچھ ہاتھ لگا اپنے ساتھ لیتے گئے اور جس کسی شخص نے لٹیروں کے سامنے ذرا سی ہچکچاہٹ کی وہ ذبح کر دیا گیا۔ غرضیکہ کشمیری عوام کو ان پاکستانی درندوں کے سامنے اپنے مکانات کھلے رکھنے پڑے اور یہ جناحی ہیرو کار اپنے آپ کو کشمیر کے غمخوار تصور کر کے کشمیریوں کو موت کی نیند سُلاتے اور اُن کو بالکل بے گھر۔ بے بس اور بے کس بناتے گئے۔ ایک شاہد عینی کے بموجب لٹیرے وادیٔ کشمیر سے لوٹ کا مال ۵۰۰ سے زائد پاکستانی ٹرکوں (لاریوں) میں لے گئے۔

شیرِ کشمیر کی دعوت

جو تباہی۔ بربادی اور لوٹ کھسوٹ کشمیر پر ہوئی اُس سے ہر ایک شخص کے دل سے خون بہنے لگتا ہے لیکن ان لٹیروں کے ہمدرد جنہیں وہ آزادی دہندے کہتے ہیں۔ اس قسم کے قتل و غارت۔ وحشیانہ پن۔ ظلم اور جبر سے آنکھیں بند کر لیتے ہیں۔ اور انہیں اِس بات پر بالکل شرم نہیں آتی کہ یہ لٹیرے کشمیر میں کیا کرتے رہے اور انہوں نے اسلام کے پاک نام پر کیا کیا شرمناک اور ہیبتناک حرکتیں کیں؟ ہاں اس میں شک نہیں کہ وہ کشمیریوں کے لئے "مجاہد" بن کر اُنہیں انتہائی تباہی و بربادی کے گڑھے میں ڈالکر مظلومیت کا شکار بناتے گئے۔ ایسے لوگوں کو جو ان ہیبتناک واقعات اور ہولناک مناظر سے منہ موڑتے ہیں اور کشمیری مسلمانوں کے "غمخوار" ہونے کا دم بھرتے ہیں۔ انہیں کشمیریوں کے حقیقی غمخوار، نگہبان اور معمار، شیرِ کشمیر دوسرے کشمیری مسلمان بھائیوں سمیت انہیں کشمیر میں یہ حالات دیکھنے کی دعوت دیتے ہیں۔ تاکہ وہ آ کر دیکھیں کہ ان "اسلام کے غداروں" نے کشمیر کی خوبصورت زمین اور اس کے امن پسند لوگوں کے ساتھ کیا کیا ہے

۱۶ نومبر ۱۹۴۷ء کو شیخ صاحب نے فرمایا:۔

"کشمیر کے لوگوں کی طرف سے میں تمام ممالک سے، خصوصاً اسلامی ممالک سے مشاہدہ کرنے والوں کو کشمیر آنے کی دعوت دیتا ہوں تاکہ وہ آ کر اپنی آنکھوں سے دیکھیں کہ لٹیروں نے ان ہی مسلمانوں کے گھروں کو کس طرح تباہ و برباد کیا جن کو چھٹکارا دلانے کے لئے انہوں نے اسلام کے نام پر پاکستان کے رفیق ہونے کا بہانہ کیا"

"لٹیروں نے عورتیں اغوا کیں۔ بچوں کو قتل کیا اور ہر ایک شخص اور ہر ایک چیز

کو لوٹ لیا۔ یہانتک کہ انہوں نے پاک قرآن شریف کی بھی توہین کی) اور مسجدوں کو قحبہ خانوں میں تبدیل کر دیا جس کی وجہ سے آج ہر ایک کشمیری حملہ کرنے والے قبائلی اور اُس کے شریر حمایتوں سے نفرت کرتے ہیں۔ جو اس ملک میں ایسے دہشت پھیلانے کے ذمہ دار ہیں جس میں مسلمانوں کی ہی کافی اکثریت ہے۔ اُن کے لوٹ مارنے یہاں کے لئے محتاجی اور مفلسی پیچھے چھوڑ رکھا ہے۔"

۱۹ نومبر ۱۹۴۷ء کو شیخ صاحب نے ایک بار پھر دعوت نامہ پیش کیا تاکہ دنیا یہ دیکھ لے کہ پاکستان نے کشمیر میں کیا رنگ چڑھایا ہے؟ انہوں نے اس بیان کے دوران میں فرمایا۔

"حملہ آوروں نے بجلی کی طرح ہم پر وار کیا۔ انہوں نے ہماری زمین کو جھلسایا ہمارے گھروں کو تباہ و برباد کیا۔ عورتوں کو بے آبرو کیا اور سینکڑوں دیہاتوں کو ویران کر دیا۔ مظفر آباد۔ اوڑی۔ پٹن جیسے کاروباری قصبے جو راجدھانی سرینگر کے شاہراہ پر تجارت کے مراکز تھے وہاں اس وقت صرف دھواں اور ٹوٹے ہوئے اینٹ پتھر کے بغیر اور کوئی چیز باقی نہیں ہے۔"

"یہ لٹیرے پاکستان کے نام پر آئے تاکہ ہمیں یقین ہو جائے کہ وہ اسلام کے حقیقی پرچارک ہیں۔ پاکستان کے ان رفیقوں نے قرآن شریف کی بھی توہین کی اور ہماری مسجدوں میں نجاستیں پھیلائیں اور اُن کو اغوا شدہ عورتوں کے ساتھ حیوانی شہوت کو پورا کرنے کے لئے قحبہ خانوں میں تبدیل کیا۔

"ہر ایک کشمیری کے نام سے میں پیر مانکی شریف کو لٹیروں کے سردار ہونے کی حیثیت سے اپنی ضمیر کو تلاش کرنے کے لئے کہہ رہا ہوں۔ ہم نے ان اسلام کے غداروں کو شکست دے کر مار بھگایا ہے۔"

راجوری میں قتل و غارت

جموں کی طرف لٹیروں نے اس سے زیادہ مظالم ڈھائے۔ لوٹ اور تباہی کا پلڑا برابر رکھا اور پھر بھی پاکستان نے دعویٰ کیا کہ وہ "مجاہد" ہیں اور کشمیریوں کے "آزادی دہندہ" ہیں۔ وہ کشمیر کو آزاد کرانے آئے ہیں اور مسلمانوں کے خاص "ہمدرد" ہیں۔ اس طرف جو قصبہ سب سے زیادہ تباہی و بربادی کا شکار بنا وہ "جموں کا گودام" راجوری ہے۔ یہ خوبصورت قصبہ پرانی مغل سڑک پر نوشہرہ سے ۳۰ میل شمال کی طرف ہے اور یہ بھی وہ تحصیل ہے جہاں ۸۵ فیصدی مسلمان ہی ہیں۔ لٹیروں نے اس قصبے کو مکمل طور سے لوٹا، تباہ و برباد کیا قتل و غارت کا بازار گرم کیا۔ نہتے عوام کو موت کی نیند سُلایا اور بے شمار عورتوں کو اغوا کیا۔ یہ بارونق قصبہ آج کھنڈرات کا نمونہ بنا ہے اور پاکستان کے "مجاہدین" کی کرتوت کا آئینہ پیش کر رہا ہے۔

اس قصبہ کے بارہ ہزار ہندوں اور سکھوں کو بے دردی سے نیست و نابود کیا گیا۔ اور اس طرح سے پاکستانیوں نے اس قصبہ اور اس کے اردگرد کے علاقوں میں چنگیز اور تیمور کی یاد کو از سرِ نو تازہ کر دیا۔ انہوں نے بیس ہزار آدمیوں کو موت کے گھاٹ اتارا اور دو ہزار عورتوں کا اغوا کیا۔

۱۲ اپریل ۱۹۴۸ء کو اس قصبے پر ہندوستانی سپاہیوں نے قبضہ کیا اور اس وقت جو حالت دیکھی گئی وہ انتہائی ہولناک تھی۔ ہر طرف کھنڈر ہی کھنڈر دکھائی دیتے تھے اور آبادی نام کو بھی نہیں تھی۔ قصبہ کے باہر تین بڑے گڑھے پائے گئے جن میں لاشوں کے ڈھیر لگے ہوئے تھے اور جن کے اوپر گدھ منڈلا رہے تھے۔ اندھا دھند قتل و غارت کرنے کے علاوہ پاکستانی "مجاہدوں"

نے قصبہ کے باہر ۷۰۰ عورتوں کو بھی اغوا کیا۔ تمام صحت مند جوانوں کو جن کی عمر ۲۰
اور ۵۰ سال کے درمیان تھی انہیں لٹیروں کے ساتھ جبری مزدوری کرنے پر
مجبور کیا گیا اور قصبہ کو چھوڑنے کے وقت انہیں آخر کار موت کی نیند سلایا گیا۔

جموں کے علاقوں کا ہولناک منظر

جموں پاکستان سرحد کے ساتھ ساتھ تمام دیہات پاکستانی "مجاہدوں"
نے نذر آتش کئے اور جہاں کہیں وہ گئے دل کھول کر لوٹ کھسوٹ جاری رکھی،
آج یہ سب دیہات پاکستانی صورت کا نقشہ پیش کر رہے ہیں۔ ان دیہاتوں میں
اب کھنڈر ہی کھنڈر نظر آتے ہیں۔ کہیں آبادی کا نشان نہیں۔ یہاں تک کہ فصل
کا ایک دانہ بھی نظر نہیں آتا۔ اس علاقے میں دیگر دیہاتوں اور قصبوں کے
علاوہ راہ اور بیری پتن کے دیہاتوں کو مکمل طور پر خاکستر کیا گیا ہے۔

لٹیروں نے دیو بٹالہ کے قریب ۴۰ دیہاتوں کو جلا دیا اور عوام کو تہ تیغ کر کے
اُن کی جائدادوں کو لوٹ لیا۔ یہ حالت اس وقت دیکھنی چاہیئے تھی جبکہ ہندوستانی
سپاہیوں نے ان علاقوں پر دوبارہ قبضہ کیا۔ خاص پاکستانی کرتوتوں کا مظہر۔
پاکستانیوں کا مقصد اور قبائلیوں کی درندگی سب آنکھوں کے سامنے آجاتی ہے
لیکن وہ علاقے جو اب بھی ان لٹیروں کے قبضے میں ہیں۔ وہاں ابھی یہ حالت
دیکھنی باقی ہے۔ یہ بالکل ظاہر ہے کہ اُن علاقوں کی حالت بہ نسبت ان علاقوں کے
جہاں اُن کے پاؤں اکھڑ گئے بہت زیادہ دردناک اور ہولناک ہو گی۔ "لڑائی روکو"
تجویز کے ماننے سے اب جبکہ لڑائی بند ہو گئی ہے پھر بھی ہزاروں لوگ لٹیروں
کے مقبوضہ علاقے سے آکر جموں اور سرینگر آ رہے ہیں۔ اُن کی دردناک حالت کو
دیکھ کر انسان کے دلوں سے خون ٹپکنے لگتا ہے۔ اُن کے رشتہ دار۔ عورتیں اور بچے

جوان پاکستانی درندوں نے اُن کی آنکھوں کے سامنے ہی ہمیشہ کے لیئے جُدا کیئے، پاکستان کی ہمدردی کا تصویر پیش کر رہے ہیں۔

کشمیر کے ڈپٹی پرائم منسٹر بخشی غلام محمد جو اُس وقت صوبہ جموں کے چیف ایمرجنسی افسر تھے جموں کے گورنر کے ساتھ ۲۴ نومبر ۱۹۴۷ء کو جموں کی سرحد دیکھنے کے لیئے گئے۔ انہوں نے سرحدوں کا دورہ کرنے کے بعد فرمایا:۔

"جہاں کہیں میں گیا، میں نے دیہاتوں کو مکمل طور پر نذر آتش فصل کو لوٹا یا تباہ و برباد کیا ہوا دیکھا۔ لٹیروں نے مسلم اور غیر مسلم کو اُن کی جائداد سمیت یکساں طور پر لوٹا۔"

یہ بھی دیکھا گیا کہ لٹیروں نے جہاں کہیں اُن کے ناپاک قدم پہنچ سکے، خوراک اور کپڑوں کے ساتھ ساتھ ہر ایک ممکن چیز لے لی۔ انہوں نے صوبہ کشمیر میں بارہ مولہ سوپور۔ پٹن۔ بانڈی پور۔ بڈگام۔ ہندواڑہ۔ گلمرگ۔ اوڑی۔ مظفرآباد اور صوبہ جموں میں تمام سرحدی قصبوں اور دیہاتوں کو اپنے لوٹ مار، قتل و غارت، آتش زنی اور بربریت کے شکار بنائے

ایک اور دعوت نامہ

نامبالہ (اوڑی) کے راجہ محمد افضل خاں نے جن کو لٹیروں نے لوٹا مسٹر جناح اور ان کے پیروکاروں کو اُن کے "مجاہدوں" کے کارنامے دیکھنے کی دعوت دی اور انہوں نے ۱۶ جنوری ۱۹۴۸ء کو اعلان کیا۔

"ہم نے پاکستان کو بہت کچھ دیکھا۔ ان "مجاہدوں" نے جنہوں نے اپنے خود غرض مقاصد کو پورا کرنے کے لئے مذہب کی آڑلی، اسلام کو بہت نالائقی سے ظاہر کیا۔ مسٹر جناح یا اُن کے کسی نام لیوا (لیفٹیننٹ) کو آنا چاہیئے تا کہ وہ یہ اپنے آپ دیکھ سکیں

کہ ان اسلام کے دوستوں نے کشمیر کی اس خوبصورت وادی کو کتنا بے اندازہ تباہ و برباد اور غارت کیا ہے۔

"میں انہیں ان 'آزاد کشمیر سپاہیوں' کے ڈھائے ہوئے شاہد عینی حال اور غارت، آتش زنی، عصمت دری اور لوٹ کھسوٹ کی زندہ سندیں پیش کرنے کے لئے تیار ہوں۔ میں مسٹر عبدالقیوم خاں کو دعوت دیتا ہوں کہ وہ خود آکر اپنے کارناموں اور اپنی محنت کا پھل دیکھیں۔ تمام اہلِ نظر کو آکر اپنے آپ دیکھنا چاہیئے کہ کس طرح ان لٹیروں نے درپردہ اپنی خواہشات کو پورا کرنے کے لئے اسلام کے پیارے نام سے ناجائز فائدہ اٹھایا ہے اور کس طرح سے انہوں نے کشمیر کے مفلس مسلمانوں کو بے گھر اور محتاج بنا دیا ہے۔"

"کئی ہندوؤں کو جنہیں میں نے پناہ دے دی تھی۔ ان کا کھوج نکالا گیا اور اغوا بھی کیا گیا۔ بغیر کسی استثنا کے ناجبالہ۔ ہالاکوٹ۔ گارکوٹ۔ سالی کوٹ۔ ساہورا اور ہتھ لنگا جیسے دیہاتوں کو جہاں ۱۰۰ فی صدی مسلمان ہی مسلمان ہیں، مکمل طور پر لوٹا گیا۔ اور نذرِ آتش کیا گیا۔ بیچارے دیہاتیوں کو موت کی دھمکی دے کر لوٹ کا مال اپنی پیٹھ پر لے جانے کے لئے مجبور کیا گیا۔"

عورتوں سے بے حرمتی

پاکستانی لٹیروں نے عورتوں کے ساتھ انتہائی انسانیت سوز اور بربریت کا سلوک کیا۔ اُن کا ہر ایک کشمیری کو یہ نعرہ تھا "زر بدِہ و زن بدِہ" یعنی مال، جائداد روپیہ پیسہ۔ سونا چاندی اور اس کے علاوہ اپنی عورتوں کو خواہ وہ اس کی ماں ہو۔ بہن ہو۔ لڑکی ہو یا اپنی ہی بیوی ہو، پیش کرو۔ چنانچہ جو کوئی شخص اس قسم کی حیوانیت اور بے حرمتی پر ذرا سی ہچکچاہٹ کرتا اُس کا پھر انتقام لیا جاتا اور عورت کو زبردستی

سے گھسیٹ کر لیا جاتا۔ بارہ مولہ میں ایک ہی گھر کے سات آدمی اسی درندگی کو روکتے ہوئے موت کے گھاٹ اُتارے گئے۔

کان کی بالیوں کو چھیننے کے لئے عورتوں اور بچوں کے کانوں کو کاٹا گیا بازو سے کنگھنوں کو نکالنے کے لئے کلائیوں کو الگ کیا گیا۔ اور بھی کئی ہولناک جسمانی اذیت کے کام عمل میں لائے گئے۔ مردوں کو بھی طرح طرح کی جسمانی اذیتیں دی گئیں ان سے نامناسب کام لیا گیا اور اکثر کو اغوا یا موت کے گھاٹ اتارا گیا۔ عورتوں سے ہر طرح ناشائستہ سلوک کیا گیا۔ اُن کو اغوا کیا گیا اور بے حرمتی کی گئی۔ ان کو جیلوں میں بند رکھا گیا جہاں اُنہیں ستایا گیا اور اُن کی عزت اور آبرو کا پردہ چاک کیا گیا۔ راجہ محمد مقبول خاں کے بیان کے بموجب اُن کے بچوں کو بھی اس قسم کی مظلومیت اور درندگی کا شکار ہونا پڑا۔ غرضیکہ ان ظالم۔ وحشی اور خونخوار درندوں کے سامنے عورتوں کے کان، کلائیاں وغیرہ خون سے لت پت ہو کر پڑی رہیں۔

اندھا دھند لوٹ کھسوٹ

کشمیر میں پاکستان کے بھیجے ہوئے "مجاہدوں" نے کشمیریوں کو اندھا دھند لوٹ لیا۔ لوٹنے کی تو انہیں بڑے بڑے پاکستانی افسروں نے اجازت دی تھی۔ انہیں کشمیر پر حملہ کرنا تھا اور اس حملہ میں حصہ لینے کے لئے قبائلیوں کو ترغیب دینی تھی۔ مسٹر ریڈی کا بیان ہے:۔

"چنانچہ یہ فیصلہ کر لیا گیا کہ کشمیر پر حملہ کی اصل طاقت قبائلیوں پر مشتمل ہو گی۔ اور انہیں صاف طور پر بتایا جائیگا کہ تمہیں جی بھر کے لوٹ مار کرنے کا حق ہو گا۔ اس نئے طریق کار اور طرز عمل نے قبائلیوں پر بجلی کا سا اثر کیا کیونکہ اس سے بہتر پیشکش انہیں نہیں مل سکتی تھی۔ انہیں یہ دیکھکر خوشی ہوئی کہ وہ پولیٹکل ایجنٹ جو کبھی لوٹ

مار کی وجہ سے انہیں سزائیں دیتے تھے، اب خود انہیں آ کر بتا رہے ہیں کہ کشمیر کو لوٹنے کی تمہیں کھلی چھٹی اور کامل آزادی ہے۔

"لوٹ مار اور انتقام کا حلقہ وسیع ہوتا گیا حتیٰ کہ پورا قبائلی علاقہ اس کی لپیٹ میں آ گیا۔ کشمیر کے خلاف جہاد کی آگ بھڑک اٹھی، بڑے بڑے مجرموں کے وارنٹ منسوخ کر دیئے گئے اور عام معافی کا اعلان کر دیا گیا تاکہ انہیں محسوس ہو کہ پاکستان کے قیام سے انہیں بھی کامل آزادی مل گئی ہے یعنی ہمسایہ ملکوں میں لوٹ مار کرنے کا پروانہ مل گیا ہے۔"

"قبائلی اگرچہ اچھے لڑنے والے تھے لیکن انہوں نے لوٹ کا مال اکھٹا کرنے اور اگلے قدم کے سکھوں کی تلاش میں بہت سا وقت ضائع کر دیا۔"

"اب ان کے پاس لوٹ کا بہت سا مال جمع ہو گیا تھا جسے وہ اپنے گھر لے جانے کے لئے بے تاب تھے۔ خورشید انور جو ان قبائیلیوں کی کمان کر رہا تھا، لوٹ میں مصروف رہا۔ پاکستان کے دیگر افسر بھی لوٹ جمع کرنے اور عورتوں کی تلاش میں سرگرداں تھے۔

"خورشید انور نے کوئی قابلِ قدر کام انجام نہیں دیا۔ بلکہ وہ لوٹ کا مال جمع کرنے میں مصروف ہو گیا۔ اور جب ایبٹ آباد میں اس کے مکان کی تلاشی لی گئی۔ تو اس میں سے زیورات کے ۹۲ صندوق اور دو لاکھ کارتوسوں کے علاوہ برین گنوں اور ریوالوروں کی ایک بڑی تعداد پولیس کے قبضہ میں آئی۔

"راولپنڈی میں اس (پاکستان کا کشنر) کا بنگلہ ایک قسم کا اسلحہ خانہ ہے۔ جہاں ضرورت سے زائد اسلحہ جمع رہتا ہے۔ مزید برآں لوٹ کی تمام دولت بھی اس کی کوٹھی میں جمع رہتی ہے۔ مثلاً

میرپور کے غیر مسلموں سے آٹھ لاکھ روپیہ نقد اور سونے چاندی کی

کثیر مقدار لوٹی گئی تھی۔ بلکہ اِن غیر مسلموں سے تو اِن کا تمام مال واسباب لوٹ لیا گیا تھا۔

”قبائلی لڑائی کی طوالت سے گھبرا گئے۔ نیز لوٹ کے امکانات ختم ہو چکے ہیں وہ مغربی پنجاب میں اِس قدر بدنام ہو چکے ہیں کہ عوام اُن کے نام سے بیزار نظر آتے ہیں اور اُن سے نفرت کرتے ہیں۔ انھوں نے راولپنڈی جہلم۔ گجرات۔ وزیر آباد اور سیالکوٹ کے سلمانوں کو بھی لوٹا۔ جس پر مغربی پنجاب میں بہت شور اُٹھایا گیا۔“[1]

بودھوں کا بے دردانہ قتل

پاکستانی لٹیروں نے سرحدی علاقوں میں پُر امن بودھوں کو بھی چین سے بیٹھنے نہ دیا اور انہیں پاکستان کا نظارہ پیش کیا۔ اس پر ۲۳ اگست ۱۹۴۸ء کو ہند کی مہابودھی سوسائٹی نے احتجاج کے طور پر ذیل کی قرار داد پاس کی :-

”مہابودھی سوسائٹی گاسکر پدم خانقاہ کے لاما کے بے دردانہ قتل، گلگت سکاؤٹس اور پاکستان سرحد کے کانسٹبری کے کئے ہوئے لوٹ کھسوٹ اور آتش زنی، وادئی لداخ میں ۵۰۰ بودھوں کے بے رحمانہ قتل و غارت اور تلوار کی نوک پر۔۔۔ بودھوں کی جابرانہ تبدیلی مذہب کو بڑے غصہ اور دہشت کے ساتھ سنتی ہے۔“

اس نے ہندوستان، برما، لنکا، تبت، چین، سیام اور دوسرے بودھ اور ہندو ممالک اور ساتھ ہی ساتھ تمام شائستہ ممالک سے درخواست کی کہ وہ ایسے شیطانی جرائم کو روکنے کے لئے شدید کارروائی کریں۔

---

[1] ڈائرکٹر محکمہ تعلقات عامہ ”آزاد کشمیر گورنمنٹ“ پاکستان

انتہائی دردناک اور تباہ کن تصویر

اخبار سٹیٹسمین کے خاص نامہ نگار نے مغربی کشمیر کے علاقوں کا دورہ کر کے راولپنڈی میں ۱۰ فروری ۱۹۴۹ء کو ظاہر کیا۔

"پاکستانی 'آزاد کشمیر' علاقے میں جنگ یا سیاست کی حالت نہیں بلکہ اجڑے ہوئے انسانوں کی کہانیاں ہیں۔ میرپور میں نصف سے زیادہ مکان جلائے گئے ہیں اور کوٹلی کے پناہ گزینوں کی حالت قابل رحم ہے یہاں کوئی مکان مکمل اور چھت سمیت نہیں ہے۔ راستوں میں پتھر۔ اینٹیں اور جلی ہوئی شہتیریں دکھائی دیتی ہیں۔ جنوبی سرحد کے پاس علی بیگ کیمپ میں ۱۲۳۳ ہندو ہیں جو میرپور اور کوٹلی کے علاقے کے ہیں اور ان میں سے کئی جبراً مسلمان بنائے گئے ہیں۔ پہلے کیمپ بالکل خستہ حالت میں تھا لیکن اب پاکستان کے انتظام میں آنے سے حالات کچھ بدل رہے ہیں۔"

۱۱ فروری ۱۹۴۹ء کو اسی نامہ نگار نے ظاہر کیا۔

"وہ علاقہ جسے پاکستانی کشمیر کا "آزاد" کیا ہوا علاقہ کہا جاتا ہے، ہولناک غربت اور ناداری کا شکار بنا ہوا ہے۔ گندگی سے بھرا ہوا اور فساد اور لڑائی سے تباہ شدہ کشمیر کا یہ دلکش حصہ دردناک بلکہ انتہائی دردناک تصویر پیش کر رہا ہے"

یہی نامہ نگار ۱۴ فروری ۱۹۴۹ء کو اوڑی سے بیان کرتا ہے:۔

"لٹیروں نے اوڑی کے قصبہ کو مکمل طور پر جلا دیا ہے اور پاکستانیوں کے بنائے ہوئے آزاد کشمیر" علاقے میں تمام سڑک پر مکانات اور کسانوں کی جھونپڑیاں جلا دی گئی ہیں۔ دومیل چکوٹھی اور گڑھی دوپٹہ کے درمیان صرف چند دیواروں کا ڈھانچہ موجود ہے۔ چناری کا گاؤں آدھا تباہ کر دیا گیا اور چکوٹھی بالکل خاکستر

کر دیا گیا ہے۔"

جب کہ میر پور کے کیمپ سے قبائلی واپس گزر رہے تھے تو ایک مسعودی قبیلے کے ایک آدمی نے اسی نامہ نگار سے پوچھا "ہمیں مارنے کے سوا اور کچھ نہیں سکھایا گیا ہے اور اب ہمیں کیا کرنا ہے۔"

پاکستان کا نظارہ

کشمیر پر پاکستان نے اپنی خود غرضانہ اور جابرانہ خواہشات کو پورا کرنے کے لئے وہاں کے نہتے عوام پر قبائلی لٹیرے اور دوسرے فوجی سپاہی بھیجے اور اس وقت کشمیر کی حالت قابل رحم تھی۔ یہ بات بالکل عیاں ہے کہ پاکستان کا مدعا کیا تھا اور وہ حملہ کرنے سے پہلے کیا تدابیر عمل میں لا چکا تھا؟ مگر یہ کشمیری عوام کی خوش قسمتی تھی کہ اُن کے محبوب لیڈر نے اس وقت اُن کی رہنمائی کی اور انہیں پاکستان کی غلامی کے پنجے سے بچا لیا۔ لیکن پاکستان نے آخر حاصل کیا کیا؟ اس نے سرینگر کے دروازے پر دستک دے کر اور جموں کے قریب شکل دکھا کر عوام کو کیا نظارہ پیش کیا؟ یہ سب دنیا کو معلوم ہے۔ پاکستان نے کشمیر میں تباہی۔ بربادی۔ افلاس۔ خانہ بدوشی۔ بے حرمتی اور طرح طرح کے دوسرے کارہائے نمایاں کئے۔ چنانچہ پاکستان کے اس حملے کے نتیجے سے کشمیر میں ہزاروں شہید ہوئے اور لاکھوں بے گھر ہو گئے ہیں۔ کروڑوں روپے کا سامان۔ جائداد سب نذر ہو چکے ہیں اور آج جنت نظیر کے قصبے اور دیہات کھنڈر اور ویران پڑے ہوئے ہیں اور پاکستان کی تصویر پیش کر رہے ہیں۔

قریباً ۵۰۰۰۰۰ (پانچ لاکھ) کشمیری بالکل بے گھر ہو گئے ہیں۔ ان میں سے کچھ ہندوستان اور کچھ پاکستان میں ہی ہیں۔ ۰۰۰۰۰ پناہ گزین کشمیر

کے دیہاتوں سے بچ کر سرینگر اور تقریباً ۵۰۰۰ پناہ گزیں پونچھ۔ میر پور اور دوسرے علاقوں سے جموں آئے۔ اور اس سے کئی گنا راجوری۔ نوشہرہ۔ جھینگر۔ گریز۔ سوندر گ گرگل اور دُور دُور کے علاقوں سے بھاگ کر آ گئے ہیں۔ اُن کی ایک بڑی تعداد ہندوستان کے کئی پناہ گزیں کیمپوں میں بھی ہے۔ کنگسوے ریفوجی کیمپ دہلی میں پچھلے سال ۸۰۰ پناہ گزیں تھے اور یو۔پی میں بھی بنارس کے نزدیک ایک کیمپ میں اس وقت کئی ہزار پناہ گزیں موجود ہیں۔ پاکستان میں بھی جہلم سے دس میل دور کالہ کے نزدیک ایک بڑے کیمپ میں ۲۲۰۰۰ پناہ گزیں ہیں۔

یہ لاکھوں کشمیری بے گھر۔ بے ساماں۔ بے کس اور بے بس بنے ہوئے ہیں۔ یہ پاکستانی درندوں اور پاکستانی حملے کا شکار اور اُن کے کئی خاندان۔ رشتہ دار عورتیں۔ بچے۔ بوڑھے پاکستانی تلوار کی نذر ہو چکے ہیں۔ تعجب یہ کہ اتنا کرنے کے بعد بھی پاکستان دعویٰ کرتا ہے کہ وہ کشمیر کو آزاد کرانے کے لئے آیا اور اس کے بھیجے ہوئے درندے کشمیر کی آزادی کے علمبردار ہیں۔

لٹیروں کی بربریت

پاکستان کے قبائلیوں اور دوسرے لٹیروں کی درندگی کا حال سنکر انسان کے دل سے خون ٹپکنے لگتا ہے۔ اور یہ سب بربریت اور وحشیانہ پن پاکستان کے حملے کا ہی نتیجہ ہے۔ پاکستان کے ان "مجاہدوں" کے انتہائی ظلم۔ نامناسب حرکات۔ اندھادھند لوٹ کھسوٹ۔ بے اندازہ قتل و غارت اور شہوتِ نفسانی کی حیوانیت سے بھی بدتر حالات کو جاننے سے ہر ایک کشمیری پاکستان سے شدید نفرت کا اظہار کر رہا ہے۔ شاعر اعظم حضرت جوش ملیح آبادی کے یہ چند اشعار لٹیروں کی وحشیانہ پن کا پردہ چاک کرنے کے لئے یہاں درج کئے جاتے

ہیں :۔ ؎

اَے شخص ہم کو غور سے کیا دیکھتا ہے تو؟ ہاں ہم ہیں جو ہیشہ و خوں ریزِ مرگ خُو
یہ دیکھ کہنیوں سے ٹپکتا ہوا لہُو بیٹوں کے سر اُٹھائے ہیں، باپوں کے رُوبرو
ژولیدہ کاکلوں کی گھٹاؤں کے سامنے
بچّوں کو بھون ڈالا ہے ماؤں کے سامنے

کس کس مزے سے ہم نے اچھالی ہیں عورتیں سانچے میں بے حیائی کے ڈھالی ہیں عورتیں
شہوت کی بھٹیوں میں اُبالی ہیں عورتیں گھر سے برہنہ کر کے نکالی ہیں عورتیں
یہ لُطف بھی کئے ہیں ہوس پروری کے بعد
پھاڑا ہے شرمگاہوں کو عصمت دری کے بعد

چُن چُن کے ہم نے کھائے ہیں کتنے ہی نوجواں اطفال کے گلوں میں بھی ڈالی ہے ریسماں
پیرانِ خستہ جان کے بھی توڑے ہیں استخواں گُل چہرہ عورتوں کی بھی کاٹی ہیں چھاتیاں
رد کر دیا ہے چیر کے ہم نے یقین کر
بچوں کو اُن کی ماؤں کی گودوں سے چھین کر

کیا کیا نہ کنواریوں کو نچایا ہے دھوم سے کیا کیا نہ چھوکریوں کو رُلایا ہے دھوم سے
بہنوں پہ بھائیوں کو کدایا ہے دھوم سے باپوں کو بیٹیوں پہ چڑھایا ہے دھوم سے
جب بھی زنا کیا ہے تو قربان اِس آن پر
زوجہ کے سر کو رکھا ہے شوہر کی ران پر

ہاں ہاں حرام زادے ہیں، بے اعتبار ہیں ہاں ہاں حرام خور ہیں، انسان خوار ہیں
ہاں ہاں خزانی ہیں؟ عدوئے بہار ہیں خونی ہیں، بدگہر ہیں، رذالت شعار ہیں
جس کا نتیجہ خیر ہو، تف ایسے کام پر
ہم تھوکتے نہیں ہیں شرافت کے نام پر

ہاں بوستانِ خیر کے مالی نہیں ہیں ہم | پل بھر بھی شر کے ذوق سے خالی نہیں ہیں ہم
جس میں لچک کی خُو ہے وہ ڈالی نہیں ہیں ہم | ہم کو یہ فخر ہے کہ حلالی نہیں ہیں ہم

ہم وہ حیا پرست، وہ غیرت پسند ہیں
بہنوں ہی پر ہیں بند نہ ماؤں پہ بند ہیں

جانی نقصانات

پاکستانی حملے کے نتیجے کے طور پر لاکھوں کشمیری عوام کے بے گھر اور ہزاروں کے دردناک قتل ہونے کے علاوہ ہزاروں ریاستی اور ہندوستانی سپاہی کشمیر کو بچانے اور کشمیری عوام کی آزادی کو قائم رکھنے کے لئے موت کا شکار ہو گئے۔ اور ان سے کئی گنا زیادہ زخمی ہو گئے۔

۲ر فروری ۱۹۴۸ء کو ہندوستان کے وزیرِ دفاع (ڈیفنس منسٹر) سردار بلدیو سنگھ نے ہند کی پارلیمنٹ میں مجروحین و مقتولینِ جنگ کی تعداد ۹۵۰ ظاہر کی تھی جو کہ اس طرح تقسیم کی جاتی ہے :-

درجہ	اموات	زخمی	لاپتہ	کل تعداد
آفیسر	۷	۱۸	۴	۲۹
وی سی۔ او، اور دوسرے سپاہی	۲۹۳	۵۵۰	۷۸	۲۹۱

ہندوستانی سپاہیوں نے سرینگر میں پہنچنے کے وقت یعنی ۲۷ر اکتوبر ۱۹۴۷ء سے لے کر اس وقت تک ۱۰۰۰ میل لمبے مورچے پر دشمن کا مقابلہ کیا اور ۱۵۰۰۰ سے بھی زائد پہاڑوں کی چوٹیوں پر کشمیر کی حفاظت کے لئے لڑتے رہے۔ انہوں نے کشمیر کی سردیوں میں بھی جبکہ برف کے ڈھیر چاروں طرف لگے رہتے ہیں اور ہر ایک

جیز یخ بستہ ہو جاتی ہے۔ کشمیر کی آزادی اور کشمیریوں کی عزت کو بچانے کے لئے ان بلند اور ناقابلِ عبور چوٹیوں پر موت کے ساتھ کھیلتے رہے اور دشمن کو کبھی آگے بڑھنے نہ دیا۔ کشمیر ہندوستانی سپاہیوں کا بہت ممنون ہے۔ اُن کے بہادر جرنیل کرنل رائے میجر شرما اور، برگیڈیر عثمان اِسی خطہ کو بچانے کے لئے دیگر کئی جرنیلوں کے ساتھ شہید ہوئے اور ریاستی فوج کے بہادر جرنیل راجندر سنگھ نے بھی ایک مٹھی بھر سپاہیوں کے ساتھ اپنی جان کی آہوتی دی۔ کشمیر کی جنگ آزادی میں یہ مایہ ناز سپوت ہمیشہ کے لئے زندہ رہیں گے

ہندوستانی سپاہیوں نے ایک سال کے اندر یعنی ۲۷ راکتوبر ۱۹۴۸ء تک دشمن کے ۱۵۰۰۰ سپاہیوں کو ختم کیا۔ نوشہرہ کے علاقے میں ہی ۶ رفروری ۱۹۴۹ء کو ۲۰۰۰ سے زائد لٹیرے موت کی نیند سلائے گئے۔ جانی نقصانات کی نسبت ۱:۱۵ رہی ہے یعنی ہر ایک ہندوستانی سپاہی کا بدلہ ۱۵ لٹیروں سے لیا گیا ہے۔

امدادی تدابیر

حکومت کشمیر اور ہند سرکار لاکھوں مظلوموں اور بے کس کشمیریوں کی کافی امداد کر رہی ہے۔ قریباً ۲۵۰۰۰ پناہ گزین سرینگر کے قریب دیہاتوں میں کئی امدادی مراکز میں رکھے گئے اور ۱۵۰۰۰ سے زائد شہر سرینگر کے ۳۰ پناہ گزین کیمپوں میں لائے گئے جموں کے نگروٹہ کیمپ میں قریباً ایک لاکھ پناہ گزین ہیں جن کی مکمل نگرانی ہند سرکار کر رہی ہے اور یہ کیمپ براہ راست اُن کے انتظام میں ہے۔ کنگسوے کیمپ دہلی۔ صفدر جنگ کیمپ نیو دہلی اور بنارس کے کیمپ میں جو کشمیری پناہ گزین ہیں انہیں ہند سرکار کے علاوہ حکومت کشمیر، مہاراجہ اور مہارانی صاحبہ کشمیر سب کے سب کافی امداد کر رہے ہیں۔

ریفوجی ریلیف آرگنیزیشن آف کشمیر نے پچھلے سال کی ۲۰ رجنوری تک ہی ایک لاکھ روپیہ جمع کیا تھا جس میں ۲۵۰۰۰ روپیہ حکومت کشمیر نے دیا تھا۔ اِس

نقدی کے علاوہ ۲۰۰۰ توشیں، ۱۵۰۰ نمدے، ۱۰۰۰ اُونی بنیان (پلوور) اور ۱۰۰۰ چادریں خالص سرینگر کے پناہ گزینوں کو اسی سال کے موسم سرما میں دی گئیں۔ انہیں ۱۰۰۰ من گیہوں اور ۲۴۴ من چاول مفت بانٹا گیا۔

نیشنل کانفرنس نے اس سے پہلے ۲۰۰۰ روپیہ جموں کے پناہ گزینوں کو دیا تھا اس کے علاوہ ۳۵۰۰۰ روپیہ جمع کیا گیا اور ۲۵۰۰۰ روپیہ مہارانی کشمیر نے دے دیا۔ مہارانی صاحبہ نے دہلی کے کیمپوں میں بھی پناہ گزینوں کی امداد کے لئے ہزاروں روپیہ بانٹ دیا ہے۔

سردار پٹیل نے اسی سرمایہ میں بخشی غلام محمد کو ۱۰۰۰۰ روپیہ اور پنڈت نہرو نے ۱۰۰۰ روپیہ کا چک بھیجا۔ ہند سرکار نے مسٹر ہوریش الیگزینڈر کو ۱۹ نومبر ۱۹۴۷ء کو ہی کشمیریوں کو دوبارہ بسانے کے لئے بھیجا۔ اس کے علاوہ ہندوستان کے لوگوں نے ان لاکھوں پناہ گزینوں کی امداد کے لئے کشمیر ریلیف فنڈ کھولا ہے۔

حال ہی میں حکومت کشمیر نے قریباً ۶ لاکھ روپیہ کی رقم پناہ گزینوں کی امداد کے لئے منظور کی ہے۔ مگر چونکہ ان لاکھوں بے گھر اور بے کس کشمیریوں کو پھر سے بسانا ہے اس لئے اس کے لئے کئی کروڑ روپے درکار ہوں گے۔ ۱۳ فروری ۱۹۴۹ء کو شیخ محمد عبداللہ نے پھر بساؤ، کام کا خرچہ ۱۵ کروڑ روپیہ بتایا ہے۔ غرضیکہ یہ سب تباہی اور نقصان پاکستانی حملے کا نتیجہ ہے۔

پھر بساؤ کا کام

سرینگر اور اس کے آس پاس کے کیمپوں میں ۴۰۰۰، اور جموں کے نگروٹہ کیمپ میں ۱۰۰۰۰ سے زیادہ پناہ گزیں پڑے ہوئے ہیں۔ بعد کے حالات سے پتہ چلا ہے کہ صرف پونچھ کے علاقے میں ۸۰۰۰ مسلمان پناہ گزیں ہیں۔

حکومت کشمیر نے "پھر بساؤ" کا کام سرگرمی سے شروع کر دیا ہے۔ اُس نے پونچھ۔ حویلی اور سورن کے علاقوں میں ۲۱ر نومبر ۱۹۴۸ء کے بعد ۱۰۰۰۰ پناہ گزین پھر سے بسائے ہیں۔ جن میں سے ۸۰۰۰ کے قریب صرف مسلمان ہیں۔

نوشہرہ۔ راجوری اور بھمبر کے آزاد کیے ہوئے علاقوں میں بھی ۱۰۰۰۰ پناہ گزیں پھر سے آباد کیے گئے جن میں سے ۷۰۰۰ مسلمان اور ۳۰۰۰ ہندو ہیں۔

پونچھ شہر میں ۱۰۰۰۰ ہندو اور سکھ پناہ گزیں ہیں جو بلیندری۔ باغ۔ اور مظفر آباد کے علاقوں سے آئے ہوئے ہیں۔ یہ ایک لاکھ پناہ گزیں ابھی تک پھر سے نہیں بسائے گئے۔

راجوری کے علاقے میں ۲۸ر اگست ۱۹۴۸ء تک ہی ۱۴۰۰ پناہ گزیں بسائے گئے اور ۱۲۰ دیہاتوں کو پھر سے آباد کیا گیا۔

اس سے پہلے ۱۸ر اگست ۱۹۴۸ء کو مظفر آباد کے ۳۰۰۰ مسلمان پیرپنجال کی بلند چوٹیوں کو پار کرتے ہوئے اور ۴۰ میل سے زیادہ علاقہ دشوار گزار جنگلوں سے گزر کر پاکستانی علاقے کو چھوڑ کر چکوٹھی کی طرف ہندوستانی علاقوں میں آئے۔ ان سب مہاجرین کی حالت قابلِ رحم تھی۔ اُن میں سے ایک عورت نے کہا: "پاکستان نے ہمیں بے دردی سے لوٹ لیا ہے"۔

۱۸ر اکتوبر ۱۹۴۸ء کو دربال وادی میں ۱۵۰۰ مسلمان پاکستانی علاقے سے بھاگ کر آ گئے۔ یہ وادی راجوری تھانہ منڈی سڑک کے مشرق میں واقع ہے۔ یہ پناہ گزیں بھوک اور وحشت سے تڑپ رہے تھے اور ان کی شکل چیتھڑوں اور نیم ننگی کی حالت میں انتہائی دردناک تھی۔

'لڑائی رکنے کے بعد نوشہرہ کے علاقے میں کئی ہزار پناہ گزیں پاکستان کے مقبوضہ علاقہ سے بھاگ کر کشمیر آ گئے۔ اسی طرح دوسرے علاقوں سے بھی

دھڑا دھڑ مسلمان پناہ گزیں آرہے ہیں۔ ان سب کی حالت بڑی دردناک اور قابل رحم ہے۔ حکومت جموں وکشمیر ان سب کو پھر سے بسانے کا باقاعدہ انتظام کر رہی ہے۔

مینڈھر اور پونچھ کے علاقے میں ہندوستانی سپاہیوں نے ۲۰ مارچ ۱۹۴۹ء تک پاکستان کے مقبوضہ علاقہ سے آئے ہوئے ۱۲۰۰۰ مسلمان پناہ گزینوں کو بسایا۔

سردیوں کے تین مہینوں میں ہندوستانی سپاہیوں نے وادی کشمیر میں ۶۰۰۰ اجڑے ہوئے کشمیریوں کو ریاستی حکام کی امداد سے پھر بسایا۔ اوڑی کے علاقے میں ۱۶ دیہات پوری طرح سے آباد کئے گئے۔ ٹیٹوال کے علاقے میں ۶۰ اور کرگل کے علاقہ میں ۰۰، پناہ گزینوں کو پھر سے بسایا گیا۔ ٹیٹوال کے علاقے میں ۴۰۰۰ مریضوں کو ہندوستانی فوج کے ڈاکٹروں نے مفت علاج کیا۔

حکومت کشمیر سال ۵۰-۱۹۴۹ء میں اجڑے ہوئے لوگوں کو آباد کرنے پر ۳۱۶۴۵۵۳ روپے خرچ کریگی۔ نیز پناہ گزین طلبا کے لئے ۶ء۴ لاکھ روپیہ منظور کیا گیا ہے۔ ریاست میں اسوقت ۹۷۰۰۰ ۳ پناہ گزین ہیں نیز دشمن کے علاقے سے ۲ لاکھ پناہ گزین داخل ہوئے ہیں۔

ریلیف کیمپوں میں پناہ گزینوں کی تعداد اس طرح ہے:-

جموں	۴۳۰۰۰	صوبہ کشمیر	۱۰۰۰۰
مشرقی پنجاب	۵۰۰۰	یوپی	۶۰۰۰
چکراتہ	۱۵۰۰	ہند کے دیگر علاقوں میں	۵۰۰۰

دسواں باب

کشمیر اور یو۔این۔او

پاکستان سے درخواست

کشمیر پر حملہ ہونے کے بعد جب ریاست ہندوستان کے ساتھ شمولیت کرنے پر مجبور ہوئی، اس وقت بہت سے لوگوں کو یقین نہ آسکا کہ یہ حملہ پاکستان نے کیا ہے اور جو قبائلی اور دیگر حملہ آور کشمیر کو فتح کرنے کی غرض سے آئے ہیں، وہ پاکستان کے بھیجے ہوئے ہیں۔ پاکستان نے دنیا کی آنکھوں میں دھول ڈالنے کے لئے اُن لٹیروں اور حملہ آوروں کو "ریاست کے باشندوں" کا نام دے کر کہا کہ یہ مہاراجہ کشمیر کے خلاف لڑ رہے ہیں اور وطن کی آزادی کے "مجاہد" ہیں۔ لیکن یہ بات بھی زیادہ دیر تک پس پردہ نہ رہ سکی اور دنیا کو پوری طرح معلوم ہو گیا کہ پاکستان نے ریاست کو ہڑپ کرنے کی غرض سے اپنے فوجی اور شہری حملہ کرنے کے لئے

بھیجے اور اُن کی ہر طرح کی سہولتیں بہم پہنچائیں۔
چنانچہ ۲۸ ر اکتوبر ۱۹۴۷ء کو یعنی کشمیر کی ہند میں شمولیت کے دوسرے دن ہی ہند سرکار نے حکومت پاکستان سے درخواست کی کہ وہ کشمیر میں لٹیروں کو امداد دینا بند کردے کیونکہ کشمیر کی ریاست شمولیت کی وجہ سے ہند یونین کا علاقہ ہے۔ اس کے بعد کئی بار ہند سرکار نے اپنی درخواست کو پھر دہرایا۔ ۲۲ دسمبر ۱۹۴۷ء کو آخری بار درخواست کی۔ ۲۶ ر دسمبر ۱۹۴۷ء کو اس کے بارے میں ایک تار بھی بھیجا لیکن پاکستان کے کان پر جوں تک بھی نہ رینگی اور وہ اُلٹا بہانے بناتا رہا۔ حالانکہ ہندوستان نے بار بار واضح کیا کہ کشمیر کی شمولیت صرف عارضی طور مانی گئی ہے اور شمولیت کا آخری فیصلہ رائے عامہ سے کیا جائے گا۔ لیکن پاکستان یہ نہ مانا اور جنگ کو وسیع کرتا رہا۔

یو۔این۔او سے درخواست

چونکہ لٹیروں کے اڈے۔ رسد اور سامان جنگ کے ذخیرے پاکستانی علاقے میں تھے اس لئے ہندوستان کے لئے لٹیروں کے ساتھ نبٹنا آسان نہ رہا نیز پاکستان سے بار بار درخواست کرنے کا بھی کوئی فائدہ نہ نکلا۔ جنگ وسیع پیمانے کی شکل اختیار کر رہی تھی اور خطرہ ہر طرف بڑھ رہا تھا۔ اس طرح بین الاقوامی امن میں خلل پڑنے کا اندیشہ تھا۔ آخر مجبور ہو کر ہندوستان نے یُو۔این۔او مجلس اقوام متحدہ کے دروازے پر دستک دی اور اعلان کیا کہ وہ جنگ کو روکنے کے لئے پاکستان کے خلاف شکایات کرنے پر آمادہ ہوا ہے اور وہ چاہتا ہے کہ ہر ایک چیز دو شائستگی سے کی جائے۔ ۳۱ ر دسمبر ۱۹۴۷ء کو ہند سرکار نے اقوام متحدہ کے چارٹر کے دفعہ ۳۵ کے تحت صدر سیکورٹی کونسل کو ایک میمورنڈم بھیجا۔

ہندوستان کا میمورنڈم

"ہندوستان اور پاکستان کے درمیان ایک ایسی حالت پیدا ہوگئی ہے جو بین الاقوامی خطرے کا باعث بن سکتی ہے کیونکہ پاکستان جموں وکشمیر کے خلاف جس نے ہند کی نوآبادی میں شمولیت کی ہے اور ہندوستان کا ایک حصہ ہے، حملہ اوروں کی مدد کرتا ہے جن میں پاکستان کے ہم قوم لوگ اور پاکستان سے ملے ہوئے شمال مغربی علاقہ کے قبائلی ہیں۔

"ہند سرکار سیکورٹی کونسل سے درخواست کرتی ہے کہ وہ پاکستان سے کہدے کہ وہ (پاکستان) ایسی امداد دینا فوراً بند کرے کیونکہ یہ ہندوستان کے خلاف جارحانہ اقدام ہے۔ اگر پاکستان ایسا نہیں کرے گا تو ہند سرکار حملہ آوروں کے خلاف فوجی کارروائی کرنے کے لئے دفاعی صورت میں پاکستانی علاقے میں داخل ہونے پر مجبور ہوگی۔ اس لئے یہ معاملہ فوری تعمیل طلب اور بین الاقوامی امن میں خلل (خلاف ورزی) کو روکنے کے لئے کونسل کی توجہ کا طلبگار ہے۔

یہ واقعات پورے طور سے ظاہر کرتے ہیں:۔

(الف) کہ حملہ آوروں کو پاکستانی علاقے کے پار عبور کرنے کی اجازت دی جاتی ہے۔

(ب) کہ انہیں فوجی کارروائی کے صدر کیمپ کے لئے پاکستانی علاقہ استعمال کرنے کی اجازت دی گئی ہے۔

(ج) کہ ان میں پاکستان کے قومی شامل ہیں۔

(د) کہ وہ اکثر سامان جنگ، رسل ورسائل اور رسد (پیٹرول کے سمیت) پاکستان سے حاصل کرتے ہیں۔

(۱۳) کہ پاکستان کے افسر انہیں ٹریننگ (تربیت) رہنمائی اور دیگر کئی طریقوں سے سرگرمی کے ساتھ مدد دے رہے ہیں۔ اور پاکستان کے بغیر اور کوئی ذریعہ نہیں جہاں سے وہ موجودہ زمانے کے فوجی سامان کو اتنی بڑی تعداد میں حاصل کر سکیں۔

ہند سرکار نے حکومت پاکستان سے درخواست کی کہ وہ حملہ آوروں کے لئے سہولتیں بند کرے کیونکہ اس طریقے سے وہ جارحانہ اور مخالفانہ کام کی تشکیل دے رہے ہیں۔ لیکن اس کا کوئی جواب نہ ملا۔

اس مقصد کے پیش نظر کہ حملہ آوروں کو ہندوستان کے علاقے سے نکالنے اور انہیں تازہ حملہ کرنے سے فوری طور روکنے کے لئے ہندوستانی سپاہیوں کو پاکستانی علاقے میں داخل ہونا پڑے گا اور اس طرح حملہ آوروں کو صدر کیمپ کے استعمال کرنے کی اجازت نہ مل سکے گی اور پاکستان میں ان کے رسد اور کمک کے ذرائع کٹ جائیں گے۔

چونکہ یہ امداد جو کہ حملہ آوروں کو پاکستان سے مل رہی ہے ہندوستان کے خلاف جارحانہ اقدام ہے۔ ہند سرکار بین الاقوامی قانون کے ماتحت حملہ آوروں کی موثر سرکوبی کرنے کے لئے اپنے مسلح فوجی پاکستانی علاقے میں بھیجنے کی مستحق ہے۔

اس لئے یہ کونسل سے درخواست کرنے میں حق بجانب ہے کہ وہ حکومت پاکستان سے مطالبہ کرے کہ :-

۱۔ پاکستان کے فوجی اور شہری لوگوں کو ریاست جموں وکشمیر کے حملے میں حصہ لینے یا امداد کرنے سے روک دے۔

۲۔ دوسرے پاکستانی شہریوں کو ریاست جموں وکشمیر کی لڑائی میں حصہ لینے سے باز رکھے۔

۳- حملہ آوروں کو

(ا) کشمیر کے خلاف فوجی کارروائی میں اپنے علاقے سے گزرنے اور اسے استعمال کرنے

(ب) فوجی اور دوسرے سامان رسد کو حاصل کرنے۔ اور

(ج) جنگ کے تمام دوسرے طریقوں سے جو موجودہ لڑائی کو لمبا کرنے کے باعث ہوں۔

روکے"۔

سیکورٹی کونسل کی کارروائی

سیکورٹی کونسل نے ۶/ جنوری ۱۹۴۸ء کو اپنے کارروائی نامہ (اجنڈا) پر یہ مسئلہ رکھا۔ ہندوستان اور پاکستان نے اس اثنا میں اپنے اپنے وفد (ڈیلیگیشن) لیک سکس روانہ کئے۔ ہندوستانی وفد کے لیڈر شری این گوپال سوامی آئنگر سابق وزیر اعظم کشمیر اور وفد کے ممبران شیر کشمیر شیخ محمد عبداللہ ایم۔ سی۔ ستاتوارڑ اور کرنل بی۔ این۔ کول تھے۔ پاکستان نے اپنا نمایندہ سر محمد ظفر اللہ خاں کو مقرر کیا۔ سیکورٹی کونسل نے چارٹر کے دفعہ ۳۱ کے تحت دونو حکومتوں کے نمائندوں کو بحث کرنے کی اجازت دی لیکن انہیں ووٹ (رائے) وغیرہ دینے کا کوئی اختیار نہ دیا۔

۱۵/ جنوری ۱۹۴۸ء کو شری آئنگر نے ہندوستان کا معاملہ پیش کیا۔ انہوں نے واضح کیا:-

"کشمیر کے خطے سے لٹیروں اور حملہ آوروں کا اخراج اور ہٹانا اور لڑائی کو فوراً بند کرانا پہلا اور واحد مسئلہ ہے جس کے لئے ہمیں اپنے آپ کو وابستہ

کرنا چاہیئے۔"

۱۷ر جنوری ۱۹۴۸ء کو کونسل نے ایک تجویز منظور کی جس میں اس بات پر زور دیا گیا کہ ہندوستان اور پاکستان کو معاملات سدھارنے کے لئے پوری کوشش کرنی چاہیئے اور حالات کو بدتر نہ کرنے کے لئے بیانات دینے سے پرہیز کرنا چاہیئے۔

اس کے بارے میں ہند سرکار نے ۱۹ر جنوری ۱۹۴۸ء کو ایک جواب بھیجا۔

۲۰ر جنوری ۱۹۴۸ء کو سیکورٹی کونسل نے ایک اور تجویز منظور کی جس کی رُو سے تین ممبران پر مشتمل ایک کمیشن کا تقرر کیا گیا جو کونسل کے وقتاً فوقتاً اجرا کئے ہوئے ہدایات پر عمل کرے اور جو ہندوستان اور پاکستان کے درمیان جھگڑے میں وساطت کرے۔ اس تجویز کے تحت ہندوستان اور پاکستان کو ایک ایک نمائندہ نامزد کرنے کا حق دیا گیا۔ ہندوستان نے چیکوسلواکیہ کو کمیشن کا ممبر نامزد کیا۔ بعد میں کمیشن کے ممبران کی تعداد ۵ تک بڑھائی گئی۔

سیکورٹی کونسل نے کشمیر کے معاملے کو پیچیدہ بنا لیا اور اس وجہ سے ہندوستان اور پاکستان کے درمیان کوئی سمجھوتہ نہ ہوسکا۔ پھر بھی اُس نے ۲۲ر جنوری ۱۹۴۸ء سے ۱۴ر فروری ۱۹۴۸ء تک ۸ جلسے کئے۔

۲۳ر جنوری کو ہندوستانی وفد کے ایک ممبر ایم۔ سی۔ ستالواڈ نے کونسل کے ایک جلسے میں کہا۔

"پاکستان نے جنگی قبائلیوں کو اپنے علاقے سے گزرنے کی اجازت دینے سے صاف طور پر بین الاقوامی قانونی معاہدہ کی خلاف ورزی کی ہے اور قبائلی لٹیروں کی جماعت ہی نہیں ہے بلکہ یہ ایک فوج ہے جو افسروں کے کمان میں موجودہ جنگ کے ہتھیاروں سے مسلح اور فوجی انداز میں تربیت یافتہ ہیں۔ یہ آزادی دینے والی فوج نہیں ہے بلکہ اس نے ہندوؤں مسلمانوں اور سکھوں پر یکساں لُوٹ اور

تباہی ڈھائی ہے۔"

سیکورٹی کونسل کا رجحان

اس کے بعد کسی فیصلے پر پہنچنے کے لئے صدر سیکورٹی کونسل کے ساتھ ہندوستان اور پاکستان کے نمائندوں کے درمیان الگ الگ اور مشترکہ طور پر پرائیویٹ طریقے سے باتیں ہوتی رہیں۔ مگر ان دو نمائندوں کے درمیان سمجھوتہ کی خلیج وسیع ہی رہی پھر بھی صدر کونسل نے ان مشوروں کی بنیاد پر کچھ تجویزوں کے مسودے (ڈرافٹ) بنائے۔ اس سے پہلے صدر کونسل نے ۲۹ر جنوری کو دو تجویزوں کا مسودہ پیش کیا تھا جس کو انہوں نے ۶ر فروری ۱۹۴۸ء کے دن کونسل کے سامنے رکھا۔ ان میں بہت سی ایسی تجویزیں تھیں جو ہندوستان کے نقطہ نظر کے خلاف تھیں۔ پاکستان دو باتوں پر زور دیتا تھا:۔

(۱) شیخ محمد عبداللہ کی حکومت کو ہٹانا۔ اور

(۲) کشمیر سے ہندوستانی سپاہیوں کا اخراج

شری آئنگر نے ۳ر فروری ۱۹۴۸ء کو یہی واضح کیا:۔

"رائے شماری کے معاملے میں کونسل سے کوئی دادرسی نہیں ہے۔ یہ معاملہ مکمل طور پر ریاست جموں و کشمیر اور اس کے لوگوں کے حدِ اختیار میں ہے۔"

اور کونسل کی تجویزوں کی نکتہ چینی کرنے کے بعد انہوں نے ۶ر فروری ۱۹۴۸ء کو ایک بار پھر دہرایا:۔

"ان قبائلیوں کی حیثیت ہی کیا ہے جنہیں یہ مطالبہ کرنے کا حق دیا جاتا ہے کہ رائے شماری ان کے لئے تسلی بخش ہو۔ ہم نے تائید کی ہے کہ کشمیر کی حکومت کے مستقبل اور شمولیت کا مسئلہ کشمیری عوام کے فیصلے پر مبنی ہوگا۔"

شیخ محمد عبداللہ نے بھی ۵ رفروری ۱۹۴۸ء کو سیکورٹی کونسل میں فرمایا:-

"یہ لٹیرے جو ہمارے ملک میں آئے انہوں نے ہزاروں لڑکیوں کا اغوا کیا اور ہماری جائداد کو لوٹ لیا۔ اچانک پاکستان دنیا کے سامنے غاصرداری کرتا ہے کہ وہ کشمیریوں کی آزادی کا علمبردار ہے۔ دنیا کو ہٹلر اور گوبلز سے نجات ملی ہے لیکن جو کچھ میرے ملک میں ہوا ہے اور ہو رہا ہے مجھے پورا یقین ہے کہ اُن کی روحیں پاکستان میں پھر سے جنم لے رہی ہیں۔

"ہم چاہتے ہیں کہ جموں و کشمیر میں ۴۰ لاکھ عوام کو جن میں ہندو مسلمان اور سکھ شامل ہیں، اپنی قسمت کو بدلنے اور اپنی حکومت کو قابو میں رکھنے کا حق ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ پاکستان کا کشمیر کے اس انتشار میں براہِ راست یا بالواسطہ کوئی ہاتھ نہ ہونا چاہیئے"۔

چونکہ مسودے میں تجویزیں ہندوستان کی رائے سے متضاد تھیں اس لئے ہندوستان کے وفد نے ہند سرکار کے سامنے سارا معاملہ پیش کرنے اور اُن سے باقاعدہ مشورہ لینے کے لئے ہندوستان واپس آنے کا فیصلہ کر لیا۔ ۱۱رفروری ۱۹۴۸ء کو شری آئنگر نے سیکورٹی کونسل کو مخاطب کیا:-

"ہمیں کم از کم ہتھیار ڈال کر ایک دوسرے سے لڑائی بند کرنی چاہیئے۔ ہمارا معاملہ یہ ہے کہ پاکستان نے کشمیر میں لٹیروں اور سرکشوں کو مدد دی ہے۔ میں درخواست کرتا ہوں کہ اُن کی اس امداد کو بند کر دی جائے۔ جس امر کو لے کر ہم یہاں آئے وہ دوسرے متنازعہ فیہ مسئلہ کے بادلوں میں غرق کر لیا گیا ہے"۔

پنڈت جواہر لعل نہرو نے جموں میں ۱۵رفروری ۱۹۴۸ء کو سیکورٹی کونسل کے رویہ پر نکتہ چینی کرتے ہوئے اعلان کیا:-

ہندوستان کو کوئی چیز چھپانے کی ضرورت نہیں ہے۔ ریاستی باشندوں کی امداد کرنا ہندوستان کا فرض تھا جبکہ انھوں نے امداد کے لئے پکارا۔

ہندوستان کشمیر کے تکلیفوں کو طول دینا نہیں چاہتا اور ہندوستان یہ بھی نہیں چاہتا تھا کہ کشمیر کی لڑائی ہندوستان اور پاکستان کے درمیان ایک بڑے پیمانے پر جنگ کی

صورت اختیار کرے ۔اس لئے پورے سوچ وچار کے بعد ہندسرکار نے یہ جھگڑا اقوام متحدہ (یونائٹیڈ نیشنز) کو پیش کیا۔

"بجائے اس کے کہ وہ ہمارے حوالہ جات پر بے لاگ طریقے سے بحث اور فیصلہ کرتے دنیا کی قومیں جو اس ادارہ میں قدم جمائے ہیں سیاسی اقتدار یا ورپالیٹکس میں غرق ہو گئے۔"

۱۱ر فروری ۱۹۴۸ء کو پاکستان کے نمائندہ سر ظفر اللہ خاں نے سیکورٹی کونسل میں بیان دیا۔

"قبائلیوں کو اس بات کی ضمانت ملنی چاہئے کہ اگر وہ ہتھیار ڈال دیں گے تو اس کے بعد عمل میں کیا لایا جائیگا۔ پچھلی ستمبر سے جب شیخ عبداللہ جیل سے رہا ہوئے یا اس سے پہلے ہی انہوں نے مہاراجہ کا آلہ کار بننا منظور کیا اور انہوں نے کشمیر کی جنگ آزادی میں کوئی حصہ نہیں لیا ہے ۔ یہ صاف ہے کہ اگر رائے شماری ہندوستانی بندوقوں کے سایہ میں ہوگا تو آزاد کشمیر کے لوگ ہتھیار نہیں ڈالیں گے۔"

۱۲ر فروری ۱۹۴۸ء کو ہندوستانی وفد لیک سکس سے ہندوستان واپس روانہ ہوا جو ۱۵ر فروری ۱۹۴۸ء کو بمبئی پہنچا۔ بمبئی میں جہاز سے اترنے کے وقت شیر کشمیر شیخ محمد عبداللہ نے اعلان کیا۔

"یہ سب سیاسی دوڑ دھوپ (پاور پالیٹکس) ہے اور وہاں منطق کے لئے کوئی جگہ نہیں ہے۔"

ہندوستانی وفد کے دوبارہ آنے پر

سیکورٹی کونسل نے ہندوستانی وفد کی غیر حاضری میں کشمیر کے موضوع پر بحث کو ملتوی کر دیا۔ وفد مارچ ۱۹۴۸ء کے پہلے ہفتے میں دوبارہ لیک سکس لوٹا مگر اس دفعہ شیخ صاحب وفد کے ساتھ نہ جا سکے ۔ لیک سکس واپس پہنچنے پر ۱۰ر مارچ ۱۹۴۸ء کو پھر سے بحث شروع ہوئی اسکے علاوہ ایک مشترکہ سمجھوتہ پر پہنچنے کے لئے ہندوستان اور پاکستان کے نمائندوں کے ساتھ مشورے ہوتے رہے ۔ اس طریقے سے مشورہ لینے کی تجویز سیکورٹی

کونسل میں چین کے نمائندے ڈاکٹر سیانگ نے پیش کی تھی۔
کارروائی شروع ہونے پر ۱۰ مارچ ۱۹۴۸ء کو شری گوپال سوامی آئنگر نے کونسل میں بیان دیا:۔

"سیکورٹی کونسل کی طرف سے مطالبہ کرنے کی کوشش کرنا کہ خود مختار ریاست کی اندرونی حکومت کسی ایجنسی کے ہاتھ میں دی جائے جو ریاست کے ساتھ وابستہ نہ ہو یا کوئی ایجنسی جس کی پشت پر ریاست کے عوام نہ ہوں ایسا قضیہ ہے جو عقل سے باہر ہے اور میں سیکورٹی کونسل سے مودبانہ درخواست کرتا ہوں کہ وہ ایسی تجویز ہم پر نہ ٹھونسے۔

"یہ ہمارے لئے ناممکن ہے کہ جو حکومت اس وقت برسر اقتدار ہے اس کو ختم کرنے پر ہم رضامند ہوں اور اس کی جگہ کسی قسم کی بیرونی ایجنسی یا ایسی ایجنسی کو لایا جائے جو ریاست کے عوام کے بل بوتے پر نہ ہو"

اس کے برعکس سر ظفر اللہ خاں نے لٹیروں کی طرف سے دعویٰ پیش کیا اور انہوں نے بھی ۱۰ مارچ ۱۹۴۸ء کو ایک بیان میں کہا:۔

"کشمیر کا پورا مسئلہ یہ ہے کہ آیا شیخ عبداللہ یا کسی اور شخص کو حکومت کا نظم و نسق سنبھالنا ہے جو مہاراجہ یا حکومت ہند کا چنا ہوا ہے اور جو اُن لوگوں کو قابلِ قبول نہیں ہے جو اُسی مہاراجہ کے خلاف لڑ رہے ہیں، جبکہ جھگڑے کے سوال کو چناؤ کے ذریعہ سے حل کرنا ہے۔"

چینی نمائندہ کی تجویز

۱۸ مارچ ۱۹۴۸ء کو چین کے نمائندے ڈاکٹر ٹی۔ ایف۔ سیانگ نے سیکورٹی کونسل کو ایک تجویز پیش کی جس کے تین حصے تھے۔

۱۔ امن و اماں کو بحال کرنا۔
۲۔ استصواب رائے۔
۳۔ عام شرائط۔

ڈاکٹر سیانگ نے اس تجویز کو پیش کرتے ہوئے کہا "یہ تجویز رائے عامہ کے مکمل اظہار کی ضمانت دیتی ہے"

اس تجویز کو ہندوستانی وفد کی رضامندی حاصل ہوتی مگر اس تجویز پر بحث ہونے سے اس میں تبدیلیاں کی گئیں۔ پاکستان کے نمائندے سر ظفر اللہ خاں نے ۱۸ مارچ ۱۹۴۸ء کو اس تجویز پر بحث کرتے ہوئے اظہار کیا:

"میں سیکورٹی کونسل سے عاجزی سے درخواست کرتا ہوں کہ کوئی رائے شماری جو اس حکومت کے تحت ہو جس کے افسر اعلیٰ شیخ عبداللہ جیسا آدمی ہو اور ایسی حالت میں کی جائے جبکہ دوسری طرف ہندوستانی سپاہی قبضہ کئے ہوئے ہوں، کسی کو اس بات کا اطمینان نہیں دے سکتی کہ یہ غیر جانبدار ہوگا۔ باقی باتوں سے قطع نظر جو کوئی قرارداد کونسل پاس کرے گی اُسے آزاد کشمیر لوگوں کو پوری طرح تسکین دینا پڑے گا تاکہ وہ لڑائی بند کر دیں"

برطانیہ کے نمائندے مسٹر فلپ نوویل بیکر نے اِس قرارداد پر رائے زنی کرتے ہوئے کہا:

"یہ قرارداد پاکستان پر لڑائی بند کرنے کے لئے ایک بھاری ذمہ داری عاید کرتی ہے اور اس فرض کو پورا کرنے کے لئے پاکستان کو راستہ دکھاتی ہے نیز یہ پاکستان کی اپنی دیرپا بھلائی کے لئے ہے"

چھ قوموں کی مشترکہ تجویز

۱۷ اپریل ۱۹۴۸ء کو سیکورٹی کونسل کے صدر ڈاکٹر لوپز نے چھ قوموں بلجیم۔ کنیڈا۔ چین۔ کولمبیا۔ برطانیہ اور اضلاع متحدہ امریکہ کی ایک لمبی تجویز پیش کی۔ جس میں ۵ ممبران پر مشتمل ایک کمیشن کو ریاست جموں و کشمیر میں بھیجنے کی سفارش کی گئی۔ اس تجویز نے بحث کے دوران میں ایک نئی شکل اختیار کی اور آخر کار اس مشترکہ تجویز کو سیکورٹی کونسل نے ۲۱ اپریل ۱۹۴۸ء کو پاس کر دی باوجودیکہ ہندوستانی وفد کافی اعتراض کرتا رہا۔

شری گوپال سوامی آئینگر نے اس تجویز کو رد کرتے ہوئے ۱۹ اپریل ۱۹۴۸ء کو کونسل میں بیان کیا:۔

"کشمیر کی شمولیت جو ۲۶ اکتوبر ۱۹۴۷ء کو عمل میں آئی، جائز اور قانونی تھی ہندوستان نے جموں و کشمیر کو انتشار سے بچایا اور اب ان کی مقاومت کر رہا ہے جو آج اس پر حملہ کر رہے ہیں۔ نیز وہ اس کی بڑی آبادی کو باہر سے آئے ہوئے لٹیروں کے مخالفانہ رویہ سے بچا رہا ہے۔

"یہ ظاہر کرنا ہمارے لئے بالکل ضروری ہے کہ جب لڑائی بند ہو گی اور امن و اماں قائم کیا جائے گا تو الحاق بدستور ہندوستان کے ساتھ رہے گا۔ اور جب تک کہ استصواب رائے نہ ہو گا، ہندوستان کی ذمہ داری دفاع اور امن و اماں قائم رکھنے کے لئے جاری رہے گا۔

"جیسی کہ تجویز اب ہے، ہندوستان کو یقینی طور پر اس کے لئے زبردست مخالفت ظاہر کرنی ہے۔ پھر بھی باوجود ہماری مخالفت اور ذمہ داریوں کے اگر یہ تجویز پاس ہو گئی تو یہ ہماری حکومت کو طے کرنا ہو گا کہ ان پیدا شدہ حالات میں

اسے کیا کرنا ہے۔"

اس کے برعکس پاکستان کے نمائندہ سر ظفر اللہ خاں نے ۱۹ را پریل ۱۹۴۸ء کو ہی پاکستانی نظریہ پیش کرتے ہوئے کہا۔

"اس تجویز کی بنیاد انہی اصولوں پر ہے جن کو سیکیورٹی کونسل نے پہلے سے ہی ضروری سمجھ رکھا ہے۔ پاکستان کو اپنی فرض کی ادائیگی کے لئے کچھ اپنے سپاہی رکھنے چاہئیں جو لڑائی بند کرنے اور قبائلیوں کی واپسی میں مدد دیں۔

شیر کشمیر شیخ محمد عبداللہ نے ۲۱ راپریل ۱۹۴۸ء کو سیکیورٹی کونسل کی اس تجویز کو رد کر دیا۔

۲۲ راپریل ۱۹۴۸ء کو شری آئنگر نے کونسل میں فرمایا۔

"استصواب رائے کا انتظام حکومت جموں وکشمیر کے ماتحت ہونا ہے۔ اس لئے اس کا تعلق کسی باہری ملک سے نہیں ہو سکتا۔ تاکہ وہ اپنی فوجیں لائے جو بعد میں وہ کشمیر کے اندر اپنے مقصد کو سرانجام دینے کے لئے استعمال کرے۔

"یہ بالکل ظاہر ہے کہ کوئی فوج کمیشن کے قابو میں نہ ہوگی اور رائے شماری میں مدد دینے کے لئے پاکستانی سپاہیوں کے بلانے پر مجھے اعتراض ہے۔"

سیکورٹی کونسل کے رجحان پر رائے زنی کرتے ہوئے نیو سٹیسمین اینڈ نیشن نے ۲۴ راپریل ۱۹۴۸ء کو بتایا۔

"سیکورٹی کونسل لڑائی کو دفع کرنے کی کوشش کر رہی ہے لیکن اس کی شروعات غلط ہوئی۔ ہندوستان کے معاملے کو نظرانداز اور ہندوستانی احساسات کو گہرا زخم لگا کر اس نے اپنے رجحان کو ظاہر کیا ہے۔

"ہم اس سے انکار نہیں کرتے کہ اُسے (ہندوستان) شکایت کی

وجہ یہ ہے کہ بڑی طاقتوں نے اپنے مطلب کے لئے پہلے پہل پاکستان کی موافقت کی"

ہندوستان کا اظہار

۲۴ر اپریل ۱۹۴۸ء کو پنڈت جواہر لال نہرو نے بمبئی میں آل انڈیا کانگریس کمیٹی کے جلسہ میں سیکورٹی کونسل کی تجویز کو رد کرتے ہوئے ظاہر کیا:۔

"ہم اقوام متحدہ میں کشمیر کے مسئلہ پر ایک آسان اور صاف معاملہ لے کر گئے یہ کسی دیکھنے والے کے لئے دن کی روشنی کی طرح صاف تھا کہ قبائلی جنہوں نے کشمیر پر حملہ کیا، وہ حکومت پاکستان کی درپردہ اجازت کے بغیر کشمیر کے علاقے میں نہیں پہنچ سکتے تھے۔ اس صاف معاملے کو سیکورٹی کونسل نے لگاتار چھوڑ دیا اگرچہ ہم نے بار بار وثوق سے کہا کہ لٹیروں کو حکومت پاکستان کی امداد اور درپردہ اجازت حاصل تھی۔

"یہ ہندوستان کے لئے ناممکن تھا کہ وہ سیکورٹی کونسل میں پاس شدہ قرارداد کو منظور کرے"

۲۶ر اپریل ۱۹۴۸ء کو انہوں نے پھر فرمایا:۔

"اقوام متحدہ کا کشمیر کے مسئلہ پر کچھ بھی فیصلہ ہو لیکن ہند سرکار ریاستی لوگوں کے ساتھ اپنے عہد کو پورا کر کے ہی دم لے گی"

کشمیر کا اظہار

جموں و کشمیر نیشنل کانفرنس کی جنرل کونسل نے بہ اتفاق رائے سیکورٹی کونسل میں پاس شدہ تجویز کو رد کرتے ہوئے ۲۲ر اپریل ۱۹۴۸ء کو اعلان کیا:۔

"سیکورٹی کونسل کی تجویز کا مدعا جموں و کشمیر کے لوگوں کو غلامی میں جکڑنے

کے لئے مجبور کرتا ہے اور نیشنل کانفرنس آزادی میں کسی بیرونی مداخلت کو برداشت کرنے کے لئے تیار نہیں ہے جو کہ اس کے لوگوں نے ۱۷ سال کی جدوجہد کے بعد حاصل کی ہے۔ ہم نے موجودہ آزادی کو حاصل کرنے کے لئے بہت زیادہ قربانیاں دی ہیں اور ہم اس کی حفاظت کے لئے اس سے بھی زیادہ قربانیاں دینے کے لئے تیار ہیں۔

"اقوام متحدہ کو ریاستی باشندوں کی مرضی کے خلاف ایک نامناسب فیصلہ ٹھونسنے کا کوئی حق نہیں ہے"۔

شیر کشمیر نے ۱۲ مئی ۱۹۴۸ء کو ایک پریس کانفرنس مین فرمایا:۔

"اقوام متحدہ کا کشمیر کمیشن ہماری رضامندی کے بغیر کام نہیں کر سکتا اور نہ ہی اقوام متحدہ ہم پر کوئی فیصلہ ٹھونس سکتی ہے۔ ہم نے سیکورٹی کونسل کے قرارداد کو رد کر دیا اور اگر کوئی یہاں آکر اپنی آنکھوں سے حالات کا مطالعہ کرے، تو میں خوش ہوں گا۔

"کشمیر نے بارہ مولہ، مظفر آباد، اوڑی۔ راجوری اور دیگر کئی مقامات پر پاکستان کو عملی شکل میں دیکھا ہے۔

"سیکورٹی کونسل من مانی شرائط کو ٹھونس نہیں سکتی ہے ہمارا رویہ اب بھی پہلے جیسا ہے"۔

ہندوستان کا جواب

۵ مئی ۱۹۴۸ء کو ہند سرکار نے اس قرارداد کے پاس ہونے پر صدر سیکورٹی کونسل کے نام ایک چٹھی بھیجی جس میں واضح کیا:۔

"حکومت ہند افسوس کرتی ہے کہ اُن کے لئے قرارداد کے اُن حصوں پر

عمل کرنا ناممکن ہے جس کے خلاف ہمارے وفد نے مبہم الفاظ میں اعتراض کیا تھا۔ وفد سے مشورہ کے بعد ہند سرکار ان اعتراضات کی پوری طرح تصدیق کرتی ہے۔"

اور ہندوستانی کیبنٹ نے قرارداد پر رائے زنی کرتے ہوئے ۶ رمئی ۱۹۴۸ء کو اعلان کیا:-

"قرارداد میں جو مذکورہ بالا تجویزیں ہیں، ہندوستان ان کو منظور نہیں کر سکتا ہے کیونکہ وہ بنیادی اصولوں پر سپر انداختہ نہیں ہو سکتا ہے۔"

پاکستان کا اظہار

پاکستان کے وزیر اعظم مسٹر لیاقت علی خاں نے اس قرارداد کے متعلق ۳ر مئی ۱۹۴۸ء کو ایک پریس کانفرنس میں اظہار کیا:-

"ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ ہم کس طرح قبائلیوں کو کشمیری مسلمانوں کے ساتھ اچھے برتاؤ کا یقین دلائیں جبکہ ہم آپ ہی یہ سمجھ نہیں پائے کہ اس قرارداد کے تحت آزادانہ اور غیر جانبدارانہ استصواب رائے ہوگا؟ یہی ہمارا پہلا مسئلہ ہے اور دوسرا بڑا نقص شیخ عبداللہ کی موجودگی کا ہے جو ریاست کی حکومت کے افسر اعلیٰ ہیں۔"

۷ر مئی ۱۹۴۸ء کو حکومت پاکستان نے رائے زنی کرتے ہوئے اس قرارداد کو رد کر دیا اور سر ظفر اللہ خاں کو ایک چٹھی بھیجی جس میں واضح کیا:-

یہ قرارداد اُن مقاصد کو حاصل کرنے کے لئے ناکافی ہے جس کا اس کے تمہیدی حصہ میں فیصلہ کیا گیا ہے اور اس لئے یہ حکومت پاکستان کو منظور نہیں ہے۔"

سر ظفر اللہ خاں نے بھی ۷ رمئی ۱۹۴۸ء کو یہ بیان دیا:۔

"ہمیں یقین ہے کہ اب کمیشن کو فوری طور پر اکھٹے ہونا ممکن ہو گیا ہے۔ تاکہ یہ فی الفور قانونی معاہدوں کو انجام دے جسے کونسل کے قرار داد نے اس پر ڈالی ہیں"

کمیشن کا تقرر

۷ رمئی ۱۹۴۸ء کو سیکورٹی کونسل میں کشمیر کمیشن کے ممبران مکمل کر لئے گئے ہندوستان نے پہلے ہی چیکوسلواکیہ کو نامزد کیا تھا۔ پاکستان نے ارجنٹائن کا نام تجویز کیا اور سیکورٹی کونسل نے بلجیم اور کولمبیا نامزد کئے۔ پانچواں ممبر امریکہ رکھا گیا۔

ممبروں کے نام ذیل میں درج کئے جاتے ہیں:۔

مسٹر جوزف کاربیل (نئے ممبر ڈاکٹر چچل)	چیکوسلواکیہ
مسٹر ریکارڈو جے۔ سری (نئے ممبر سی سلے سیگویرمن)	ارجنٹائن
ڈاکٹر الفریڈ لوزانو	کولمبیا
مسٹر ایگبرٹ گریفی	بلجیم
مسٹر جے۔ کلبر ہڈل	ریاستہائے متحدہ امریکہ

۱۰ رمئی ۱۹۴۸ء کو سیکورٹی کونسل نے ہندوستان کے سامنے سمجھوتہ کا مسودہ پیش کیا۔

سیکورٹی کونسل کی تجویز

۳ رجون ۱۹۴۸ء کو کونسل میں ایک تجویز پیش کی گئی جو ۸ ممبروں کی

کثرت رائے سے پاس ہوئی۔ چین۔ روس اور یوکرین نے رائے (ووٹ) دینے سے پرہیز کیا۔

ہندوستان کے رد کرنے پر سیکورٹی کونسل کے صدر نے ہند سرکار کو یقین دلایا کہ کونسل ۱۷ر جنوری ۱۹۴۸ء، ۲۰ر جنوری ۱۹۴۸ء اور ۲۱ر اپریل ۱۹۴۸ء کی تجویزوں پر پھر سے زور دیتی ہے اور ۳ر جون ۱۹۴۸ء کی قرارداد "کمیشن کو مزید حالات دریافت کرنے کے واسطے مصالحت کرانے کی جسے وہ موزوں خیال کرتا ہے، اجازت دیتا ہے"۔

صدر کونسل کی چھٹی میں یہ بھی لکھا گیا تھا کہ ہند سرکار کی درخواست کہ اسے اس معاملے یا دیگر معاملات کے متعلق جس پر کمیشن اُس سے بات چیت کرنے کا خواہشمند ہے، پہلے سے اطلاع دی جائے۔ بھیج دی گئی ہے جو اس وقت جینوا میں تھا۔

کمیشن جینوا میں

کمیشن نے پہلا جلسہ ۱۵ر جون ۱۹۴۸ء کو جینوا میں منعقد کیا اور اُس نے اپنے طریق عمل کے لئے ۳ر جولائی ۱۹۴۸ء تک جینوا میں ہی ۱۱ جلسے منعقد کئے

کمیشن نے ۲۳ر جون ۱۹۴۸ء کو ایک تار ہند سرکار کو بھیجا جس میں یہ واضح کیا :-

کمیشن ریاست جموں و کشمیر کے مسئلہ کو سلجھانے کے لئے آپ کی اور حکومت پاکستان کی سچی خدمت کی خواہش میں ہند کے نیم براعظم خطے پر صدق دلی کے ساتھ روانہ ہو رہا ہے اور آئندہ انتظامات کے لئے کمیشن کے فیصلے کو پس پردہ رکھا گیا ہے"۔

ہند سرکار کی طرف سے اس کا جواب ۲۶ رجون ۱۹۴۸ء کو دیا گیا جس میں ظاہر کیا گیا:-

" ہند سرکار کمیشن کے ساتھ بات چیت کرنے کے لئے خوش ہو گی جبکہ وہ دہلی آئیں گے۔ کمیشن کے نمائندوں اور اُن کے سٹاف کے لئے اور دفتری کام اور رہائش کو حاصل کرنے میں جو کچھ امداد ہم کر سکتے ہیں، دیں گے۔ بہر حال ہمیں یہ ابھی نہیں بتایا گیا ہے کہ کمیشن ہم سے کن معاملات پر بحث کرنے کا خواہشمند ہے۔ اور یہ باعثِ مسرت ہو گا اگر اس قسم کی اطلاع کو فوری طور پر بہم پہنچایا جائے۔"

اس کے جواب میں صدر کمیشن نے ذیل کا جواب بھیجا:-

" ریاست جموں و کشمیر کے معاملے کو پُر امن طریقے سے سلجھانے کے خیال سے کمیشن ہند اور پاکستان روانہ ہو رہا ہے۔ اس کے کام کے دوران میں مزید کارروائیوں کے متعلق فیصلہ کو پس پردہ رکھ کر یہ آپ کی حکومت سے مختلف حالات پر جو کہ اس معاملہ پر روشنی ڈالیں، بات چیت کرنے کا خواہشمند ہے۔"

اِس کے بعد ہند سرکار اور کمیشن کے درمیان کوئی اور خط و کتابت نہ ہوئی اور کمیشن ۵ رجولائی ۱۹۴۸ء کو جینوا سے ہندوستان روانہ ہوا۔ یہاں وہ ۲۲ رستمبر ۱۹۴۸ء تک رہا اور اس نے واپسی پر سیکورٹی کونسل کو عبوری رپورٹ کی دو بڑی جلدیں پیش کیں۔

کمیشن کی کارروائی

کمیشن ۷ رجولائی ۱۹۴۸ء کو کراچی پہنچا اور یہاں اُس نے پاکستان کے

وزیر خارجہ سر ظفر اللہ خاں کے ساتھ دو دن ملاقات کی۔ جس کے دوران میں سر ظفر اللہ خاں نے بے حیائی کی طرح کمیشن سے اظہار کیا کہ جب ہندوستانی فوج نے موسم بہار میں جارحانہ حملہ شروع کیا تو پاکستان نے اپنی فوج کے تین بریگیڈ مئی کے شروع میں کشمیر بھیجے۔

کمیشن ۱۰ر جولائی ۱۹۴۸ء کو نئی دہلی آیا اور یہاں اس نے ۱۳ر جولائی کو سکریٹری جنرل وزارت خارجہ سر گرجا شنکر باجپائی سے بات چیت کی۔ سر باجپائی نے اظہار کیا کہ سیکورٹی کونسل کی ۲۱ر اپریل ۱۹۴۸ء کی قرارداد کے بعد حالات بالکل تبدیل ہو گئے ہیں اور ہندوستانی فوجیں جموں و کشمیر کے تمام محاذوں پر پاکستان کی باقاعدہ فوج کے ساتھ لڑ رہی ہیں۔ اور اس وقت جو لڑائی ہے وہ ہندوستان اور پاکستان کے درمیان بے اعلانی جنگ ہے۔"

۱۷ر اور ۱۸ر جولائی ۱۹۴۸ء کو کمیشن کا ایک مشن سر ظفر اللہ خاں سے کراچی میں پھر ملا جہاں انہوں نے لڑائی کو بند کرانے کے لئے کم از کم ذیل کی تین شرائط پر غور کرنا ضروری قرار دیا:-

۱- ریاست سے ہندوستانی سپاہیوں کا اخراج۔

۲- امن واماں کو برقرار رکھنا اور مسلمانوں کی حفاظت۔

۳- نام نہاد "آزاد کشمیر" حکومت کے نظریہ پر غور کرنا۔

کمیشن کے کئی ممبروں نے بالآخر راولپنڈی جاکر نام نہاد "آزاد کشمیر" تحریک کے کئی ذمہ دار لیڈروں سے بھی ملاقات کی۔ جب سر ظفر اللہ خاں سے پاکستانی فوجوں کی موجودگی کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے کہا کہ تین وجوہات کی بنا پر یعنی:-

(۱) ہندوستانی سپاہیوں کے جارحانہ حملے کی وجہ سے پاکستانی علاقے

کی حفاظت۔

(۲) کشمیر میں ہند سرکار کے قطعی فیصلہ کو روکنا۔ اور

(۳) پاکستان میں مہاجرین کے آنے کی وجہ سے پاکستانی سپاہیوں کو کشمیر بھیجا گیا ہے۔

جولائی کے آخر میں کمیشن نے ہند کے وزیر اعظم پنڈت جواہر لعل نہرو اور ہندوستان کے دوسرے نمائندوں سے ملاقات کی، جنہوں نے لڑائی بند کرانے کے لئے یہ خاص تجویزیں پیش کیں۔

(۱) جموں و کشمیر سے پاکستانی فوجوں اور شہریوں کا اخراج۔

(۲) چھوڑے ہوئے علاقہ پر عارضی طور مقامی افسروں کا انتظام کرانا جو ہند اور پاکستان کے جھگڑے کے فیصلہ تک جموں و کشمیر کی حکومت کے ماتحت ہوں۔

(۳) ہندوستانی فوجوں کا ریاست میں اہم فوجی مقاموں پر قائم رہنا۔

کشمیر میں پاکستانی فوجوں کی موجودگی کو علانیہ طور پر "سول اینڈ ملٹری گزٹ" لاہور نے ۳۱؍ جولائی ۱۹۴۸ء کی اشاعت میں ہی بیان کیا تھا۔

۱۵؍ اگست ۱۹۴۸ء کو کمیشن نے ان اصولوں پر غور کیا جس کے ماتحت اس نے "لڑائی روکو" کی تجویز تیار کی۔ ۹؍ اگست ۱۹۴۸ء کو پاکستان کے کمانڈر انچیف نے اپنی طرف سے لڑائی روکنے کے لئے اپنی رائے پیش کی اور فوجی مشاہدین کے مقرر کرنے پر زور دیا۔ اس کے بعد کمیشن نے "لڑائی روکو" کی تجویز کو تیار کرنا شروع کیا اور اپنے چالیسویں جلسے میں اس نے ایک قرارداد منظور کی۔ یہ قرارداد اس نے ۱۴؍ اگست ۱۹۴۸ء کو حکومت ہندوستان اور پاکستان کے سامنے پیش کی۔

اگست ۱۹۴۸ء کی قرارداد

اقوام متحدہ کے کشمیر کمیشن نے ۱۳ اگست ۱۹۴۸ء کو کراچی میں حسب ذیل قرارداد پاس کی:-

پہلا حصہ

کمیشن اظہار کرتا ہے کہ ساری صورت حال کا جائزہ لینے کے بعد ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ کشمیر میں لڑائی فی الفور بند کر دینی چاہیئے کیونکہ اس کے جاری رہنے سے دنیا کے امن و اماں کو اندیشہ لاحق ہو سکتا ہے۔ اس لئے کمیشن حسب ذیل تجاویز ہندوستان اور پاکستان کی حکومتوں کے سامنے بیک وقت پیش کرتا ہے۔

لڑائی بند ہو

(ا)۔ ہندوستان اور پاکستان کی حکومتیں اس بات پر اتفاق کریں کہ اُن کے ہائی کمانڈ الگ الگ اور بیک وقت ریاست جموں و کشمیر میں اپنی تمام فوجوں کو لڑائی بند کرنے کی ہدایات ان تجاویز کو منظور کرنے کے ۴ دن بعد جاری کریں گی۔

ب۔ ہندوستان اور پاکستان کی فوجوں کے ہائی کمانڈ ایسی حرکات کرنے سے پرہیز کرینگے جس سے تلخی یا بے چینی پیدا ہونے کا احتمال ہو۔ ان تجاویز کے اغراض کے لئے اُن کے "قابو کی فوجوں" کا مطلب وہ تمام فوجیں ہیں جو منظم یا غیر منظم، لڑنے والی یا دشمنانہ حرکات میں حصہ لینے والی ہوں۔

(ج) ہندوستان اور پاکستان کے کمانڈر انچیف، فوری طور پر آپس میں بات چیت کر کے موجودہ انتظام میں ایسی ضروری مقامی تبدیلیاں پیدا کر دیں، جو لڑائی

روکنے کے کام میں آسانی پیدا کرنے کا باعث ہوں۔

د۔ جو کچھ کمیشن قابلِ عمل پا سکے گا وہ اپنے شعور سے فوجی مشاہدین مقرر کرے گا جو کمیشن کے ماتحت اور دونوں حکومتوں کے ہائی کمانڈ سے مل کر لڑائی بند کرنے کے انتظامات کی نگرانی کریں گے۔

س۔ ہندوستان اور پاکستان کی حکومتیں دونوں اپنے عوام سے اپیل کرنا منظور کریں گی کہ ایسی فضا پیدا ہو جائے، جس سے آئندہ بات چیت کرنے میں آسانی پیدا ہو جائے۔

دوسرا حصہ

التوائے جنگ کی شرائط

لڑائی کو فی الفور بند کرانے کی تجاویز بر بیک وقت ماننے پر جس کا خاکہ پہلے حصہ میں دیا گیا ہے دونوں حکومتیں حسب ذیل تجاویز کو صلح کے شرائط کے طور پر منظور کریں گی اور اس کی تفصیلات دونوں حکومتوں کے نمایندے مل کر کمیشن کے مشورے کے ساتھ طے کریں گے:۔

ا (۱) چونکہ ریاست جموں و کشمیر کے علاقے میں پاکستانی فوجوں کی موجودگی نے نئی صورت پیدا کر دی ہے جس کی وجہ سے اُن حالات میں غیر معمولی تبدیلی آگئی ہے، جن کو پاکستان نے سیکورٹی کونسل کے سامنے پیش کی تھیں۔ اس لئے پاکستان فی الفور ریاست جموں و کشمیر سے اپنی فوجیں ہٹا لے۔

(۲) حکومت پاکستان ریاست سے قبائلی پٹھانوں اور پاکستانی شہریوں کو جو ریاستی باشندے نہیں ہیں، اور جو ریاست میں لڑنے کی غرض سے داخل ہوئے ہیں، نکالنے میں پوری کوشش کرے گی۔

(۳) جب تک قطعی فیصلہ نہ ہو، پاکستانی فوجوں کے چھوڑے ہوئے

علاقہ کا انتظام کمیشن کی نگرانی میں مقامی لوگ کریں گے۔

ب (۱) جب کمیشن ہند سرکار کو مطلع کریگی کہ قبائلی اور پاکستانی جن کا ذکر ا (۲) میں کیا گیا ہے، کشمیر سے نکل گئے اور اس کے علاوہ پاکستانی فوجیں بھی ریاست جموں و کشمیر کی حدود سے باہر ہو گئیں، ہند سرکار اپنی فوجوں کی کثیر تعداد کو کشمیر سے ہٹانا شروع کر دے۔ اور اس بات کا فیصلہ کمیشن کے ساتھ بات چیت کے ذریعے طے کر لیا جائے گا۔

(۲) جب تک ریاست جموں و کشمیر کے مسئلہ کا کوئی قطعی فیصلہ نہ ہو، ہندوستان اس علاقہ پر قابض رہے گا جو لڑائی بند کرتے وقت ہندوستانی فوجوں کے قابو میں ہوگا اور یہ فوجیں کمیشن کے مشورہ سے امن و امان کو برقرار رکھنے کیلئے مقامی حکام کو امداد دینے کیلئے ضروری ہونگی۔ البتہ کمیشن کو مشاہدہ کیلئے اپنے آدمی جہاں کہیں وہ ضروری خیال کرے مقرر کرنیکا اختیار ہوگا

(۳) ہند سرکار اس بات کی ذمہ داری لیگی کہ جموں و کشمیر کی حکومت ریاست کا اندرونی امن و اماں برقرار رکھے گی اور شہری اور سیاسی حقوق کی ضامن ہوگی

تیسرا حصّہ

رائے شماری

ہندوستان اور پاکستان کی حکومتیں دونوں اس خواہش کو تسلیم کریں کہ کشمیر کے مستقبل کا فیصلہ عوام کی مرضی پر ہوگا اور اس کے لئے التوائے جنگ کی شرائط کو پورا کرنے کے بعد دونوں حکومتیں کمیشن کے ساتھ مشورہ کریں گی جس سے آزادانہ رائے لینے کے لئے صاف اور منصفانہ حالات بہم پہونچ سکیں۔

ہند سرکار کا جواب

کمیشن کے ساتھ کئی دفعات پر بات چیت کرنے کے بعد ۲۰ اگست ۱۹۴۸ء

کو ہند کے وزیر اعظم پنڈت جواہر لعل نہرو نے اس قرار داد کو منظور کر لیا۔ انہوں نے ہند سرکاری طرف سے کمیشن کے صدر کو اسی دن حسب ذیل خط بھیجا۔

"یور ایکسیلنسی!

۱۷ اگست کو میں اور میرے ساتھی شری آئنگر نے آپ اور آپ کے ساتھیوں کے ساتھ اس قرار داد کے متعلق بات چیت کی جو ۱۴ اگست کو آپ نے ہمارے سامنے پیش کی تھیں۔ ۱۸ اگست کو میں نے آپ کے ساتھ پھر بات چیت کی جس کے دوران میں نے آپ کو وہ شبہات اور مشکلات بتائے تھے جو کمیشن کی تجاویز کے سلسلہ میں میرے ساتھیوں اور حکومت کشمیر کے نمائندوں نے پیش کی تھیں"

پنڈت جی نے لکھا کہ جب کمیشن سے بات چیت کے دوران میں جبکہ وہ پہلے پہل دہلی آیا تھا، ہم نے اس بات کا بنیادی ثبوت مہیا کیا کہ پاکستان نے ہند ڈومنین کے علاقہ کشمیر میں ہندوستانیوں کے مقابلے میں اپنی فوجیں بھیجیں جو پہلے پہل بالواسطہ اور پھر براہ راست ناجائز جارحانہ حملے کا باعث بنا۔ حکومت پاکستان نے ابتدا میں اس الزام کی تردید کی لیکن اب انھوں نے کمیشن کے سامنے تسلیم کر لیا ہے کہ اس کی باقاعدہ فوجیں کشمیر میں لڑ رہی ہیں حالانکہ پاکستان نے ہندوستان کو ابھی تک رسمی طور پر اس کے متعلق اطلاع نہیں دی۔ پاکستان کے تسلیم کرنے کے بعد کہ اس کی باقاعدہ فوجیں کشمیر میں لڑ رہی ہیں، صورت حالات میں غیر معمولی تبدیلی واقع ہو گئی ہے۔ حکومت پاکستان کو چاہیئے تھا کہ وہ اس کے متعلق سیکورٹی کونسل کو اطلاع دیتی۔ لیکن اُس نے ابھی تک کچھ نہیں کیا۔ کمیشن اس حقیقت کو تسلیم کرے گا کہ حکومت پاکستان کا رویہ نہ صرف اخلاقی طور پر قابل اعتراض ہے

بلکہ آئینی طور پر بھی اُس کی حیثیت خراب ہو گئی ہے۔ اور اس سے بہت نازک حالت پیدا ہو گئی ہے۔ میری حکومت کی دلی خواہش ہے کہ جارحانہ اقدام ختم ہو کر امن کی فضا پیدا ہو جائے لیکن پاکستان کے اقبال نے جو صورت حال پیدا کر دی ہے اُس سے نبٹنا میری حکومت کے لئے ضروری ہے۔ اس لئے میں امید کرتا ہوں کہ کمیشن ان تمام حالات کا جائزہ لے گا۔

میری حکومت نے ۱۸ اگست کی ملاقات کے بعد کمیشن کی تجاویز پر بڑی سنجیدگی کے ساتھ غور کیا ہے۔ اس کے کئی پہلو ہیں۔ ان کے ساتھ ہی کشمیر کی صورت حال کا جائزہ لینا ہے اور اس بات کو بھی پیش نظر رکھنا ہے کہ حکومت پاکستان نے ہندیونین کے علاقے پر کھلے بند حملہ کیا ہے۔ بہر حال اگر کشمیر کے متعلق ایسا تصفیہ ہو جائے جس میں خون بہانے کی ضرورت نہ ہو، تو ہم ایسے تصفیہ کا خیر مقدم کریں گے۔ یہ اسی جذبہ کے پیش نظر تھا کہ ہم نے یور ایکسیلنسی کے سامنے حسب ذیل تجاویز غور کرنے کے لئے رکھیں۔

۱۔ قرار داد کے دوسرے حصّے کے پیراگراف ۱ (۳) کی تشریح نہ کی جائے اور نہ اسے عمل میں لایا جائے۔ تاکہ

(الف) جموں و کشمیر کی حکومت پاکستانی فوج سے خالی کئے ہوئے علاقہ پر قائم رہے۔

(ب) نام نہاد "آزاد کشمیر" حکومت کا کوئی اعتراف نہ کیا جائے۔ اور

(ج) اس علاقے کو صلح (التوائے جنگ) کے دوران میں ریاست کے مفاد کے خلاف نہ رکھا جائے۔

۲۔ گذشتہ دس ماہ سے جو بیرونی حملہ ہوا ہے اس کے پیش نظر اور اس بات کو دیکھتے ہوئے کہ اندرونی نظم و نسق کی حفاظت کی بہت ضرورت ہے۔

ہندوستانی فوجوں کی تعداد کا ان وجوہات کی بنا پر ریاست میں موجود رکھنا لازمی ہے۔

۳۔ قرارداد کے تیسرے حصے کے پیش نظر اگر کشمیر کا فیصلہ رائے عامہ کے ذریعے مقصود ہو تو اس میں پاکستان کو کوئی دخل نہ ہونا چاہیئے اور نہ ریاست کی اندرونی حکومت میں اس کو ٹانگ اڑانے دی جائے۔

۴۔ اگر میں نے آپ کی قرارداد کو درست سمجھا ہے تو اس کے دوسرے حصہ کے لا ۳ کا مطلب صاف یہ ہے کہ جو علاقہ حکومت کشمیر نے خالی کیا ہے۔ اس پر حکومت جموں و کشمیر کے علاوہ کوئی اور حکومت تسلیم نہیں کی جائیگی۔

پیراگراف ۳ (۲) کے خیال سے کمیشن نے یہ تسلیم کر لیا ہے کہ کشمیر کے علاقے میں حفاظت کی ضرورت ہے اور یہ کہ ہندوستانی فوجیں کب اور کس رفتار سے ہٹائی جائیں اور ریاست میں ان کی تعداد کتنی موجود رہے، اس بات کا فیصلہ کمیشن اور ہندوستان ہی مل کر کر سکتے ہیں۔

یور ایکسیلنسی! آپ نے منظور کر لیا ہے کہ دوسرا حصہ جیسا کہ باقاعدہ پیش کیا گیا ہے۔ استصواب رائے میں پاکستان کے حصہ لینے کے حق کو نہیں مانتا ہے۔

۵۔ اس توضیحات کے پیش نظر میری حکومت نے امن کو صدق دلی سے برقرار رکھنے کی خواہش اور اس طرح اقوام متحدہ (یو۔این۔او) کے اصول اور عزت کو قایم رکھنے کی غرض سے قرارداد کو منظور کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔

دستخط

جواہر لال نہرو

وزیر اعظم۔ ہندوستان

صدر کمیشن کا خط

کمیشن کے صدر نے پنڈت جی کو اس خط کا حسبِ ذیل جواب بھیجا:۔

۲۵ ؍اگست ۱۹۴۸ء

"یور ایکسلنسی کو اپنا نقطہ نظر پیش کرنے کے لئے کمیشن مجھے یہ درخواست کرتا ہے کہ قرارداد کی وہ تشریح جو آپ کے خط کے پیراگراف ۴ میں ظاہر کی گئی ہے خود کمیشن کی وضاحت کے ساتھ اتفاق رائے رکھتی ہے اور اس کو ہے سمجھتے ہوئے (۱) (ج) کے دفعہ کا مطلب یہ ہے کہ "چھوڑے ہوئے علاقے" میں مقامی لوگوں کو سیاسی سرگرمیوں میں آزادی ہوگی۔ نیز اس بارے میں "چھوڑے ہوئے علاقہ" کے فقرے کا مطلب جموں وکشمیر کی ریاست کا وہ خطہ ہے جو اس وقت پاکستان ہائی کمانڈ کے پورے قابو میں ہے۔"

کمیشن نے اس بات پر اطمینان ظاہر کیا کہ ہند سرکار نے قرارداد کو منظور کرلیا ہے اور وہ اس جذبہ کی تعریف کرتی ہے جس میں یہ فیصلہ کیا گیا ہے۔

دستخط

جوزف کاربیل۔ صدر

مزید وضاحت

اگست ۱۹۴۸ء کے قرارداد پر بحث کے وقت وزیراعظم ہند اور کشمیر کمیشن کے صدر جوزف کاربیل کے درمیان خط وکتابت ہوئی تھی۔ اس میں کئی علاقوں کے مستقبل کا سوال اٹھایا گیا تھا۔ پنڈت نہرو نے اپنے خط مورخہ ۲۰ ؍اگست ۱۹۴۸ء میں ریاست جموں وکشمیر کے شمال کے پہاڑی علاقہ کا ذکر کیا تھا "جہاں آبادی بہت

بکھری ہوئی ہے" انہوں نے اپنے خط میں دریافت کیا کہ قرارداد میں اس علاقہ کے دفاع کا کوئی ذکر نہیں کیا گیا ہے۔

پنڈت نہرو نے مزید کہا کہ چونکہ اس تمام علاقہ پر حکومت جموں و کشمیر کے اقتدار کو چیلنج نہیں کیا گیا ہے۔ اس لئے انتظامی معاملات میں اس کی ذمہ داری ریاستی حکومت اور دفاع کا کام ہند سرکار کی طرف منتقل ہونا چاہئے۔ صرف گلگت کے بارے میں ہندوستان اپنے حق سے دستبردار ہونے کے لئے تیار ہے۔ اس کے بعد ہندوستان اپنی فوجیں رکھنے کے بارے میں مختلف جگہوں کا انتظام کرنے کے لئے آزاد ہوگا۔ اور "یہ فوجیں قبائلیوں کے داخلہ کو روکنے کے لئے، جو کسی کا حکم نہیں مانتے اور ریاست سے وسطی ایشیا کی طرف بڑی تجارتی راستوں کی حفاظت کرنے میں دوہری ذمہ داری انجام دیں گی۔"

صدر کمیشن نے اپنے ۲۵ راگست ۱۹۴۸ء کے جواب میں اس بات کی تصدیق کی کہ "اس علاقہ میں خاص حالات کی وجہ سے کمیشن نے اپنی ۱۳ راگست والی قرارداد میں اس مسئلہ کی فوجی اہمیت کا ذکر نہیں کیا" جواب میں یہ بھی کہا گیا کہ وزیر اعظم نے جو سوال اٹھایا ہے اس پر "قرارداد کے عملی جامہ پہنانے وقت غور کیا جائیگا۔"

پاکستان کا جواب

حکومت پاکستان نے جواب بھیجنے میں پس و پیش کی۔ آخر ۶ ستمبر ۱۹۴۹ء کو سر محمد ظفر اللہ خاں نے کمیشن کو اطلاع دی کہ حکومت پاکستان نے ۱۳ راگست ۱۹۴۸ء کی قرارداد کو چند شرائط کی بنا پر رد کر دیا ہے۔

اسی دن سر محمد ظفر اللہ خاں نے کمیشن کے صدر کو ایک خط بھیجا جس میں کہا گیا:۔

"جیسا کہ کمیشن سے پہلے ہی یہ بیان کیا گیا ہے کہ "آزاد کشمیر" سپاہی "آزاد کشمیر" گورنمنٹ کے ہاتھوں میں ہیں اور یہ صرف اسی حکومت کے حدود اختیار میں ہے کہ وہ اپنے سپاہیوں کو لڑائی بند کرنے کا حکم دے اور عارضی سمجھوتہ کے شرائط کو نباہ سکے جو ان سپاہیوں پر لاگو ہے۔

"حکومت ہند اور پاکستان کی فوجیں دونوں حکومتوں کے ہائی کمانڈ اور کمیشن کے مشورے سے ہٹالی جائیں اور وہ تمام علاقہ جو پاکستان ہائی کمانڈ کے اختیار میں ہے اور جس میں گلگت اور دوسرے علاقے بھی شامل ہیں جو "آزاد کشمیر" کے اختیار میں ہے، عارضی صلح کے دوران میں انہی حکام کے ماتحت رہے گا جو لڑائی بند کرنے کے وقت اس پر واقعی قابض میں ہونگے اور ہند سرکار یا ریاستی حکومت کا کوئی فوجی یا شہری افسر یہاں داخل نہ ہوگا اور نہ ہی اسے کوئی اختیار ہوگا۔

"آزاد کشمیر" کے سپاہی بدستور جوں کا توں رہیں گے اور وہ غیر مسلح یا سبکدوش نہ کئے جائیں گے۔ کمیشن کی لگاتار یہ کوشش ہونی چاہئے کہ وہ ریاست جموں و کشمیر میں رائے شماری کے متعلق ایسے حالات پیدا کرے جس سے دونوں حکومتیں (ہند اور پاکستان) بالکل برابری اور فائدے میں رہیں۔

"حکومت ہند سے سیکورٹی کونسل کی ۲۱ اپریل ۱۹۴۸ء کی قرارداد کے حصہ نمبر ۲ (دفعات ۶ سے ۱۵) کے کم سے کم ان شرائط کی منظوری لے لی جائے جس سے آزادانہ اور غیر جانبدارانہ رائے شماری ہو سکے۔"

(۲۱ اپریل ۱۹۴۸ء کی قرارداد میں بتایا گیا ہے کہ ریاست کی حکومت میں رائے شماری کے دوران میں ریاست کی بڑی سیاسی پارٹیوں کو بھی لیا جائے اور کافی اختیارات کے ساتھ رائے شماری کے لئے ایک الگ با اختیار انتظام ہو۔ جو یو۔این۔او کے سیکریٹری جنرل کی طرف سے چنا جائے)

پاکستان کا انکار

کمیشن کے صدر جوزف کاربیل نے ۶ ستمبر ۱۹۴۸ء کو اس خط کا جواب سر ظفر اللہ خاں کو بھیجا جس میں کہا۔

"کمیشن کا اظہار ہے کہ آپ کی حکومت نے ۱۳ اگست ۱۹۴۸ء کی قرارداد کی تجاویز کو بغیر کسی استثنا کے ماننے سے گریز کیا ہے"۔

کمیشن کا اظہار

۱۸ ستمبر ۱۹۴۸ء کو کمیشن نے اعلان کیا۔

"دونوں حکومتوں کے جوابات سے معلوم ہوتا ہے کہ ہند سرکار نے امن کو برقرار رکھنے کی غرض سے اس قرارداد کو منظور کر لیا ہے اور اس کے برعکس حکومت پاکستان کی منظوری شرطیہ ہے"۔

کمیشن نے یہ بھی واضح کیا کہ:۔

"جموں و کشمیر کے علاقے میں پاکستانی فوجوں کی موجودگی سے اُس وقت سے ان حالات میں غیر معمولی تبدیلی پیدا ہو گئی ہے جس وقت اس کو حکومت پاکستان نے سیکورٹی کونسل کے سامنے ظاہر کئے تھے۔ اس لئے حکومت پاکستان کو ریاست سے اپنی فوجوں کے ہٹانے پر رضامند ہونا چاہیئے۔

"حکومت پاکستان کو قبائلیوں اور پاکستانی شہریوں کو بھی ہٹانے کی کافی کوشش کرنی چاہیئے۔

"مقامی افسران کو امن داماں برقرار رکھنے میں مدد دینے کے لئے"۔ جو ضروری خیال کیا جاتا ہے، کمیشن کے مشورے سے ہند سرکار کو اپنی فوجیں باقی

رکھنا چاہیئے"۔

۹ر ستمبر ۱۹۴۸ء کو کمیشن نے پنڈت نہرو سے پاکستان کے جواب کے بارے میں غیر مشروط طور سے لڑائی بند کرنے پر رائے لی لیکن اُن کے قطعی انکار کرنے پر کمیشن نے ۱۹ر ستمبر ۱۹۴۸ء کو سر ظفر اللہ خاں کی چٹھی کا جواب دیا جس میں اس نے واضح کیا کہ کمیشن نے ہند اور پاکستان کو "لڑائی روکو" کی تجویز کو ماننے کے لئے کہا ہے اور اُسے امید ہے کہ حکومت پاکستان اس پر نظر ثانی کر کے تجویزوں کو منظور کرے گی۔

کمیشن نے ۱۹ر ستمبر ۱۹۴۸ء کو دونوں حکومتوں سے درخواست کی کہ انہیں موجودہ کشیدگی کو کم کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے تاکہ جھگڑے کو پُرامن طریقے سے سلجھانے کے لئے گنجائش ہو سکے۔

کمیشن نے یہ بھی کہا کہ اُسے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ حکومت پاکستان نے قرارداد کو منظور نہ کیا جس کی وجہ سے اس نے "فوری لڑائی بند کرنے اور مسئلہ کو پُرامن طریقے سے انجام دینے کے لئے دونوں حکومتوں اور کمیشن کے ساتھ بات چیت کو ناممکن بنا دیا"

اکاونویں جلسہ منعقد کر کے ۲۱ر ستمبر ۱۹۴۸ء کو کمیشن سرینگر سے روانہ ہو گیا اور نئی دہلی اور کراچی سے گزر کر ۲۵ر ستمبر ۱۹۴۸ء کو جنیوا پہنچا جہاں اُس نے سیکورٹی کونسل کے لئے عبوری رپورٹ (کارروائی) تیار کی۔

مسٹر مارشل کا اصرار

ریاستہائے متحدہ امریکہ کے سکریٹری آف سٹیس مسٹر مارشل نے یو۔این۔او کی جنرل اسمبلی میں ۲۳ر ستمبر ۱۹۴۸ء کو کہا:-

"کشمیر کے مسئلہ پر ہندوستان اور پاکستان کے درمیان مصالحت اور گفت وشنید جاری رکھنی چاہیئے تاکہ اس معاملے کو جسے سخت خطرے کا باعث سمجھا گیا ہے، پُرامن طریقہ سے سلجھایا جائے۔"

کمیشن کی ناکامی پر

شیخ محمد عبداللہ نے ۲۵ ستمبر ۱۹۴۸ء کو حضرت بل، سرینگر میں واضح کیا:-

"کشمیر کمیشن آیا اور چلا گیا۔ لیکن کشمیر کا مسئلہ خود کشمیری عوام ہی حل کرینگے۔"

پنڈت نہرو نے ۱۱ اکتوبر ۱۹۴۸ء کو سرینگر میں کہا:-

"ہمیں یو۔ این۔ او کمیشن کی قرارداد پسند نہ تھی لیکن صرف امن وامان کی غرض سے ہم نے اسے منظور کر لیا۔ لیکن پاکستان نے ایسا نہ کیا اور کشمیر میں جو پاکستانی علاقے میں نہیں ہے لڑائی جاری ہے"

پاکستان کا واویلا

۲۵ نومبر ۱۹۴۸ء کو سیکورٹی کونسل میں کشمیر کا معاملہ پھر پیش کیا گیا اور پاکستان کے نمائندے سر ظفر اللہ خاں نے ہندوستانی فوجوں کی پیشقدمی پر واویلا مچانا شروع کیا۔ انہوں نے کہا کہ ہندوستانی فوجیں ۵۰ میل آگے بڑھ گئی ہیں۔ اور انہوں نے ۰۰۰ امربع میل کا علاقہ جس میں مسلمان ہی رہتے ہیں، قبضہ کر لیا ہے۔

اس پر سر گرجا شنکر باجپائی نے کہا کہ یہ فوجی کاروائی دفاعی صورت میں کی گئی ہے۔ اور اس کے برعکس پاکستانی فوجیں کشمیر میں ہیں جو ہند یونین کا علاقہ ہے۔ اور یہ فوجیں اور "آزاد کشمیر" کے سپاہی جو پاکستان کے ہائی کمانڈ کے فوجی نقل وحرکت کے ماتحت ہیں، ہندوستانی مورچوں پر شمال، مغرب اور جنوب میں جارحانہ

حملے کر رہے ہیں۔

سر ظفر اللہ خاں نے بیدل ہو کر کہا کہ جو کچھ بھی قانونی الجھاؤ ہوں اور جو کچھ حقوق بھی طرفین اپنے لئے مخصوص رکھیں، لڑائی، مار دھاڑ اور ہجرت کو بہر حال بند کرا دینا چاہیئے۔

استصواب رائے کا فارمولا

اقوام متحدہ کے کشمیر کمیشن نے ۵ جنوری ۱۹۴۹ء کو لیک سکس میں ایک پرائیویٹ جلسہ منعقد کیا جس میں جموں و کشمیر میں آزادانہ اور غیر جانبدارانہ رائے شماری کے متعلق ضمنی تجاویز کی ایک قرارداد پاس کی جس کو ہندوستان اور پاکستان کی حکومتوں نے پہلے سے ہی منظور کر لیا تھا۔

کمیشن نے ہند سرکار اور حکومت پاکستان سے ۲۲ اور ۲۵ دسمبر ۱۹۴۸ء کے خط و کتابت میں ذیل کی تجاویز جو کمیشن کے ۱۳ اگست ۱۹۴۸ء کی قرارداد کے ضمیمہ کے طور پر ہے، منظوری حاصل کر لی۔

(۱) ریاست جموں و کشمیر کا ہند یا پاکستان کے ساتھ شمولیت کا مسئلہ جمہوری طریقے سے آزادانہ اور غیر جانبدارانہ رائے شماری کے ذریعے حل کیا جائے گا۔

(۲) استصواب رائے تبھی لیا جائے گا جب کمیشن کو معلوم ہو جائے گا کہ اس کی ۱۳ اگست ۱۹۴۸ء کی قرارداد میں بتائے ہوئے حصہ نمبر ۱ اور حصہ نمبر ۲ پر عمل کیا گیا ہے۔ اور رائے شماری کے انتظامات مکمل ہو چکے ہیں۔

(۳) (ا)، اقوام متحدہ کے سکریٹری جنرل کمیشن کے مشورے سے رائے شماری کے لئے ایک ایسا ایڈمنسٹریٹر مقرر کریں گے۔ جو بین الاقوامی شہرت رکھنے والا اور جس سے دونوں حکومتوں کا اعتماد حاصل ہو گا اور اسے جموں و کشمیر کی حکومت

رسمی طور سے مقرر کرے گی۔

(ب) رائے شماری کا ایڈمنسٹریٹر حکومت جموں وکشمیر سے وہ تمام اختیارات حاصل کرے گا جنہیں وہ رائے شماری کے انتظام اور معلومات کے بارے میں ضروری خیال کرے گا۔

(ج) رائے شماری کے ایڈمنسٹریٹر کو ایسے سٹاف یا معاونین اور شاہدین مقرر کرنے کا اختیار ہوگا جن کی اُسے ضرورت ہوگی۔

(۴) (ل) ۱۳ اگست ۱۹۴۸ء کی قرار داد کے حصہ نمبر '۱' اور حصہ نمبر '۲' پر عمل کر کے جب کمیشن کو یقین ہو جائے کہ ریاست جموں وکشمیر میں حالات اعتدال پر آگئے ہیں، تو کمیشن اور رائے شماری کا ایڈمنسٹریٹر ہند سرکار کے مشورہ کے بعد فیصلہ کریں گے کہ ریاست کی حفاظت اور آزادانہ رائے شماری کے لیے کتنی ہندوستانی اور ریاستی فوج ریاست میں رکھنی ضروری ہے۔

(ب) اُس علاقے میں جس کا ذکر ۱۳ اگست ۱۹۴۸ء کے قرارداد کے حصہ نمبر ۲ کے ا/۲ میں کیا گیا ہے مسلح فوجوں کا مکمل تصفیہ کمیشن اور ایڈمنسٹریٹر مقامی حکام کے مشورے سے کریں گے۔

(۵) ریاست کے اندر تمام شہری اور فوجی حکام اور ریاست کے سیاسی عناصر رائے شماری کی تیاریاں کرنے اور رائے معلوم کرنے کے وقت ایڈمنسٹریٹر کے ساتھ تعاون کریں گے۔

(۶) (ل) ریاست کے باشندے جو گڑبڑ کی وجہ سے ریاست سے باہر چلے گئے ہیں، ان کو آزادانہ طور سے واپس آنے کی دعوت دی جائے گی تاکہ وہ اپنے شہری حقوق کو عمل میں لائیں۔ انہیں واپس لانے کے سلسلے میں دو کمیشن مقرر کئے جائیں گے جن میں سے ایک ہندوستان اور دوسرا پاکستان کا

نامزد کردہ ہوگا اور یہ دونوں کمیشن ایڈمنسٹریٹر کے ماتحت کام کریں گے۔ نیز ہند اور پاکستان کی حکومتیں اور ریاست جموں و کشمیر کے اندر تمام حکام اس شرط عمل میں لانے کے لئے ایڈمنسٹریٹر کا ہاتھ بٹائیں گے۔

(ب) تمام وہ لوگ جو ریاستی باشندے نہیں ہیں اور جو ۱۵ اگست ۱۹۴۷ء کے دن یا اس کے بعد خلاف قانون مقاصد لے کر ریاست میں داخل ہوئے ہیں، ان کو ریاست سے چلا جانا ہوگا۔

(۷) ریاست جموں و کشمیر کے تمام حکام ایڈمنسٹریٹر سے مل کر اس بات کی ذمہ داری لیں گے کہ

(ل) رائے شماری کے دوران میں رائے دہندگان (ووٹروں) کو کوئی دھمکی، جبر، تشدد، رشوت یا اور کوئی نامناسب دباؤ نہیں ڈالا جائے گا۔

(ب) تمام ریاست میں قانون کا احترام کرتے ہوئے سیاسی سرگرمیوں پر کوئی پابندی نہ ہوگی اور ریاست کے تمام باشندے بلالحاظ مذہب و ملت یا سیاسی عقاید کے محفوظ ہونگے۔ نیز ہندوستان یا پاکستان میں ریاست کی شمولیت کے متعلق ہر رائے دہندہ (ووٹر) آزادانہ اپنے خیالات کا اظہار کر سکے گا۔ ریاست میں تحریر و تقریر اور سفر کی مکمل آزادی ہوگی۔

(ج) تمام سیاسی قیدی رہا کئے جائیں گے۔

(د) ریاست کے تمام حصوں میں اقلیتوں کی مناسب حفاظت کی جائے گی۔

(س) کسی قسم کا تشدد پھانسنے کے لئے نہیں کیا جائیگا۔

(۸) رائے شماری کے ایڈمنسٹریٹر اقوام متحدہ کے کمیشن کے سامنے وہ مسائل پیش کرے گا جس میں اُسے امداد و مشورہ درکار ہوگا اور اتحادی

کمیشن اپنی سمجھ سے ایڈمنسٹریٹر کو کمیشن کی طرف سے ان تمام ذمہ داریوں کو سنبھالنے کی مناسب ہدایت دیگا جو کہ اُسے سونپ دی گئی ہیں۔

(۹) رائے شماری کے ختم ہونے پر ایڈمنسٹریٹر اس کے نتیجہ سے کمیشن کو واقف کرے گا اور حکومت جموں و کشمیر کو بھی اطلاع دے گا۔ بعدازاں کمیشن سیکورٹی کونسل کو مطلع کرے گا کہ رائے شماری آزادانہ اور غیر جانبدارانہ ہوئی ہے یا نہیں۔

(۱۰) التوائے جنگ کے سمجھوتہ پر دستخط ہو جانے کے بعد ان مذکورہ بالا تجاویز کی تفصیلات کو جو کمیشن کی ۱۳ر اگست ۱۹۴۸ء کی قرارداد کے حصہ نمبر ۳ میں دی گئی ہیں، متفقہ طور سے مکمل کیا جائے گا اور اس بارے میں رائے شماری کے ایڈمنسٹریٹر سے پورا اصلاح و مشورہ لیا جائے گا۔

ڈاکٹر لوزانو کی کامیابی

"لڑائی روکو" پر ہند سرکار نے ایک پریس کمیونک جاری کیا۔ جس میں کہا گیا:۔

"حال ہی میں اقوام متحدہ کے کشمیر کمیشن کے ایک ممبر ڈاکٹر لوزانو نے اپنے نوبتی مسٹر سیمپر اور اقوام متحدہ کے سکریٹری جنرل کے ذاتی نمائندہ ڈاکٹر ایرک کالبن کے ساتھ ۱۳ر اگست ۱۹۴۸ء کی قرارداد کے حصہ نمبر ۳ کے ضمیمہ کے متعلق کچھ تجاویز پر بحث کرنے کے لئے دہلی اور کراچی میں دونوں حکومتوں کے ساتھ بات چیت کی۔ یہ تجاویز حالات کے معتدل (نارمل) ہونے پر جموں و کشمیر میں رائے شماری کو معلوم کرنے کے لئے کئی اصولوں کے متعلق تھیں۔ ڈاکٹر لوزانو کا مشن کامیاب رہا اور وہ کمیشن کی رپورٹ پیش کرنے کے لئے ۲۶ر دسمبر کو نیویارک واپس چلے گئے جہاں ۳ر جنوری ۱۹۴۹ء کو کمیشن کا جلسہ ہونے والا ہے۔"

تجویز کیا ہے؟

۵ر جنوری ۱۹۴۹ء کی یہ تجویز ۱۳ر اگست ۱۹۴۸ء کی قرارداد کے ساتھ وابستہ ہے جس کے تین حصے ہیں۔ لڑائی بند ہونے کے بعد اس قرارداد کا دوسرا حصہ "التوائے جنگ" عمل میں لانا ضروری ہے۔ ان دو حصوں پر پوری طرح عمل پیرا ہونے کے بعد ہی رائے شماری کی جائے گی۔

جن شرائط کا ہندوستان نے مطالبہ کیا تھا وہ قریب قریب سب مان لئے گئے ہیں اور ان تجویزوں سے کشمیر میں نہ صرف جنگ بند ہوگی بلکہ تمام حملہ آور خواہ وہ قبائلی ہوں خواہ وہ پاکستانی فوج سے تعلق رکھتے ہوں، اُن کا جلد ریاست سے چلے جانا ہے اور جو علاقہ حملہ آور خالی کر جائیں گے اس کا نظم و نسق مقامی افسروں کی امداد سے کشمیر کمیشن کرے گا۔

ہندوستانی فوجوں کی مکمل واپسی کا مطالبہ نہیں کیا گیا ہے اور ان کی کافی تعداد امن و اماں کو برقرار رکھنے کے لئے موجود رہیں گی اور ریاست کے بچاؤ کی ذمہ داری بھی ہند سرکار پر ہی ڈالی گئی ہے۔ رائے شماری کا ایڈمنسٹریٹر ہند سرکار کے مشورہ سے اس بات کا فیصلہ کرے گا کہ ریاست میں کس قدر فوج کی ضرورت ہے اور ہندوستانی فوج کو کس صورت میں بھیجا جائے۔ ریاست میں جائز سیاسی پراپیگنڈہ کی اجازت ہوگی اور باہر سے کسی پراپیگنڈہ کی مداخلت نہ ہو سکے گی۔

اگست کی قرارداد سے فرق

موجودہ تجویز ۱۳ر اگست ۱۹۴۸ء کی قرارداد سے کئی صورتوں میں مجموعی طور

پر تسلی بخش اور حوصلہ افزا ہے۔ اس میں کئی اہم باتیں درج کی گئی ہیں۔ جو حسبِ ذیل ہیں:۔

سیکورٹی کونسل کی سکیم سے وہ شرط ہٹا دی گئی ہے جس کے ذریعے کشمیر میں ملی جلی (کولیشن) وزارت قائم کرنا مقصود تھا۔ موجودہ قرارداد میں یہ واضح کیا گیا ہے کہ کشمیر کی موجودہ حکومت ہر حالت میں برقرار رہے گی۔

نام نہاد "آزاد کشمیر" حکومت کا اعتراف نہیں کیا گیا اور اس کی فوجیں سبکدوش اور غیر مسلح کر دی جائیں گی۔

رائے شماری کے ایڈمنسٹریٹر کو حکومت جموں و کشمیر سے اختیارات حاصل ہوں گے اور اس کا کام محدود رہے گا۔ نیز اس کو کوئی حاکمانہ اختیارات نہ ملیں گے۔

ریاست میں امن و اماں کو برقرار رکھنے کے لئے صرف ہندوستانی فوجیں موجود رہیں گی۔

ہندوستان کا بیان

تجویز کے شائع ہونے کے بعد کمیشن کی اس قرارداد پر ہندوستان اور پاکستان کی مختلف توضیحات نے اختلافات کو پیدا کر دیا ہے۔ ہند سرکار نے پنڈت جواہر لال نہرو اور ڈاکٹر الفریڈ لوزانو کی ۲۰ اور ۲۲ دسمبر ۱۹۴۸ء کی بات چیت کی پوری عبارت کو جس کا نام "ادادِ تذکرہ" (ایڈس میموئر) دیا گیا ہے' ۱۶ جنوری ۱۹۴۹ء کو شائع کیا۔ جس میں کہا گیا ہے:۔

وزیر اعظم ہند پنڈت نہرو نے اس بات پر زور دیا کہ:۔

(۱) اگر ہند سرکار کمیشن کی رائے شماری کی تجویزوں کو منظور کرے تو اس پر

کوئی عمل نہ کیا جائے جب تک اگست کی قرارداد کے حصہ نمبر ۱، اور حصہ نمبر ۲ کی پوری طرح تعمیل نہ کرلی جائے۔

(۲) اگر پاکستان ان کو نامنظور کردے یا منظور کرنے کے بعد ۱۳ اگست کی قرارداد کے حصہ نمبر ۱، اور حصہ نمبر ۲، کی پوری طرح تعمیل نہ کرے تو اس صورت میں ہندسرکار کی یہ منظوری اس کو اس پر عمل کرنے کے لئے مجبور نہیں کرسکتی۔

(۳) موجودہ تجاویز کے لحاظ سے ہندسرکار رائے شماری کو معلوم کرنے پر جمی ہوئی ہے لیکن موجودہ حالات میں کشمیر میں رائے شماری معلوم کرنے کی مشکلات کو مدنظر رکھ کر کشمیریوں کی رائے کو معلوم کرنے کے لئے دوسرے تدابیر بھی کھوج لئے جائیں۔ نیز کمیشن نے کشمیر میں رائے شماری کی مشکلات کو اپنے آپ بھی محسوس کیا ہے۔

(ب ۳) ڈاکٹر لوزانو نے رائے شماری کے ایڈمنسٹریٹر کے اختیارات کے متعلق جواب دیتے ہوئے کہا کہ "اس کے اختیارات اور کام آزادانہ اور غیرجانبدارانہ رائے شماری کے معلوم کرنے تک ہی محدود رہیں گے۔"

(ب ۴) ڈاکٹر لوزانو نے یہ بھی کہا کہ کمیشن کا یہ ارادہ نہیں ہے کہ پاکستان کا کمیشن پاکستان سے باہر کام کرے اور اس طرح پاکستان کا کمیشن ۱۳ اگست کی قرارداد کے حصہ نمبر ۲ کے (۱ ۳) میں بتائے ہوئے علاقے میں عمل پیرا نہ ہوگا۔

ب ۶ (ب) یہ مان لیا گیا ہے کہ حکومت جموں وکشمیر کو یہ فیصلہ کرنا ہوگا کہ کون شخص جائز یا ناجائز طریقے سے ریاست میں داخل ہوا ہے۔

ب ۷ (ب) ہندوستان ایک غیر مذہبی ملک ہے اور مذہبی تعصب کو جائز سیاسی سرگرمی تصور نہیں کیا جاسکتا۔ اس پر ڈاکٹر لوزانو نے مان لیا کہ کوئی سیاسی

سرگرمی جو امن داماں میں خلل ڈالنے کا سبب ہوا ہے جائز نہیں کہا جا سکتا اور یہی رائے پریس اور پلیٹ فارم کی آزادی کے لئے بھی ہے۔

ریاست میں جائز داخلہ اور نکلنے کا کام ریاست کی حفاظت اور امن و اماں کے پیش نظر حکومت جموں و کشمیر کے سپرد ہوگا اور اس کے لئے ڈاکٹر لوزانو نے کہا کہ غالباً پرمٹ کے طریقے کی ضرورت پڑے گی۔

۲۲ر دسمبر ۱۹۴۸ء کو ۱۱ بجے وزیر اعظم ہند کے ساتھ ڈاکٹر لوزانو اور مسٹر کالبن پھر ملے۔ ڈاکٹر لوزانو نے کہا کہ کمیشن کی قرار داد کے ب ۴ (ب) کے متعلق ملحقہ تذکرہ (ایڈمس میمورم) میں "آزاد کشمیر" فوج کے "وسیع پیمانے پر غیر مسلح" کرنے کا فقرہ استعمال کیا گیا ہے اور کمیشن کا ارادہ ہے کہ ان فوجیوں کو سبکدوش کر دیا جائے، اور اس کے بعد غیر مسلح کرنے کا کام ہوگا۔

اس کے جواب میں وزیر اعظم ہند نے کہا کہ سبکدوش کا مطلب غیر مسلح کرنا نہیں ہے اور پاکستان کے پاس تقریباً ۳۵ فوجی دستے ہیں جن میں ۲۸، اور ۳۰ ہزار کے درمیان "آزاد کشمیر" کے سپاہی بنے ہیں۔ گو کہ باقاعدہ فوجیوں کو سبکدوش کیا جائے پھر بھی مسلح لوگوں کی اتنی بڑی تعداد جموں و کشمیر کے اس حصے کے لئے خطرے کا باعث ہوگی جو ہندوستانی اور ریاستی فوجوں کے قابو میں ہے۔ نیز ۱۳ر اگست کی قرار داد کے حصہ نمبر ۲ کے آ ۳ میں بتائے ہوئے اُن باشندوں کے لئے بھی خطرہ ہوگا جو پاکستانی عناصر کے ساتھ سیاسی نظریہ میں پورا اتفاق نہیں رکھتے۔ اس کے علاوہ ریاست کے علاقوں میں ان باشندوں کے داخلہ کا خیال رکھنا بھی ضروری ہے جو موجودہ گڑبڑ کی وجہ سے چھوڑ گئے ہوں۔ ان علاقوں کے اگلے باشندے جو مختلف سیاسی نظریہ رکھتے تھے، مسلح "آزاد کشمیر" فوجیوں کی اتنی بڑی تعداد سے دوبارہ آنے کی

جرأت نہ کریں گے اور اس طرح سے وہ "آزادانہ اور غیر جانبدارانہ" رائے شماری میں حصہ لینے سے محروم کر دیئے جائیں گے۔

ڈاکٹر لوزانو نے مان لیا کہ اس تشریح کی بنا پر "بڑے پیمانے پر غیر مسلح کرنا" کمیشن کے مقصد کو صحیح طور پر بتلانے والا خیال کرنا چاہیئے۔

جیسا کہ موجودہ الفاظ میں بتایا گیا ہے (ب ۹) کے لفظوں کا مطلب تشریح کرنے سے یہ نکالا جا سکتا تھا کہ عارضی صلح پر دستخط ہوتے ہی رائے شماری کے ایڈمنسٹریٹر کے ساتھ فوراً مشورے شروع کر دیئے جائیں گے، یہ کھلے طور پر معقول نہیں تھا۔

ڈاکٹر لوزانو اور مسٹر کالین نے مان لیا کہ (ب ۹) میں بتائی ہوئی بات چیت کو صرف اس وقت عمل میں لایا جائیگا جب کمیشن کو تسلی ہو گی کہ قرارداد کے دوسرے حصے پر تسلی بخش عمل ہو رہا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ قبائلی دشمن، پاکستانی فوجیں اور پاکستان کے دشمنانہ شہری جو جموں و کشمیر میں لڑنے کی غرض سے داخل ہوئے ہیں، ریاستی علاقے سے چلے گئے ہوں۔

ڈاکٹر لوزانو نے کہا کہ جموں و کشمیر کی آئندہ حیثیت کے متعلق لوگوں کی مرضی کو معلوم کرنے کے لئے دوسرے تدابیر کے متعلق ۲۱ دسمبر ۱۹۴۸ء کا بیان جو ایڈس میموئر کے پیرا نمبر ۳ میں دیا گیا ہے، خود کمیشن کے ریکارڈ سے اتفاق رکھتا ہے۔

پاکستان کی تشریح

پاکستان نے ۱۷ جنوری ۱۹۴۹ء کو کمیشن کی تجاویز کی عبارت اور توضیحات جو ڈاکٹر لوزانو نے حکومت پاکستان کو دی تھیں اور حکومت پاکستان کی ۲۵ دسمبر ۱۹۴۸ء کی وہ چٹھی جس میں اس نے کمیشن کی تجاویز کو ڈاکٹر لوزانو کے تشریح اور توضیح کرنے پر منظور کر لی تھیں، واگذاشت کیں۔ ان میں کہا گیا:-

یہ بات مان لی گئی ہے کہ کمیشن کی ۵ جنوری ۱۹۴۹ء کی تجویز ۱۳ اگست ۱۹۴۸ء کی قرار داد کا ضمیمہ ہے اور یہ دونوں کشمیر کے مسئلہ کو سلجھانے کے لئے تین مختلف مرحلے تصور میں لاتی ہیں۔

اس کے دوسرے حصہ کے التوائے جنگ، کا مطلب یہ ہے۔

(۱) ریاست سے تمام پاکستانی فوجوں اور ہندوستانی فوج کی ایک کثیر تعداد کا اخراج ہے۔ ۲۷ اگست ۱۹۴۸ء کے خط میں حکومت پاکستان کو بتایا گیا کہ دونوں حکومتوں کے مسلح فوجیوں کے بیک وقت اخراج کا فیصلہ ان کے ہائی کمانڈ اور کمیشن کے درمیان ہی کیا جائے گا۔

(۲) ۱۹ ستمبر ۱۹۴۸ء کی چٹھی میں کمیشن نے ظاہر کیا کہ پاکستانی ہائی کمانڈ کے ماتحت فوجیوں کا علاقہ "آزاد کشمیر" فوجیوں کے قابو میں رہے گا۔

(۳) حکومت پاکستان قبائلیوں اور پاکستانی شہریوں کے جو ریاستی باشندے نہیں ہیں اور جو وہاں لڑنے کی غرض سے داخل ہوئے ہیں، اخراج کرانے میں کافی کوشش کرے گی۔

(۴) پاکستانی سپاہیوں کے چھوڑے ہوئے علاقے پر آخری فیصلے تک کمیشن کی زیر نگرانی مقامی افسروں کی حکومت ہوگی۔ کمیشن نے تشریح کی کہ مقامی افسروں، کے فقرہ کا مطلب "آزاد کشمیر" حکومت ہے۔ گو کمیشن نے نہ تو اس حکومت کا اعتراف کیا نہ وہ ایسا کر سکتی تھی۔ "زیر نگرانی" کا مطلب اصلی قابو یا پوری نگرانی نہیں ہے بلکہ کمیشن کا واحد مقصد یہ یقین کرنا ہے کہ "مقامی حکام" لڑائی روکو اور عارضی صلح کی خلاف ورزی نہ کریں گے اور کمیشن نے اس کی بھی تشریح کی کہ وہ گلگت کے انتظام کی نگرانی کو تصور میں نہیں لاتے جو عارضی طور پر حکومت پاکستان کے پولیٹیکل ایجنٹ کے ماتحت ہے۔ نیز کمیشن نے یہ ظاہر کیا کہ مہاراجہ کی حکومت

کو کسی صورت میں بھی ”مقامی افسروں“ کے ماتحت علاقے میں مداخلت کرنے یا کسی فوجی یا شہری افسر کو بھیجنے کی اجازت نہ ہوگی۔

(۵) ہند سرکار اس بات کی ضامن ہوگی کہ حکومت جموں و کشمیر علانیہ طور پہ واضح کرے گی کہ امن و اماں کی حفاظت کی جائے گی اور تمام انسانی اور سیاسی حقوق کی آزادی ہوگی۔ اور کمیشن ایسے ہی کام کی پاکستانی فوجوں کے چھوڑے ہوئے علاقے میں بھی ”مقامی حکام“ سے توقع رکھتا ہے۔

(۶) ڈاکٹر لوزانو نے بیان کیا کہ ”رائے شماری کے ایڈمنسٹریٹر کو رسمی طور پر حکومت جموں و کشمیر مقرر کرے گی“ کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ حکومت جموں و کشمیر کا ایک ملازم ہوگا یا قابو میں رہے گا۔ بلکہ حقیقت میں وہ بین الاقوامی شہرت اور عام اعتماد کا مالک ہوگا۔

فوجی مشاہدین

”لڑائی روکو“ کی نگرانی کرنے کے لئے سیکورٹی کونسل نے کمیشن کے مطالبہ کرنے پر لیفٹیننٹ جنرل ماریس ڈیلوائی کو کمیشن کے ساتھ چیف ملٹری ایڈوائزر (فوجی مشیر) مقرر کیا۔ اور ان کے ماتحت ۳۷ فوجی مشاہدین (آبزرور) کے ایک گروپ کی منظوری دی گئی جن میں سے جون ۱۹۴۹ء تک ۳۵ مشاہدین جموں و کشمیر کے دونو علاقوں میں فوجی نگرانی کے لئے مقرر کئے جا چکے ہیں۔ مشاہدین میں ۷ ریاستہائے متحدہ امریکہ، ۴ کنیڈا، ۴ ناروے، ۴ بلجیم اور ۸ میکسیکو کے ممالک سے لئے گئے ہیں۔ جنرل ڈلوائی نے کشمیر کے مورچوں کا دورہ کر کے مشاہدین کو تعینات کیا۔
۲۰ مارچ ۱۹۴۹ء کو کمیشن نے ہندوستان اور پاکستان کے نمائندوں سے مل کر مناور سے لے کر ٹھوال تک لڑائی روکو کی عارضی سرحد (لائن) مقرر کی جنرل ڈیلوائی بھی اس میں شامل تھے۔
(نیز) فوجی مشاہدین ”لڑائی روکو“ حد بندی کے ہندوستانی علاقے کی طرف اور ۱۵ پاکستانی علاقے کی طرف مقرر کئے گئے ہیں۔

چنانچہ کمیشن نے ۱۶ر اپریل ۱۹۴۹ء کو ہند اور پاکستان کی حکومتوں کے سامنے ایک نئی تجویز پیش کی۔ اس کے بارے میں کمیشن کے صدر ڈاکٹر ایلفرڈ لوزانو (کولمبیا) اور سی اے لیگو میر پمن دار (جنبٹائن) نے ۱۷ر اور ۱۸ر اپریل ۱۹۴۹ء کو ہند سرکار کے نمائندوں سے کئی بار بات چیت کی۔ ہند سرکار نے تجویز کو نامنظور کرتے ہوئے جواب دیا کہ اس وقت تک بات چیت ہونی مشکل ہے جب تک نام نہاد "آزاد کشمیر" سپاہیوں کو سبکدوش اور غیر مسلح نہیں کیا جاتا اور "آزاد کشمیر" علاقے کی موجودہ حیثیت کی وضاحت نہ کی جائے۔ اور تمام قبائلیوں اور پاکستانی فوجیوں کو کشمیر سے ہٹایا نہیں جائے۔

کمیشن نے ۲۸ر اپریل ۱۹۴۹ء کو التوائے جنگ کی آخری شرطیں ہند سرکار اور حکومت پاکستان کو پیش کیں اور اس نے یہ بھی اعلان کیا کہ اس کا فیصلہ ایک ہفتہ کے اندر دیا جائے۔ بعد میں کمیشن نے وقت کی پابندی کو ہٹا دیا۔ ڈاکٹر لوزانو اور ڈاکٹر چہل (چیکوسلاکیہ) نے کئی بار ہند سرکار کے نمائندوں سے ملاقات کر کے شرطوں کی وضاحت کی اور ہند سرکار نے اس کا جواب سربمہر لفافے میں ڈاکٹر لوزانو کو ۱۸ر مئی کو دیا۔ حکومت پاکستان نے ۳۰ر مئی ۱۹۴۹ء کو سر رابرٹ میکلی صدر کمیشن کے ہاتھ تجویز کا جواب کراچی میں دیا ہے۔

۳۱ مئی ۱۹۴۹ء کو سرینگر میں کمیشن نے بیک وقت دونوں حکومتوں کے جواب کا مشاہدہ کیا اور ۶ر جون ۱۹۴۹ء کو اعلان کیا کہ دونوں حکومتوں نے "آخری تجاویز" کو غیر مشروط طور پر ماننے سے انکار کر دیا ہے ۹ر جون ۱۹۴۹ء کو کمیشن نے فیصلہ کیا کہ ڈاکٹر لوزانو ہند سرکار سے جواب کی مزید وضاحت کرانے کے لئے دہلی آئیں۔ چنانچہ ڈاکٹر لوزانو پھر نئی دہلی آئے ہیں۔

گیارھواں باب

کشمیر کی ناؤ بھنور میں

بے اعلانی جنگ

پاکستان نے دنیا کی آنکھوں میں دھول ڈالنے کے لئے باقاعدہ اور منظم کئے ہوئے حملے کو پہلے پہل کشمیری مسلمانوں کی بغاوت کا نام دیا۔ لیکن جب قبائلی لٹیروں کے جارحانہ، ظالمانہ اور وحشیانہ کرتوت کا پرچہ چاک ہوا تو پاکستان نے اپنی غلطی کو چھپانے کے لئے ان درندوں کو "مجاہدین" کا نام دیا اور کہا کہ یہ مجاہد مذہبی جنون کی وجہ سے مسلمانوں کی امداد پر اُتر آئے ہیں۔ مگر یہ فوراً ہی ظاہر ہوا کہ یہ بلاشبہ پاکستان اور پاکستانیوں کا باقاعدہ فوجی جارحانہ اور منظم حملہ ہے

اس حقیقت کو پاکستان نے ۸ مہینوں تک چھپانے کی ناکام کوشش کی مجلس اقوام متحدہ کی سیکورٹی کونسل میں اس حقیقت کو ماننے سے انکار کیا اور ہر طرح سے مکاری، جعلسازی اور جھوٹ کو بڑھاتا رہا۔ لیکن وہ یہ پردہ زیادہ دیر تک نہ رکھ سکا اور آنکھوں سے دیکھنے والوں کو اندھا نہ بنا سکا۔ آخر کار پردہ فاش ہوا حقیقت ظاہر ہوئی اور پاکستان نے بے حیائی کی طرح اپنی فوجوں کی کم سے کم موجودگی کا اقرار کیا۔ لیکن یہ اقرار ہندوستان اور کشمیر کے سامنے نہیں تھا۔ اسی لئے کہ اس کا مطلب اعلان جنگ ہوتا۔

ٹائمز لندن کے نامہ نگار نے ۱۶ ارجنوری ۱۹۴۸ء کو ہی ظاہر کیا تھا:۔

"یہ طے شدہ امر ہے کہ پاکستان غیر سرکاری طور پر لٹیروں کی حمایت کر رہا ہے۔ اس کے لئے براہ راست ثبوت ملے ہیں کہ وہ ہتھیار، سامان جنگ اور رسد "آزاد کشمیر" فوجیوں کو مہیا کر رہا ہے نیز کچھ پاکستانی افسر بھی ان کی فوجی کارروائی کی کمان کر رہے ہیں۔"

پاکستان کا اقرار

پاکستان کا لاتعلقی اور انکاری رویہ زیادہ دیر تک قائم نہ رہ سکا۔ اُسے آخر کار کشمیر کمیشن کے سامنے کشمیر میں اپنی فوجوں کی موجودگی کو ماننا پڑا۔ مگر یہ ۶ ستمبر ۱۹۴۸ء کی شام کے ۴ بجے تک سب صیغہ راز میں تھا۔ اس دن کمیشن نے "لڑائی روکو" کی تجاویز کو شائع کرنے سے تمام دنیا کے سامنے پاکستان کی شرارت کو ظاہر کیا۔ پاکستان نے بے حیائی سے اپنی اس مکاری اور جعلسازی کا اعتراف کمیشن کے سامنے ان الفاظ میں کیا:۔

"ہندوستان آہستہ آہستہ اپنی مسلح فوجوں کو بڑھاتا گیا۔ یہ بڑھانے کی

کارروائی ۲۱ اپریل ۱۹۴۸ء تک بند نہیں ہوئی لیکن اس کو جاری رکھا گیا اور زیادہ تیز کیا گیا۔ اپریل کے شروع میں ہندوستانی فوجوں نے ایک بڑا جارحانہ حملہ شروع کر دیا جس کی وجہ سے حالات میں غیر معمولی تبدیلی آگئی۔ یہ جارحانہ حملہ اس وقت سے لگاتار جاری رہا۔ ہند سرکار کا علانیہ طور سے ظاہر کیا ہوا مقصد جموں و کشمیر میں فوجی فیصلہ کرانا تھا اور اس طرح سے یو۔ این۔ کمیشن کے سامنے اپنا قطعی فیصلہ پیش کرنا تھا۔ ان حالات نے نہ صرف "آزاد کشمیر" حکومت کے ماتحت کی تمام آبادی کو خطرے میں ڈال دیا اور کشمیر میں پناہ گزینوں کے ایک بڑے سیلاب کا باعث بنا بلکہ اس کے علاوہ اس سے پاکستان کی حفاظت کو براہ راست خطرہ پیدا ہوا۔ یہی وجہ تھی کہ حکومت پاکستان اپنی فوجیں کئی دفاعی مقاموں پر بھیجنے کے لئے مجبور ہو گئی۔"

لیکن یہ دفاعی مقام کہاں تھے؟ یہ سب کشمیر کی سرزمین میں تھے جو کہ ہند یونین کا علاقہ ہے۔ پاکستان کے لئے دفاعی مقام دوسرے ملک میں ہونا ایک خاص معنی رکھتا ہے۔ اس کا بیان ان نازی فاشسٹ سیاستدانوں کی طرز کا ہے جو جرمنی کی دفاعی مورچوں کو آسٹریا اور چیکوسلواکیہ میں خیال کرتے تھے۔

پاکستان کے یہ راز ظاہر ہونے سے بہت پہلے پاکستان کا ایک اخبار سول اینڈ ملٹری گزٹ، لاہور نے اپنی ۳۱ جولائی ۱۹۴۸ء کی اشاعت میں پاکستان کے اس اقرار کو منظر عام پر لایا۔ اخبار میں لکھا گیا تھا کہ پاکستان کے نمائندوں نے یو۔ این کمیشن کو مطلع کیا کہ پاکستانی فوجیں کشمیر کی لڑائی میں حصہ لینے کے لئے مجبور تھیں تاکہ پاکستان ہندوستان کی دھمکی آمیز جنگی سرگرمیوں کا مقابلہ کر سکے۔

نیو اسٹیسمین اینڈ نیشن نے ستمبر ۱۹۴۸ء میں اپنے ایک ایڈیٹوریل "دو ڈومینین

کے درمیان جنگ" کے عنوان سے لکھا۔

"یہ حقیقت پہلے سے ظاہر ہوئی ہے کہ پاکستانی فوجیں کشمیر کی لڑائی میں حصہ لے رہی ہیں۔ سرکاری طور پر اس کا اقرار کرنا اس کو دوہری خطرناک بنا دیتا ہے... ہمارے (برطانیہ) سامنے تمام مسئلہ میں پاکستان کے ارادوں کا ایسا رویہ اس کو قصوروار پارٹی ظاہر کرتا ہے۔"

یو۔این۔او سے دھوکا

ہندوستان نے پاکستان کی اس مکاری کو روکنے کے لئے یکم جنوری سنہ ۱۹۴۸ء کو یو۔این۔او کے دروازے کو کھٹکھٹایا۔ اُس نے اس بین الاقوامی ادارے سے درخواست کی کہ وہ پاکستان کو مجبور کرے کہ وہ حملہ آوروں کو امداد دینا بند کر دے۔ سیکورٹی کونسل اس آسان مسئلہ کو حل کرنے کے بجائے سیاسی اقتدار کی دوڑ میں غرق ہوگئی جس سے پیچیدگیاں اور بڑھ گئیں اور بجائے ایک کمیشن کو ہندوستان اور پاکستان بھیجنے کے وہ کسی فیصلہ پر نہ پہنچ سکی۔ ان تمام مہینوں میں پاکستان کا نمائندہ سر محمد ظفر اللہ خاں اُس بین الاقوامی ادارے کے سامنے لمبی بحثیں کرکے اس بات سے قطعی انکار کرتا رہا کہ پاکستان حملہ آوروں کو امداد دے رہا ہے اور اس طرح سے ہندوستان کے خلاف کوئی ناجائز جارحانہ اقدام اٹھا رہا ہے۔

لیکن کمیشن کے ہندوستان آنے پر پاکستان کا پول کھل گیا۔ اس نے نہ صرف حملہ آوروں کی امداد کرنا ہی مان لیا بلکہ اس نے سرکاری طور پر یہ بھی کہہ دیا کہ اُس کی باقاعدہ فوجیں کشمیر میں لڑ رہی ہیں۔ اس طرح سے پاکستان نے یو۔این۔او کو دھوکہ دیا جس کے سامنے وہ کئی مہینے جھوٹ اور مکاری سے کھیلتا رہا غرضیکہ پاکستان نے یو۔این۔او کو بھی اسی ہتھیار سے ہانکا جسے وہ ہندوستان

میں انگریزوں کو کانگرس کے خلاف استعمال کرتے تھے۔

پاکستان اس قسم کی دھوکا بازی سے شرمندہ نہ ہوا اور اس کے وزیر خارجہ سر ظفر اللہ خاں نے ایک پریس کانفرنس میں ۹ ستمبر ۱۹۴۸ء کو پُر زور الفاظ میں بیان کیا:-

"پاکستان پر بین الاقوامی یا اور کوئی قانونی پابندی نہیں ہے جو کہ اُسے کشمیر میں فوجیں بھیجنے سے روک دے۔"

انہوں نے یہ بھی ظاہر کیا کہ کمیشن سے پہلی ہی ملاقات میں انہوں نے پاکستانی فوجوں کی جموں و کشمیر میں کئی دفاعی مقاموں پر موجودگی اور ان کی تعداد، مقام اور انتظام کے متعلق اطلاع دی تھی۔

اخبار سٹیسمین نے ایک ایڈیٹوریل "لڑائی روکو کی ناکامی" کے عنوان کے تحت بیان کیا:-

"جب کمیشن جولائی کے شروع میں کراچی پہنچا پاکستان کی باقاعدہ فوجیں بے اقرار پہلے سے ہی کشمیر میں نقل و حرکت کر رہی تھیں۔ اس لئے حالات قطعاً مختلف تھے جس کے تحت کمیشن کو تحقیق و تفتیش کرنے کے لئے خلاصہ تیار کرنے کو کہا گیا تھا۔ بین الاقوامی نقطہ نظر سے یہ بدتر ہو گیا اور یہ بگاڑ صاف طور پر پاکستان کے رویہ کی وجہ سے تھا۔ گو کہ کمیشن کو پاکستان کی دی ہوئی تشریح پاکستانی نقطۂ نظر سے تسلی بخش ہو، کمیشن مشکل سے یہ نظر انداز کر سکتا تھا کہ اس کے کام کو سخت پیچیدہ بنا دیا گیا اور کہ اس کے علاوہ یو۔ این۔ او کو دھوکا دیا گیا ہے۔"

ہندوستان کا عہد

ہندوستان نے کشمیر کو وعدہ دے رکھا ہے۔ وہ کشمیر کو بچانے کے لئے تلا ہوا ہے۔ اس نے کشمیریوں کے ساتھ عہد کیا ہوا ہے۔ وہ ان حالات میں کشمیر کی ایک چپہ زمین بھی چھوڑنے کے لئے تیار نہیں۔ اُس نے بارہا واضح کیا کہ اُسے ملک کا تمام ذخیرہ ہی کیوں نہ خرچ کرنا پڑے۔ تمام آدمی محاذ جنگ پر بھیجنے پڑیں مگر کشمیر کو لٹیروں کے ہاتھ میں جانے نہیں دیگا اور کشمیری عوام کے ساتھ جو عہد کیا ہے اس پر ہر صورت سے قائم رہے گا۔ اس کے وزیر اعظم پنڈت جواہر لال نہرو نے بارہا موقعہ سے لٹیروں کو ہٹانے کے بعد ہی یعنی ۱۱ر نومبر ۱۹۴۷ء کو سری نگر میں کشمیریوں کو مخاطب کیا:

"میں اپنی اور ہندوستان کے لوگوں کی طرف سے آپ کے اور آپ کے رہنما شیر کشمیر شیخ محمد عبداللہ کے سامنے یہ عہد کرتا ہوں کہ ہم (ہندوستان اور کشمیر) ہمیشہ اکٹھے رہیں گے کشمیر نے آزاد رہنے کا تہیہ کر لیا ہے۔

یکم اکتوبر ۱۹۴۸ء کو انھوں نے سری نگر میں اعلان کیا:-

" اگر پاکستان ۱۰۰ سال بھی کوشش کرے گا تو بھی اُسے اپنے مقصد کی کامیابی کشمیر میں ناممکن دکھائی دیگی"۔

۲۹ مئی ۱۹۴۹ء کو سرینگر میں پنڈت جی نے پھر سے اعلان کیا:-

"ہندوستان کشمیر سے کئے گئے وعدوں کا احترام کریگا اور کسی حالت میں کشمیر کا ساتھ نہیں چھوڑیگا۔ کشمیر ہندوستان کا حصہ ہے اور دنیا کی کوئی طاقت اِسے ہند سے الگ نہیں کر سکتی"۔

سردار پٹیل نے ۱۸ر دسمبر ۱۹۴۷ء کو جے پور میں پنڈت نہرو کے عہد کو دہراتے ہوئے واضح کیا:-

کشمیر کی حمایت کرنا ہندوستان کا فرض تھا اور وہ اس فرض کو نبھائے گا۔ اگر لڑائی ۱۰ سال بھی جاری رہے گی پھر

بھی وہ کشمیر کو نہیں چھوڑیگا۔ لیکن آخر کار کشمیر کے لوگوں کو ہی اپنی قسمت کا فیصلہ کرنا ہوگا اور یہ تب ممکن ہوگا جبکہ آخری لٹیرا بھی کشمیر سے نکالا جائے گا۔"

۲۸ر دسمبر ۱۹۴۷ء کو انہوں نے جموں میں پھر سے کہا:۔

"میں ہند سرکار کی طرف سے تمہیں یہ یقین دلاتا ہوں کہ ہم کشمیر کو بچانے کے لئے ہر ممکن طریقہ اختیار کریں گے۔ نہ ہم روپیوں کی پرواہ کریں گے اور نہ سامان کا شمار کریں گے اور جو کچھ بھی واقعہ ہو ہم کشمیر کو نہیں چھوڑیں گے بلکہ اس معاملے کو نباہ کے ہی رہیں گے۔"

وزیر دفاع سردار بلدیو سنگھ نے ۲۷ر اکتوبر ۱۹۴۸ء کو اس عہد کو اس طرح دہرایا:۔

"کتنی ہی قیمت دینی پڑے اور کتنی ہی رکاوٹیں کیوں نہ ہوں، ہم نے کشمیر کو آزاد کرنے کے لئے عہد دے دیا ہے۔"

۷ر جنوری ۱۹۴۸ء کو انھوں نے پھر سے کہا:۔

"کشمیر میں فوجیں بھیجنے سے پہلے ہند سرکار نے کشمیریوں کو ایک عہد دے دیا اور اب وقت آیا ہے جبکہ اُسے اس عہد کو پورا کرنا ہے۔"

ہندوستان کی امداد

کشمیر نے اپنی عزت اور آزادی کو برقرار رکھنے کے لئے ہندوستان سے امداد مانگی۔ اور ہندوستان نے فوراً اپنے فرض کو پورا کیا۔ اس نے کشمیریوں کی ہر طرح سے امداد کی اور کر رہا ہے۔ اس نے نہ صرف امداد ہی دی بلکہ اُن

کے ساتھ عہد بھی کیا جس کو وہ پوری طرح سے نباہ رہا ہے۔

پناہ گزینوں کی امداد:۔ پاکستان کے حملے نے لاکھوں کشمیریوں کو بے گھر اور بے سرو سامان کر دیا ہے جو پناہ گزین بنکر کشمیر اور ہندوستان میں مقیم ہیں۔ ہندوستان نے کشمیری پناہ گزینوں اور مصیبت زدہ لوگوں کی دل کھول کر امداد کی اور اُن کو طرح طرح کی سہولتیں بہم پہنچائیں نیز اُن کی ضروریات زندگی کے اسباب فراہم کیے۔

ریڈیو کشمیر:۔ کشمیر کے خلاف ریڈیو پاکستان کے زہریلے پروپیگنڈہ کو روکنے کے لئے ہندوستان نے جموں اور سری نگر میں دو براڈ کاسٹنگ اسٹیشن قائم کر دیے جن سے کشمیری عوام اور حکومت کشمیر پاکستانی جھوٹ اور ڈینگوں کا منہ توڑ جواب دے کر ملک اور قوم کو صحیح حالات اور تازہ خبروں سے آگاہ کرتے ہیں اور پاکستان کے مکروفریب کو کھول کر سامنے رکھ دیتے ہیں۔

ہوائی اڈے:۔ ہندوستان نے سری نگر اور جموں میں ہوائی اڈے تعمیر کرائے اور پونچھ میں بھی ایک نیا ہوائی اڈہ کھولا جہاں فوجیں ہوائی جہازوں سے اُتاری گئیں اور اس طرح پناہ گزینوں کو نکالا گیا۔ جموں اور سری نگر کے ہوائی اڈے پختہ تعمیر کرا دیئے گئے۔

فوجی کارنامے:۔ فوجی کارروائی پر ہندسرکار نے کروڑوں روپے خرچ کئے اور اب بھی کر رہی ہے۔ اس کے بہادر سپاہی ۱۵ ہزار فٹ تک کے بلند پہاڑوں اور برفانی چوٹیوں پر کشمیر کو بچانے کی خاطر اپنی جانیں ہتھیلیوں پر رکھکر پاکستانی حملہ آوروں کا مقابلہ کرتے رہے اور ریاستی سپاہیوں کی کئی محافظ فوجوں کو کئی مقامات پر

رسد اور دوسرے سامان ہوائی جہازوں سے دیتے رہے اور نومبر سنہ ۱۹۴۸ء کے مہینے میں پونچھ میں ہوائی جہازوں نے پونچھ کی محافظ فوج کو چار دن میں ۱۰ ہزار روپے کی تھیلیاں چار بار ڈالیں۔ کرگل کے علاقے میں بھی ایک بار ہندوستانی فوج نے ایک لاکھ روپیہ ہوائی جہازوں سے ڈالا۔

جب کشمیر پر پاکستان نے حملہ کیا اور اس نے ہندوستان میں شمولیت کر کے امداد کی درخواست کی۔ الوقت ہند سرکار کو سب سامان اور فوجیں ہوائی جہازوں سے بھیجنی پڑیں اور یہ ہوائی سرگرمی وسیع پیمانے پر ۱۷ / نومبر سنہ ۱۹۴۸ء تک رہی۔ اس کے دوران میں ۶۰ لاکھ پونڈ وزنی بوجھ جموں و کشمیر لے جایا گیا اور کل ۶۲۰۰۰ میل کا فاصلہ طے کیا گیا جس میں ۸ ہزار گھنٹے اڑنے میں لگے جو ۳۰ ہزار بالٹوں کے ۴۰ پونڈ سامان فی کس ۲۲ دن میں تمام دنیا کے گرد ۲۵ بار چکر لگانے کے برابر ہے۔ اس قابلِ تحسین اور لاثانی کام پر ہند سرکار کے ۳۰ لاکھ روپے خرچ ہوگئے۔

۱۵ / اگست سنہ ۱۹۴۸ء تک پونچھ میں ہوائی جہازوں نے ۱۶۲۰۰ ریاستی باشندوں کو موت کے جبڑے سے نکال لیا اور لیہ جیسی ۲۱ ہزار فٹ بلند چوٹی کو بھی ہندوستانی ہوابازوں نے سر کر لیا۔

رسل و رسائل :- کشمیر میں سینکڑوں میل نئی سڑکیں وجود میں آئیں اور کئی سڑکوں کو کشادہ کیا گیا۔ کشمیر اور ہندوستان کی شاہراہ جموں پٹھانکوٹ سڑک کو پختہ کیا گیا اور اس پر تین بڑے پل تعمیر کیے گئے۔ نیز خبر رسانی کو باقاعدہ چلانے کے لئے تمام ریاست میں ٹیلیفون اور ٹیلی گراف کا جال بچھا دیا گیا۔

فوج کی خوراک سے آمدنی :- ہندوستانی فوج کے لئے ہر ہفتہ تخمیناً

۵۳۰۰۰ روپے خوراک و دوسرے کھانے پینے کے سامان پر کشمیر ہیں ہی خرچ کیا جاتا ہے جس میں سے ۷،۵۰ لاکھ روپے کی ترکاریاں، ۸۷۵۰ روپے کے میوے، ۲۳۰۰ روپے کے آلو، ۱۹۰۰ روپے کا گوشت ۵۰، ۷ روپے کا دودھ اور ۳۶۰۰ روپے کا ایندھن ہوتا ہے۔

مزدوروں کو فائدہ:- ہندوستانی فوج روزانہ ۲۵۰۰۰ روپے مزدوروں اور خچر کے مالکان کو ادا کر رہی ہے۔ اس کے علاوہ مزدوروں کی ایک بڑی تعداد کو مفت رسد ملتی ہے اور تقریباً ۵۰۰۰۰ روپے اُن قلیوں اور خچروں کے معاوضے کے طور پر ادا کئے گئے جو کہ کام کرتے مارے جا چکے ہیں۔

سڑکوں پر لاگت:- وادیٔ کشمیر اور جموں میں نئی سڑکوں کی تعمیر سے کشمیری مزدوروں کو کافی فائدہ ہوا اور یہ تمام راستے کشمیریوں کے لئے مستقل فائدے کی چیز بن گئی ہے۔ ان سڑکوں کی تعمیر میں ۱۲۵۰۰ ۲ لاکھ روپے خرچ ہوئے ہیں۔

تعمیرات سے فائدہ:- ہندوستانی سپاہیوں کے لئے جو بارکیں سردیوں میں رہنے کے لئے تعمیر کی گئیں اُن سے بھی مقامی لوگوں کو کافی فائدہ ہوا۔ ان بارکوں کی تعمیر پر ۷۵ لاکھ روپے خرچ ہوئے جن میں سے ۳۰ لاکھ روپے کشمیری مزدوروں کو مزدوری کی شکل میں ملے اور باقی روپے لکڑی خریدنے میں صرف ہوئے۔

کرایہ سے آمدنی:- ہندوستانی سپاہی ہر مہینے ۶۵ مکانوں کے لئے جن میں اُن کے عملے رہتے ہیں ۱۰ ہزار روپے بطور کرایہ ادا کرتے ہیں اور اس کے علاوہ ۴۰ ہزار روپے فرنیچر اور سردیوں میں بخاریوں (انگیٹھیوں) پر ماہوار خرچ کرتے رہے

تجارت کی ترقی:- اگرچہ کشمیر کی سرزمین پر جنگ ہو رہی تھی

اور حالات حسبِ معمول نہ تھے پھر بھی کشمیر کی دستکاریوں اور تجارت کو ترقی ہی ہوئی۔ نئی سڑکوں کی تعمیر کرانے سے کشمیر کی تجارت باقاعدہ ہندوستان کے ساتھ ہوتی رہی اور حکومتِ کشمیر اور ہند سرکار کے باہمی تعاون نے اس تجارت کو وسیع پیمانے پر جاری رکھا۔

ریشم سازی :- سنہ ۱۹۴۸ء میں ریاست کے ریشم سازی کے کارخانے بہت زیادہ کام میں رہے اور انہوں نے ایک سال میں ۲۰ لاکھ گز ریشمی کپڑا تیار کیا۔ اس کے برعکس پچھلے سالوں میں اوسطاً ۴ لاکھ گز ہی تیار ہوتا تھا۔ پہلے ہر سال ۷،۵ ۱۱ من کچا ریشم ریاست سے باہر بھیجا جاتا تھا لیکن پچھلے سال اس کے کارخانے نہ صرف یہ تمام کچا ریشم اپنے استعمال میں لائے بلکہ انہیں بہت زیادہ باہر سے بھی منگانے کی ضرورت پڑی۔

میوے و دیگر اجناس :- سنہ ۱۹۴۴-۴۵ء میں ۱۰۰۰ روپے کے میوے ہندوستان بھیجے گئے تھے لیکن اس کے مقابلے میں پچھلے سال ۶۵ لاکھ روپے کے میوے ہندوستان بھیجے گئے۔ اس کے علاوہ اونی کپڑے جالا دوزی، پیپر ماشی، دھات کے اشیاء، دیسی ادویات اور دیگر آرائشی سامان کے سلسلے میں بھی تجارت ترقی پر رہی۔

اشیائے خوردنی :- کشمیر میں پاکستانی حملے کے بعد نمک، چینی، پٹرول اور کپڑے کی سخت قلت ہو گئی۔ لیکن پچھلے سال ہندوستان نے کشمیریوں کی ان ضروریات کو پورا کرنے کے لئے بڑی تعداد میں نمک، چائے، چینی، گیہوں، چاول، کپڑا اور دیگر چیزیں کشمیر بھیجیں۔ اپریل ۱۹۴۹ء تک حکومت ہند نے ۱۸۰۰۰ ٹن گیہوں ۱۰۰۰۰ ٹن چاول اور ۳۵۰۰ ٹن نمک کشمیر بھیجی۔ سوتی کپڑے کی گانٹھیں جن کی قیمت ۸۰ لاکھ روپے تھی بمبئی کے کپڑے کے کارخانوں سے خرید کر کے کشمیر بھیجی گئیں۔ نیز اس سال کے خاتمہ تک حکومتِ ہند نے ۲۱۵۰۰ ٹن اناج بھیجنا منظور کیا ہے۔

ہاؤس بوٹ والوں کو آمدنی ۔ ہر سال کشمیر میں سیاح آتے تھے اور ان کی آمد سے کشمیریوں کو کافی فائدہ ہوتا تھا۔ خاصکر ہاؤس بوٹ والوں کو ان کے آنے سے کافی آمدنی ہوتی تھی مگر پچھلے سال جنگ کیوجہ سے بہت ہی کم سیاح آئے اس لئے اس تجارت کو نقصان ہوا نیز صرف ۵ ہزار سیاحوں نے ہاؤس بوٹ کرایہ پر لئے ان کے اس نقصان کو پورا کرنے کیلئے ہندوستانی سپاہیوں نے انہیں ہوٹل وغیرہ کھولنے کے لئے ٹھیکہ پر دیا اور اس کے علاوہ بہت سے ہاؤس بوٹوں کو فوجی افسروں نے اپنی رہائش کے لئے کرایہ پر لیا۔ اس سال سیاحوں کی آمد سے بہت اضافہ ہو رہا ہے۔

نقدی امداد ۔ جنوری ۱۹۴۸ء میں ہی سردار پٹیل نے کشمیر کے مصیبت زدوں کی امداد کے لئے ایک لاکھ روپے دئے اور پنڈت نہرو نے بھی اپنی طرف سے ۱۰ ہزار روپے کا چک بھیجا۔ نیز ہند سرکار کروڑوں روپے سرکاری طور پر خرچ کرتی رہی کشمیر ریلیف فنڈ کھولا گیا اور ہر طرح سے کشمیریوں کی امداد کی گئی۔ حکومت ضروریاتِ زندگی کا ہر سامان کشمیر بھیج کر کشمیریوں کو خوشحال بنا رہی ہے۔

ہند کی پارلیمنٹ میں یہ بتایا گیا کہ ہند سرکار نے کشمیر کی سڑکوں کی تعمیر پر ۲ کروڑ ۵ لاکھ روپے سے زیادہ خرچ کئے ہیں اور اس خرچ میں جموں پٹھانکوٹ کی سڑک بھی شامل ہے۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ جموں پٹھانکوٹ سڑک پر صرف تین پل کے بنانے میں دو لاکھ روپے خرچ کئے گئے ہیں۔

رسد اور سامان پر خرچ :۔ سردار پٹیل نے یکم فروری ۱۹۴۹ء کو پارلیمنٹ میں بتایا کہ رسد وغیرہ کے امداد کرنے میں کشمیر پر ۱۶ لاکھ نو ہزار روپے خرچ کئے گئے جن میں سے ۱۱ لاکھ ۵۸ ہزار روپے ۱۹۴۸ء اور ۱۹۴۹ء کے درمیانی سال میں اور ۴ لاکھ ۵۱ ہزار روپے ۱۹۴۷ء سے ۱۹۴۸ء تک صرف کئے گئے جس میں اصلی (ٹیکنیکل) خرچ شامل نہیں کیا گیا ہے۔ نیز

جموں پٹھانکوٹ سڑک پر ہند سرکار نے ایک کروڑ ۵۹ لاکھ ۸۲ ہزار روپے خرچ کئے ہیں۔

کشمیر لوں کا

ریاست جموں و کشمیر نے ۲۷ اکتوبر ۱۹۴۷ء کو ہندوستان میں شمولیت کی بیا گرچہ مہاراجہ کشمیر نے بحیثیت حکمران اور نیشنل کانفرنس نے بحیثیت کشمیری عوام کی نمائندہ جماعت کے شمولیت کی درخواست کی۔ پھر بھی ہندوستان نے ریاست کی شمولیت کو مشروطیہ مانا اور یہ اعلان کیا کہ شمولیت کا آخری فیصلہ معقول حالات کے بعد کشمیری عوام کی مرضی سے کیا جائیگا۔ یہ اعلان اس نے کئی بار کیا اور ابھی بر آج تک اڑا ہوا ہے۔ اگرچہ جولائی ۱۹۴۸ء سے حالات بالکل تبدیل ہو گئے کیونکہ پاکستان نے کشمیر میں اپنی فوجوں کی موجودگی کا اعتراف اپنی زبان سے کر لیا پھر بھی ہندوستان کا رویہ ویسا ہی رہا جو شمولیت کے وقت تھا۔ وہ کسی صورت میں فوجی فیصلہ ٹھونسنا نہیں چاہتا تھا اور نہ کشمیریوں کے جمہوری حق کو نظر انداز کرنے کا خواہشمند تھا۔ اس نے واضح کیا کہ وہ ملک کو دشمن سے آزاد کرا کر کشمیری عوام کے حوالے کر دیگا اور ان کے فیصلہ کا خیر مقدم کریگا۔

کشمیر کا فیصلہ

کشمیر نے عارضی طور پر ہندوستان میں آنے کا فیصلہ کیا۔ اس نے ہندوستان سے امداد کی درخواست کی اور ہندوستان نے ان کے بلانے پر کشمیریوں کو لٹیروں کی لوٹ مار اور پاکستان کی جابرانہ الحاق سے بچا لیا۔ نیشنل کانفرنس اور دیگر جماعتوں نے اپنے اصول اور نظریہ کو ہمنوا پا کر اقتصادی پسپتی کو دور کرنے کیلئے ہند میں کشمیر کی شمولیت کا مستقل طور سے فیصلہ بھی کر لیا اور اس کے لیڈروں نے

بار بار واضح کیا کہ کشمیر اور ہندوستان کا الحاق ہمیشہ کے لئے مضبوطی سے قائم رہے گا۔ اُن کے محبوب رہنما اور اُن کی کشتی کے ناخدا شیر کشمیر نے ۲۵ مئی ۱۹۴۸ء کو اعلان کیا:۔ "ہم نے اپنی رائے دی ہے اور ہندوستان کے ساتھ اپنی قسمت کو وابستہ کردیا ہے اور اسے ہمیں کوئی الگ نہیں کرسکتا"۔

۲۵ ردسمبر ۱۹۴۸ء کو انھوں نے واضح کیا: "ہم پاکستان میں شامل ہونے پر موت کو ترجیح دیں گے۔ پاکستان وہ جگہ ہے جہاں ہماری لڑکیوں اور بہنوں کو لیڈروں نے معمولی رقم پر فروخت کیا۔ ہمیں ایسے ملک سے کوئی غرض نہیں ہے۔"

"کشمیر نے ہندوستان کے ساتھ رہنے کا آخری فیصلہ کرلیا ہے جہاں کشمیر کے جواہر۔ پنڈت جواہر لال نہرو کا راج ہے"۔

انھوں نے ۶ مارچ ۱۹۴۸ء کو واضح کیا: "کشمیر کے لوگوں نے فیصلہ کرلیا ہے کہ وہ ہندوستان کے ساتھ کام کریں گے اور اسی کے لئے اپنی جانیں قربان کریں گے"۔

۹ رمارچ ۱۹۴۸ء کو ایک بار انہوں نے پھر کہا:۔ "میرا یقین ہے کہ کشمیر میں ہر ایک انچ ہندوستان کی ملکیت ہے اور ہندوستان میں ہر ایک انچ کشمیر کا ہے۔ نیز جواہر لال کا کشمیر کسی حالت میں جواہر لال کے ہندوستان سے الگ نہیں کیا جائیگا"۔

۲۹ رمئی ۱۹۴۹ء کو انھوں نے پھر واضح کیا:۔

"کشمیر ہمیشہ ہند کے ساتھ رہیگا۔ چاہے اسکے لئے کچھ بھی قیمت کیوں نہ ادا کرنی پڑے"۔

کنونشن (انعقاد مجلس):۔ اس کے علاوہ ۱۱ ر اکتوبر ۱۹۴۸ء کو آل جموں و کشمیر نیشنل کانفرنس کی ورکنگ کمیٹی (مجلس عاملہ) نے ۱۸۰۰۰۰۱ الفاظ کی قرارداد متفقہ طور سے پاس کی جس میں کشمیر کی ہند میں مستقل شمولیت کا فیصلہ کیا گیا۔

۱۲ اکتوبر ۱۹۴۸ء کو سارے ریاست جموں و کشمیر سے کشمیری عوام کے نمائندوں کا ایک کنونشن منعقد ہوا جس میں ہر ایک علاقے سے نمائندے بھیجے گئے۔ میرپور اور پونچھ کے علاقوں سے بھی نمائندے اس میں شامل ہوئے۔ ان ۲۵۰

نمائندوں نے نیشنل کانفرنس کی مجلس عاملہ کی قرارداد پر غور کیا اور اسے باتفاق رائے منظور کر کے ریاست کی ہند میں مستقل شمولیت کی تصدیق کی۔
اس قرارداد کو ریاست کی ہر ایک جماعت اور ان کے رہنماؤں نے منظور کیا۔

بودھوں کا اظہار:- لیہ اور کرگل (لداخ) کے بودھوں کے تین نمائندوں کے ایک وفد نے ۴ مئی ۱۹۴۹ء کو حکومت ہند کے سامنے ایک میمورنڈم پیش کیا جس میں کہا گیا:-

"ہندوستان میں شامل ہونا ہماری نجات کا واحد راستہ ہے۔ بصورت دیگر ہم تبت کے ساتھ الحاق کریں گے"

۲۰ مئی ۱۹۴۹ء کو لداخ کے ایک اور وفد نے ہند کے وزیر اعظم پنڈت نہرو نے ملاقات کی اور ایک میمورنڈم پیش کیا جس میں اس بات پر زور دیا گیا کہ کشمیر کا علاقائی اتحاد برقرار رہے اور وہ ہندیونین کا حصہ بن جائے۔

استصواب رائے

گو کہ کشمیریوں نے اپنے خیالات کا اظہار ۱۲ اکتوبر ۱۹۴۸ء کے کنونشن میں دیدیا اور اپنی مرضی سے کشمیر کی قسمت کو مستقل طور پر ہند کے ساتھ وابستہ کر دیا پھر بھی ہندوستان نے شمولیت کا مسئلہ رائے شماری سے ہی حل کرنا منظور کیا اور یہ اسی مقصد کے پیش نظر تھا کہ اس نے اقوام متحدہ کے کشمیر کمشن کی ۱۳ اگست ۱۹۴۸ء کی قرارداد اور ۵ جنوری ۱۹۴۹ء کی تجاویز کو بغیر کسی ہچکچاہٹ کے مان لیا۔

کشمیر کمشن نے کشمیر میں رائے شماری معلوم کرنے کے لئے اپنی تجاویز ہندوستان اور پاکستان کے سامنے پیش کیں جن کو دونوں حکومتوں نے کمشن کی کچھ وضاحت اور توضیحات کے بعد منظور کر لیا۔ اس کے تھوڑے دنوں بعد ہی ہندوستان اور پاکستان نے کئی دفعات پر جو کمشن اور ان کے نمائندوں کے درمیان طے پائے تھے اختلاف تشریح کیں

یہ تو صاف ظاہر ہے کہ ۱۳ راگست ۱۹۴۸ء کی قرارداد کے حصہ نمبر ۱ اور حصہ نمبر ۲ پر مکمل تعمیل ہونے کے بعد ہی اس کے حصّہ نمبر ۳ یعنی استصواب رائے پر عمل کیا جائیگا اور رائے شماری سے پہلے تمام پناہ گزینوں کو، جن میں ہندو۔ مسلمان اور سکھ شامل ہیں، پھر سے بسایا جائے گا۔ پناہ گزینوں کی کل تعداد ۶ لاکھ سے زیادہ بتائی گئی ہے جو کشمیر، ہندوستان اور پاکستان کے مختلف علاقوں میں بے سروسامانی کی حالت میں بکھرے پڑے ہیں جن کو آباد کرانا ایک بڑا کام ہے۔ شیر کشمیر نے ۹ رجنوری ۱۹۴۹ء کو بنارس میں فرمایا:۔

"۵ لاکھ کشمیری جن کو ریاست چھوڑنے پر مجبور کیا گیا اور جنہیں ہندوستان اور پاکستان کے مختلف علاقوں میں پناہ لینی پڑی، اُن کو پھر سے بسانے کے بعد ہی رائے شماری ہوگی تاکہ وہ بغیر کسی بیرونی دباؤ کے اپنی رائے دے سکیں ...... انتخابی فہرست کا تیار کرنا خود ایک زبردست کام ہے اور اسکے علاوہ اُجڑے ہوئے علاقوں میں دوبارہ باقاعدگی قائم کرنا رائے شماری کے معلوم کرنے سے پہلے ایک شرط ہے"۔

۲۲ر فروری ۱۹۴۹ء کو انہوں نے علی گڑھ میں فرمایا:۔

"اسوقت تک رائے شماری نہ ہوگی جب تک کہ اُس کے آزادانہ اور غیر جانبدارانہ ہونے کے لئے موزوں حالات نہ بنائے جائیں۔ قریباً ۶ اور ۷ لاکھ باشندوں کو جو پچھلے ۱۵ مہینوں میں کشمیر سے بھاگ گئے ہیں، واپس لاکر پھر سے بسانا ہوگا"۔

مشکلات

اس بہت بڑی شرط کے علاوہ آزادانہ اور غیر جانبدارانہ رائے شماری کے راستے میں کئی اور مشکلات ہیں جن کو عبور کرنا آسان نہیں۔ یہ شرط نہایت موزوں ہے کہ اُجڑے ہوئے لوگوں کو دوبارہ بسایا اور ساتھ ہی

ساتھ ۱۵ اگست ۱۹۴۷ء کے بعد آئے ہوئے غیر ریاستی باشندوں کو ریاست سے نکالا جائے گا۔ لیکن کیا اس پر عمل ہو سکیگا اور کیا پاکستان کے مقبوضہ علاقے میں اس پر ایسا کیا جائے گا۔ جہاں سے اقلیتیں جان بچا کر بھاگ گئی ہیں؟ کیا یہ اقلیتیں مظفر آباد، کوٹلی، میرپور، پونچھ، باغ اور بھمبر کے علاقوں میں رہ سکیں گی؟ کیا اغوا شدہ عورتیں اور لڑکیاں جو پاکستانی کیمپوں، قبائلی علاقوں، مغربی پنجاب اور صوبہ سرحد میں ہیں واپس آسکیں گی؟ پاکستان کا رویہ کچھ اور ہے۔ وہ قبائلی لڑیروں کو پاکستانی شہریوں کا درجہ دے کر ان کو کھلے طور پر بھرتی کر رہا ہے۔ ان کو آزاد کشمیر فوج میں باقاعدہ درجہ دے رہا ہے اور اس طرح حالات بدتر بنا رہا ہے۔

اس کے علاوہ یہ شرط بھی مناسب ہے کہ ریاست میں تحریر و تقریر کی آزادی اور پروپیگنڈہ کرنے کی اجازت رہے گی لیکن کیا یہ آزادی کام میں رکاوٹ نہ بنے گی؟ اگرچہ کمشن نے یہ مان لیا ہے کہ مذہبی اور دیگر ناجائز پروپیگنڈہ کرنے کی اجازت نہ ہوگی کیونکہ ہندوستان ایک غیر مذہبی ملک ہے لیکن کیا پاکستان اس پر عمل پیرا ہوگا اور کیا اس کے دو قوم کے نظریہ کا پرچار نہ ہوگا؟ کیا کشمیری مسلمانوں کو "اسلام خطرے میں" کا نعرہ دے کر گمراہ نہ کیا جائیگا اور کیا اس طرح سے مسلم لیگی نفرت اور فرقہ وارانہ پھوٹ کا کھیل نہ ہو سکیگا؟ پاکستان ایسے حرکات سے باز نہیں رہ سکتا اور یہ دیکھا گیا ہے کہ پاکستان کے سب سے بڑے ذمہ دار افسر یعنی پاکستانی وزیر اعظم مسٹر لیاقت علی خاں نے اس بات کو ثابت کر دیا جبکہ وہ میرپور کا دورہ کرنے کے بعد کشمیری مسلمانوں کو تلقین کرنے لگے کہ انہیں "قرآن اور کافر" میں تمیز کرنی ہے۔ بس اس قسم کی آزادی خواہ مخواہ اشتعال کا موجب ہوگی اور آگے جا کر بد امنی کا باعث بن جائیگی

یہ بات بھی ٹھیک ہے کہ غیر ریاستی باشندے ریاست سے نکال دیے جائیں گے۔ لیکن کیسے؟ ریاست میں داخلہ اور نکلنے پر ریاستی حکومت کا قابو ہوگا لیکن کیا پاکستان کے مقبوضہ علاقے پر ایسا ہو سکے گا جب کہ وہاں بقول پاکستان ریاستی حکومت کا اقتدار واختیار نہ ہوگا؟ کیا کوئی ریاستی اور غیر ریاستی باشندوں میں تمیز کر سکیگا؟ اور کیا ہندوستان اس بات کو تسلیم کریگا؟

انتخابی فہرست کا تیار کرنا بھی ایک بہت بڑا کام ہے اور اس کے تیار کرنے میں کافی مشکلات درپیش آئیں گی جس کے لئے وقت لگیگا۔ نیز ایک عام مردم شماری کی بھی ضرورت پڑے گی۔ لیکن کیا اس میں کشمیریوں اور غیر کشمیریوں میں تمیز ہو سکے گی اور خاصکر پاکستان کے مقبوضہ علاقے میں رائے دہندگان کے نام درج کرانے میں کیا یہ ایسا ہو سکیگا اور کیا ایسی حالت میں جعلی ووٹ نہیں ڈالے جائیں گے؟

یہ ظاہر ہے کہ ہندوستان "ایڈس میمو" میں بتائی ہوئی شرطوں سے ہٹنے کے لئے تیار نہیں ہے۔ اس کو بتایا گیا ہے کہ نام نہاد آزاد کشمیر حکومت توڑ دی جائے گی۔ آزاد فوجیں غیر مسلح اور سبکدوش کی جائیں گی اور تمام ریاست پر حکومت جموں وکشمیر کا اقتدار رہے گا اور کسی حکومت کا اعتراف نہ ہوگا لیکن کیا پاکستان اس پر رضامند ہو سکیگا؟

تفصیلات کی تکمیل

رائے شماری کے متعلق تفصیلات کی تکمیل ہونے پر یہ سب باتیں منظر عام پر آسکیں گی اور اسوقت یہ معلوم ہو سکیگا کہ رائے شماری کے معلوم کرنے میں کون کونسی مشکلات اور بھی پیش آسکتی ہیں۔ اس کے علاوہ یہ ابھی تک واضح نہیں کیا گیا کہ کیا رائے شماری مجموعی طور پر ساری ریاست کے لئے ہوگی یا علاقہ وار ہوگی یعنی کیا ریاست جموں وکشمیر کو ایک ہستی

(یونٹ) قرار دے کر رائے شماری کی جائے گی یا یہ علاقائی بنا پر ہوگی؟
ابھی تک یہ معلوم نہ ہو سکا کہ "مقامی حکام" کا مطلب کیا ہے؟ اور جیسا کہ پاکستان نے واضح کیا ہے "اس کا مطلب نام نہاد "آزاد کشمیر" حکومت ہے جس کا اس علاقے پر قبضہ رہے گا۔ ہندوستان کا رویہ اس بارے میں کیا ہے؟ ہندوستان سے کہا گیا ہے کہ "آزاد کشمیر" کی فوجیں سبکدوش اور غیر مسلح کی جائیں گی۔ لیکن پاکستان کی تشریح کچھ اور ہے۔ ان سب حالات کے ہوتے ہوئے کمشن کی رائے کیا ہے؟ یہ سوال بہت اہم ہے اور اس کی وضاحت لازمی ہے۔

یہ بات بھی ظاہر ہو گئی ہے کہ کمشن نے رائے شماری کی مشکلات کو خود بھی محسوس کیا ہے اور انھوں نے یہ بتایا ہے کہ وہ رائے شماری کو معلوم کرنے کی دوسری تدابیر بھی کھوج لے گا۔

کمشن نے یہ فیصلہ کیا کہ پاکستان اپنی فوجیں کشمیر سے ہٹائے۔ لیکن قبائلیوں اور دیگر پاکستانی شہریوں کو ریاست کی حدود سے اخراج کرانے کا معاملہ بالکل عجیب ہے۔ پاکستان نے یہ مان لیا ہے کہ کشمیر میں جو فوجیں خواہ وہ قبائلی خواہ اور کوئی ہے وہ سب پاکستان کے ہائی کمانڈ کے ماتحت ہیں۔ تو ایسی حالت میں "کوشش" کا فقرہ کیا معنی رکھتا ہے؟

حال ہی میں پاکستان کے کئی ذمہ دار افسروں نے کشمیر کے چھوڑے ہوئے علاقے کا دورہ کیا اور انھوں نے پھر سے نفرت اور مذہبی جذبات بھڑکانے کے لئے تقریریں کیں۔ ایسے حالات کے ہوتے ہوئے کیا یہ امید کی جاتی ہے کہ کمشن کا یقین کہ مذہبی بنیادوں پر تحریر و تقریر کی اجازت نہ ہوگی کبھی عمل میں آسکتا ہے؟

پاکستان کے مقبوضہ علاقے میں کوئی ۱½ لاکھ ہندو اور سکھ آباد تھے۔ ان میں سے ایک بڑی تعداد پاکستانی تلوار اور بندوقوں کی نذر ہو چکے اور جو

باقی رہ گئے ہیں وہ جان بچانے کی خاطر ہمیشہ کے لئے بھاگ گئے ہیں تو ایسے لوگ جو ان علاقوں میں رہتے تھے اُن کو واپس لانے کے لئے کیا تدبیریں اختیار کی جائیں گی اور اُن کی حفاظت کا کون ذمہ دار رہے گا؟

ابھی تک التوائے جنگ کے شرائط کی وضاحت کمشن اور ہندوستان اور پاکستان کی حکومتوں کے درمیان ہو رہی ہے اور اس کے بعد جب ان شرائط پر پوری طرح عمل ہوگا تب رائے شماری کی تفصیلات بھی معلوم ہوسکیں گی۔ لیکن یہ ظاہر ہے کہ کشمیر کے چھوڑے ہوئے علاقے کے انتظام کے بارے میں ہندوستان اور پاکستان کے بیانات متضاد ہیں۔ اور اس کے بارے میں التوائے جنگ کی تفصیلات پر ڈیڈ لاک پیدا ہو گیا ہے۔ ہندوستان "ایڈیس میمو" میں بیان کی گئی شرطوں سے سرمو بھی ہٹنے کے لئے تیار نہیں ہے۔ پاکستان کو یہ شرطیں ماننی پڑیں گی تب عارضی صلح پر دستخط ہوسکیں گے اور رائے شماری کے متعلق بات چیت شروع ہوسکیں گی۔ بصورت دیگر رائے شماری کا معاملہ کھٹائی پڑ جائے گا۔

موجودہ حالت

پس ریاست جموں و کشمیر کی موجودہ حالت یقینی نہیں ہے۔ ریاست کے ۲ حصے ظہور میں آچکے ہیں۔ کشمیر سے گلگت، مظفر آباد کا ایک تہائی امیرپور کا آدھا اور پونچھ کا کچھ علاقہ چھن گیا ہے جہاں پاکستان کا بدستور قبضہ ہے۔ ریاست کا کل رقبہ ۸۴۴۷۱ مربع میل ہے جس میں سے پاکستان نے ۳۰۰۰۰ مربع میل کا علاقہ اپنے قبضہ میں کیا ہوا ہے۔

ریاست کی کل آبادی ۴۰۲۱۶ ۲۶ ہے جس کا بیشتر حصہ دیہاتوں میں ہے۔ شہری آبادی تقریباً ۳ لاکھ ہے باقی سب لوگ ۹ ہزار دیہاتوں میں بستے ہیں جو ایک دوسرے سے کئی میل دور ہیں۔ بالغوں کی تعداد کا اندازہ ۲۴ لاکھ ہے۔

کشمیر کے چھوڑے ہوئے علاقے میں آبادی کی مجموعی تعداد ۱۱۵۰۰۰۰ لاکھ ہے جس میں ۱۵۰۰۰۰ ہندو اور سکھ ہیں۔ ان غیر مسلموں میں صرف کچھ ہزار موجود ہیں باقی یا تو پاکستانی لٹیروں کی شکار ہوئے ہیں یا جان بچا کر بھاگ گئے ہیں۔

تقسیم کی مخالفت

ایسی حالت ہو جانے پر بھی ہندوستان اور پاکستان کشمیر کے بٹوارے کے خلاف ہیں اور ریاستی حکومت بھی اس بات کی شدید مخالفت کر رہی ہے۔ ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ انگریز کشمیر کو تقسیم کرنے کی کوشش کر رہے ہیں اور وہ چاہتے ہیں کہ کسی طرح سے کشمیر کی یکجہتی اور اتحاد میں پھوٹ پڑ جائے۔ اس میں شک کرنے کی گنجائش نہیں کہ رائے شماری کے معلوم کرنے میں کافی مشکلات ہیں لیکن اگر ہندوستان اور پاکستان صدق دلی سے اپنے فرائض کو نبھائیں اور کشمیریوں کے حق کی حفاظت کریں تو یہ سب مشکلات دور ہو سکتے ہیں۔ پھر بھی تقسیم کرنے کی باتیں ہوا میں اڑ رہی ہیں اور یہ دکھائی دیتا ہے کہ بٹوارہ سے ہی اس پیچیدہ مسئلہ کا تصفیہ فوری طور پر ہو سکتا ہے۔ اس کے بارے میں اخبار سٹیٹسمین کے خاص نامہ نگار نے کشمیر کے محاذوں اور علاقوں کا دورہ کر کے ۲ مارچ ۱۹۴۹ء کو "کشمیر دونوں طرف سے" کے عنوان کے تحت واضح کیا:-

"حل کرنے کی ایک تدبیر جس کو کھلے طور پر پسند کیا جا رہا ہے، یہ ہے کہ میرپور، پونچھ اور مظفر آباد کے ضلع پاکستان کو ملیں اور جموں، وادی کشمیر اور لیہ ہندوستان کو۔ گلگت اور بلتستان میں شاید مشترکہ فوجی نگرانی قائم ہو۔"

"یہ محسوس کیا گیا ہے کہ میرپور، پونچھ اور مظفر آباد ہندوستان کے جسم میں دائمی کانٹے رہیں گے جس طرح جموں اور لیہ پاکستان کیلئے ہونگے۔"

۱۵ مارچ ۱۹۴۹ء کو اس اخبار نے اپنے ایڈیٹوریل میں واضح کیا:-

"پچھلے سال اولاً ہندوستان نے ریاست جموں وکشمیر کو غیر منقسم ہونے پر زور دیا اور آجکل پاکستان ایسا کرتا دکھائی دیتا ہے۔ ہم نے یہ کبھی چھپا کے نہ رکھا کہ اس قسم کی ہٹ دھرمی کو ہم بنیادی طور پر خیالی اور بے ضرورت تلاطم کا باعث تصور کرتے ہیں۔

"ہم چاہتے ہیں کہ دونوں طرف سے اصلیت کے مطابق بلند نظری اور حقیقت شناسی کی کافی سمجھ ہو۔ ریاست کا بودھی علاقہ اور گلگت رضامندی سے پاکستان کی طرف منتقل کیا جائے اور جموں کا منطقہ اودلیہ ہندوستان کو۔ تب ہم یقین کرتے ہیں کہ مسئلہ اتنا کم ہو جائے گا اور اس طرح خیرخواہی اور بھروسہ اتنا وسیع ہو جائے گا کہ وادی کشمیر کے لئے منظور کی ہوئی رائے شماری کے دشوار کام کو بھی پورا کرنا غیر ضروری تصور کیا جائیگا"۔

۲۳ مارچ ۱۹۴۹ء کے ایڈیٹوریل میں اس اخبار نے اسی بات کو پھر سے دہرایا۔

ٹائمز (لندن) نے مارچ ۱۹۴۹ء میں ایک ایڈیٹوریل میں ظاہر کیا:۔

"لمبے عرصے تک ہندوستان یا پاکستان کیلئے بہت بڑی قیمت اور اپنے درمیان کھلم کھلا جنگ کے قریب آلو تورع خطرے کے بغیر اپنی طرفداری میں مکمل کامیابی حاصل کرنا صاف طور پر ناممکن ہے۔

"کسی حد تک ملک کے بٹوارے کو ناگریز ماننا اور اس کے تمہیدی حصہ کو صاف طور پر انتظام کرنے میں اقوام متحدہ کے کمشن کو کھلی آزادی دینا دونوں طرفین کے لئے معقول راستہ ہے"۔

نیو اسٹیٹسمین کے ایڈیٹر کنگسلے مارٹن نے بھی اپنے اخبار کے ایک خاص کالم میں لکھا:۔

"نو مہینے گزرے جب میں نے کشمیر میں حالات کا جائزہ لیا۔ یہ پہلے سے ہی ظاہر تھا کہ صرف بٹوارہ ہی قابل عمل حل ہو سکتا ہے۔ کشمیر کے

پہاڑی علاقے پونچھ اور گلگت کا خط صریحاً پاکستان کا حقیقی حصہ بن چکا ہے اور جموں صاف طور پر ہندوستان کا حصہ ہے۔

"مجھے تو یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ موجودہ حد بندی کی بنیادوں پر جو دونوں نے پہلے سے ہی قابو میں کر رکھا ہے، پاکستان کے لئے بٹوارے کے ماننے سے بہتر اور کونسی امید ہو سکتی ہے؟"

شیخ محمد عبداللہ نے بار بار اس خطرناک شرارت کو دبانے کیلئے اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ انہوں نے ۱۶ جنوری ۱۹۴۹ء کو حضرت بل سرینگر میں فرمایا۔

"کشمیر کے لوگ اپنے ملک کو تقسیم ہونے نہیں دیں گے۔ بٹوارہ تباہی کا دوسرا نام ہے اور ہم اس باوقار میراث کو ضائع ہونے نہ دیں گے۔"

۲۵ جنوری ۱۹۴۹ء کو بمبئی کے ایک پریس کانفرنس میں انھوں نے پھر واضح کیا۔

"مجھے آخری فیصلے کے متعلق کوئی شبہ نہیں ہے..... اور ہم بٹوارے کو برداشت نہیں کریں گے۔ نیز نام نہاد "آزاد کشمیر" علاقے کے لوگ بھی بٹوارے کے خلاف ہیں۔"

کشمیر کے ڈپٹی پرائم منسٹر بخشی غلام محمد نے ۱۵ جنوری ۱۹۴۹ء کو ہی اعلان کیا تھا:۔

"ہم کسی صورت میں بھی بٹوارے کی مانگ کو منظور نہیں کریں گے خواہ یہ یو۔ این۔ او، خواہ پاکستان، خواہ ہند سرکار کی طرف سے ہو۔ کشمیر کے حصے بخرے نہیں ہو سکتے۔ ہم نے بٹوارے کا بہت کچھ دیکھا ہے۔ کشمیر ایک ہے اور اسے ایک ہی رہنا ہو گا۔"

شیر کشمیر نے ۱۷ مئی ۱۹۴۹ء کو نئی دہلی میں ایک بار پھر اعلان کیا:۔

"کشمیر کے بٹوارے کی باتیں شر انگیز اور خطرناک ہیں اور ایسا کہنے والے کشمیر کی گردن میں چھرا گھونپ رہے ہیں۔"

اے قوم تری موت ہے کشمیر کی تقسیم
وابستہ کشمیر ہے تقدیر کی تقسیم

کشمیر ہے تصویر یہاں خلد بریں کی   ہو سکتی نہیں دنیا میں تصویر کی تقسیم
(ذکی)

دوسرے تدابیر

ہندوستان اور کمیشن نے ان سب مشکلات کو پہلے ہی سے بھانپ لیا تھا اور اسی لئے ہند سرکار نے کمیشن سے درخواست کی کہ لوگوں کی رائے کو معلوم کرنے کے لئے "دوسرے تدابیر" کھوج لئے جائیں جس کو کمیشن نے مان بھی لیا۔
یہ ظاہر ہے کہ بٹوارہ کی بات بالکل بے بنیاد اور بیکار ہے اور ہر ایک حکومت اس کی مخالفت کرتے ہوئے کہہ رہا ہے کہ کشمیر کا فیصلہ یک وقت اور مجموعی طور پر پٹھانکوٹ سے لے کر لیہ تک رہے گا۔ ان باتوں اور رائے شماری کی مشکلات کے پیش نظر یہ ممکن ہو سکتا ہے کہ عوام کی رائے معلوم کرنے کے لئے "دوسری تدابیر" کے ڈھونڈھنے کی کوشش کی جائے گی۔ اس بارے میں پنڈت نہرو کی رائے کو مد نظر رکھنا چاہئے جس میں انھوں نے فرمایا کہ ایک آئین ساز اسمبلی کا قیام عمل میں لایا جائے جو ہندوستان یا پاکستان میں شمولیت کا فیصلہ کرے۔ کشمیر کے نائب وزیر اعظم بخشی غلام محمد صاحب نے بھی ۱۶ ر نومبر ۱۹۴۷ء کو ایسی ہی تجویز کے متعلق اظہار کیا تھا۔ یہ تدبیر ہر ایک حکومت کے لئے قابل عمل ہو سکتی ہے۔ انھوں نے ۷ ر مارچ ۱۹۴۹ء کو اجمیر میں واضح کیا۔
"استصواب رائے کرانے کا ابھی تک کوئی فیصلہ نہیں کیا گیا ہے۔ اقوام متحدہ کے کشمیر کمیشن نے اسے کشمیری عوام کی رائے کو معلوم کرنے کیلئے ایک ذریعہ سمجھ رکھا ہے اور اس نے یہ شرط مان لی ہے کہ اگر یہ عمل میں نہ آسکے تو دوسرے ذرائع اختیار کئے جائیں گے"۔

لڑائی روکو کی خلاف ورزی

پاکستان رائے شماری کے معلوم کرانے پر گھبراہٹ محسوس کر رہا ہے اور ایسے

حالات پیدا کر رہا ہے جس سے رائے شماری عمل میں نہ آسکے۔ اسی گھبراہٹ کے پیش نظر اس نے کشمیر پر حملہ کیا۔ عوام کی آزادی اور رائے کو دبانا چاہا اور اب بھی جبکہ خونریزی بند ہوگئی ہے پاکستان "لڑائی روکو" کی کھلم کھلا خلاف ورزی کر رہا ہے۔

صوبہ جموں میں: یکم جنوری ۱۹۴۹ء سے لے کر ۱۶ اپریل ۱۹۴۹ء تک پاکستان نے صرف صوبہ جموں میں "لڑائی روکو" حدبندی کی ۸۰ بار خلاف ورزی کی جو ہندوستان نے اقوام متحدہ کے فوجی مشاہدین کی نوٹس میں لایا۔

۱۹ اپریل ۱۹۴۹ء کو ریاستی حدود کے اندر سانبہ کے مشرق میں ایک ہوائی جہاز جس کی شناخت نہ ہو سکی، پرواز کرتا دکھائی دیا۔ یہ ہوائی جہاز بعد میں رام نگر کی طرف اڑان کرتا رہا۔ اس سے پہلے بھی ایک اور ہوائی جہاز اڑان کرتا دکھائی دیا۔ اسی دن سانبہ سے ۱۰ میل دور رام گڑھ دیہات پر پاکستانی لٹیروں نے حملہ کیا جو لوٹ مار کرکے بھاگ گئے۔ پاکستانی شہریوں کی ایک جماعت سانبہ اور سوچیت گڑھ (جموں) کے علاقے سے ریاستی حدود کے اندر داخل ہوئے اور مال مویشی اڑا کر لے گئے۔

نوشہرہ سے ۱۰ میل جنوب کی طرف وادئی سعادآباد میں ہندوستانی نوجوں کے زیر اقتدار خالی رکھے ہوئے علاقے میں پاکستانی سپاہیوں نے اپنے مورچے آگے بڑھا دئے۔

پونچھ کے علاقے میں پاکستانی فوجوں نے دو اہم پہاڑی مقاموں پر قبضہ کر لیا۔ راجوری، مینڈھر اور پونچھ کے مغرب کی طرف سے "آزاد کشمیر" علاقے کے شہری بڑی تعداد میں ہندوستانی علاقے کی طرف گھسنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ ان شہریوں کے حملے سے پاکستانی حملہ شروع ہوتا ہے۔

صوبہ کشمیر میں: کشمیر کے علاقے میں پاکستان نے "لڑائی روکو" حدبندی کی کھلم کھلا خلاف ورزی کی ہے۔ پاکستانی سپاہیوں نے اوڑی، گریز اور

ٹیٹھوال کے علاقوں میں کئی اہم مقامات پر قبضہ کرلیا ہے جو "لڑائی روکو" کے وقت ہندوستانی سپاہیوں کے قبضے میں تھے اور جن کو انھوں نے بوجہ برف باری خالی کیا تھا۔ ان میں سے کئی علاقے ایسے بھی ہیں جن کو غیر مقبوضہ رکھنے کا فیصلہ کیا گیا تھا۔

اوڑی کے علاقے میں پاکستانی فوجوں نے دو اہم پہاڑی چوکیوں پر قبضہ کرلیا۔ ان میں سے پیرکنٹھی کی چوٹی پر ہندوستانی سپاہیوں نے بڑی خونریزی کے بعد قبضہ کرلیا تھا اور اس پر پاکستانی سپاہیوں کا قبضہ کرنا "لڑائی روکو" کی کھلم کھلا خلاف ورزی ہے۔

درہ برزل پر بھی پاکستانی سپاہیوں نے قبضہ کرلیا ہے۔ اس درہ پر ہندوستانی سپاہیوں کا قبضہ تھا جس کو انھوں نے سردیوں میں برف باری کیوجہ سے خالی کیا تھا۔

۸ر اپریل ۱۹۴۹ء کو پاکستانی سپاہیوں نے ٹیٹھوال سے آٹھ میل جنوب مغرب کی طرف چار مقامات پر قبضہ کرلیا اس علاقے میں خندقیں کھودی جارہی ہیں اور مورچے بنانے کا کام بڑے پیمانے پر جاری ہے نیز کئی مقاموں پر سرحدی حملے دیکھنے میں آئے ہیں۔ نیز پاکستانی سپاہیوں نے دو گاؤں سیری اور گوبرا پر بھی قبضہ کرلیا ہے۔

۱۲ر اپریل ۱۹۴۹ء کو پاکستانی سپاہیوں کی کافی سرگرمیاں ٹیٹھوال کے حصے میں ہوتی رہیں۔ اس کے علاوہ پاکستانی فوجیں بھاری تعداد میں ہر ایک علاقے میں رکھی گئی ہیں۔ "لڑائی روکو" کی شرطوں کی رو سے اب وہ وقت آگیا تھا جبکہ پاکستان کو اپنی فوجیں ریاستی علاقے سے نکالنی ضروری تھیں لیکن بجائے اس کے وہ اپنی فوجی سرگرمیاں تیز کررہا ہے۔

کشمیر کے نائب وزیر اعظم بخشی غلام محمد نے ۱۶ر مئی ۱۹۴۹ء کو حکومت ہند کے سامنے ایک فہرست پیش کی جس میں یہ دکھایا گیا ہے کہ پاکستان نے

"لڑائی روکو" کی خلاف ورزی دو سو بار سے زیادہ دفعہ کی ہے۔ حکومت ہند نے کشمیر کمشن کو اس کے بارے میں زبردست احتجاج کیا ہے۔ پاکستان نے اس قسم کی خلاف ورزی کرنے سے "لڑائی روکو" کی دھجیاں ہوا میں اڑا دی ہیں اور وہ مشکلات کو بڑھا کر سمجھوتہ کی اُمیدوں پر پانی پھیر رہا ہے۔

اس کے علاوہ پاکستانیوں نے اقوام متحدہ کے ایک فوجی مشاہدین کو بھی زدوکوب کیا ہے۔ کیپٹن جیک ہنس فورڈ ایک اور فوجی مشاہدین کو جبکہ وہ نہادر اور جھنب کے علاقے میں ۱۵ مارچ سنہ ۱۹۴۹ء کو مشاہدہ کرنے گئے تھے پاکستانی پولیس نے انہیں گرفتار کیا اور ۲۲ گھنٹوں کے بعد چھوڑ دیا۔

پاکستان کے "مقبوضہ" علاقے سے اطلاعات آ رہی ہیں کہ وہاں پر قبائلی لٹیروں کو پاکستانی شہری مان لیا گیا ہے اور انہیں "آزاد کشمیر" حکومت مثل ملیشیا میں وسیع پیمانے پر بھرتی کر رہی ہے۔ حکومت پاکستان کا یہ رویہ اسی گھبراہٹ کے پیش نظر ہے۔ اور یہ ظاہر ہوتا ہے کہ پاکستان التوائے جنگ اور رائے شماری کے کاموں میں روڑا اٹکا کر کشمیریوں کو حق رائے دہی سے محروم کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔

ناؤ کدھر کو

دو کنارے۔ جیسا کہ ہر ایک کو معلوم ہے کشمیر کی ناؤ بدستور بھنور میں ہے اور اس کو اس سے نکالنے کے لئے کشمیریوں کو متحد ہو کر کام کرنا ہے۔ اُن کے محبوب رہنما شیر کشمیر نے بھی ۱۷ مارچ سنہ ۱۹۴۸ء کو وزیر اعظم کا عہدہ سنبھالتے وقت جموں میں فرمایا۔

"ہماری ناؤ بھنور میں ہے۔ جب کہ آپ بیٹھے ہوئے ہوں میں اس کو اکیلا نہیں بچا سکتا۔ ہم سب کو اس کے لئے متحد ہو کر کوشش کرنی چاہئے"۔

کشمیریوں پر واضح کیا گیا ہے کہ بھنور سے نکالنے کے بعد کشتی منجدھار میں ہمیشہ

کے لئے نہیں ہو سکتی۔ اس کے دو کنارے ہندوستان اور پاکستان ہیں۔ ہندوستان آزادی، دولتمندی، جمہوریت، محبت، راستی اور ہمدردی کا کنارا ہے اور دوسرا غلامی، افلاس، فرقہ پرستی، نفرت، جھوٹ اور تنگ نظری کا کنارا۔ کشمیر کی کشتی جس میں ۴۰ لاکھ کشمیری سیر کر رہے ہیں انہیں اسے ایک کنارے سے ضروری لگانا ہے۔ یہ دو مختلف بلکہ متضاد کنارے ہیں اور انہیں یہ حق دیا گیا ہے کہ وہ جس طرف چاہیں اپنی ناؤ کا لنگر ڈال سکتے ہیں۔

اس میں شک نہیں کہ انہوں نے اور ان کے رہنماؤں نے اپنی قسمت کو ہندوستان کے ساتھ وابستہ کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ کیونکہ ہندوستان اور کشمیر کے اصول ایک جیسے ہیں اور دونوں کا اعتقاد ایک ہی نظریہ پر ہے۔ کشمیریوں کو انفرادی طور پر اپنے رہنماؤں کے ہاتھ اور اپنی رائے کو مضبوط کرنا ہے۔

نیا کشمیر:۔ کشمیر کی قسمت "نیا کشمیر" ہے جو ۴۰ لاکھ کشمیریوں کا نصب العین اور کشمیر کا سیاسی اور اقتصادی منصوبہ ہے۔ غرضیکہ یہ کشمیریوں کی بائبل ہے اور اس منصوبہ کو عملی شکل دینے سے کشمیر کی اقتصادی، سماجی، تعلیمی اور دوسرے پہلوؤں کی ترقی ہو سکتی ہے۔ کشمیر میں مزدور راج قائم ہو سکتا ہے اور کشمیر حقیقی طور پر کشمیریوں کی ملکیت بن سکتا ہے۔ کشمیریوں کو چاہیئے کہ وہ یہ دیکھ لیں کہ ان کا "نیا کشمیر" کس ملک میں آنے سے لاگو ہو سکتا ہے۔ "نیا کشمیر" آزاد جمہوری اصولوں کی وجہ سے پاکستان میں پرورش نہیں پا سکتا اور اس طرح اس کا مستقبل پھر سے تاریک بن جاتا ہے۔

اقتصادی حالت:۔ کشمیر جیسا کہ بیان کیا گیا ہے، مفلسوں کا وطن ہے اور کشمیریوں کی اقتصادی حالت آنسو بہانے کے قابل ہے۔ جنت میں رہنے والے لوگ اقتصادی پستی کیوجہ سے پسماندگی کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ کشمیریوں کی ماہوار اوسط آمدنی ایک روپیہ سے بھی کم ہے اور لاعلمی کا یہ حال ہے کہ مشکل سے ۷ فی صدی باشندے تعلیم یافتہ ہیں۔ قدرت نے ہر

ایک چیز اُن کے لئے پیدا کی ہے لیکن اُن کی پسماندگی نے اُن کو بیحد غریب اور بے سہارا بنا دیا ہے۔ کشمیر کی آزادی کا مطلب اقتصادی آزادی ہے۔ پس کشمیریوں کو یہ دیکھنا چاہیئے کہ کس ملک میں شمولیت کرنے سے اُن کا کاروبار ترقی کر سکتا ہے اور وہ خوشحال رہ سکتے ہیں۔

یہ ظاہر ہے کہ ہندوستان ایک دولتمند ملک ہے اس کے ذرائع وسیع ہیں اور پاکستان کے مقابلے میں اس کی اقتصادی حالت کافی بلند ہے۔ نیز کشمیر جو اقتصادی لحاظ سے گرا ہوا ہے اور جسے اپنی بستی کو سنوارنا ہے، اس کے لئے ہندوستان میں ہی شرکت ضروری ہے کیونکہ ہندوستان کے وسیع ذرائع ہی کشمیر کی بے انتہا غربت اور بے روزگاری کو ختم کر سکتے ہیں۔ اس کے برعکس پاکستان جو ۱۹۴۷ء میں وجود میں آیا، اقتصادی طور پر ہندوستان کے مقابلہ میں بہت کمزور ہے اور اسے اپنی ہی اقتصادی حالت کو سنوارنے میں کافی دیر لگے گی۔ اس لئے پاکستان کی اقتصادی کمزوری کشمیر کے لئے بھی نکبت اور بدحالی کا باعث بن سکتی ہے۔ پاکستان جب اپنے آپ ہی کو مضبوط نہیں بنا سکتا تو وہ کیسے کشمیر کی امداد کر سکتا ہے۔ ہاں کشمیر کے ذرائع اپنے ذاتی خواہشات کو پورا کرنے کیلئے استعمال میں لا سکتا ہے۔ پس پاکستان میں شمولیت مصیبت کا باعث بن جائیگی۔

پاکستان کی حالت :- خود پاکستان کے لوگ ناداری سے تنگ آ چکے ہیں وہ پاکستان میں رشوت ستانی اور غربت کو دیکھکر اپنے کئے ہوئے اعمال پر پچھتا رہے ہیں۔ چنانچہ حضرت مجید لاہوری نے پاکستان کا موجودہ نقشہ ایک نظم میں کھینچا ہے۔ انہوں نے یہ نظم کراچی میں "کل پاکستان مشاعرہ" میں پڑھی جو پاکستان کے نیم سرکاری اخبار ڈان نے منعقد کرائی تھی :-

وہی رشوت کے دھندے ہیں وہی بیگار کے پھندے ہیں
وہی ذلت وہی خواری جو پہلے تھی سو اب بھی ہے
وہی فاقوں کے دکھڑے ہیں وہی غربت کا رونا ہے

وہ ناداری وہ بیکاری جو پہلے تھی سو اب بھی ہے
یہ سب حالات ہیں پیش نظر لیکن محبت ابھی تک!
فضا پر بے حسی طاری جو پہلے تھی سو اب بھی ہے

تجارت: کشمیر ایک تفریح گاہ ہے اور ہر سال موسم گرما میں ہزاروں سیاح یہاں کے قدرتی نظاروں سے لطف اندوز ہونے کے لئے آتے ہیں جن میں زیادہ تر ہندوستانی ہی ہیں جو کشمیر جا کر کشمیریوں کو فائدہ پہنچاتے ہیں۔ اس کے علاوہ کشمیر کی تجارت پاکستان کی نسبت ہندوستان کے ساتھ زیادہ وابستہ ہے اور یہیں سے اکثر چیزیں کشمیر جاتی ہیں۔ کشمیر کے چیزوں کی زیادہ مانگ بھی ہندوستان [illegible] ہے اس لئے تجارت اور کاروبار کے لحاظ سے ہندوستان کی شرکت فائدہ دے سکتی ہے۔

نظریہ: کشمیری ایک قوم ہیں اور اُن کا تہذیب و تمدن، رسم و رواج سب ایک ہے۔ وہ فرقہ پرستی کے دشمن اور قوم پرستی کے اصول کو اپناتے آئے ہیں۔ اُن کا نظریہ اتحاد اور وطن پرستی رہا ہے۔ اِن اصولوں نے ہوتے ہوئے کشمیر نے ایک قوم کے نظریہ کو جانے نہیں دیا اور فرقہ پرستی کا ریاست سے جنازہ نکال کر اتحاد اور یکجہتی کا سبق دیا۔ غرضیکہ کشمیر کی جنگ بھی اسی اصول کی جنگ ہے۔ یہ جنگ ایک قوم کے نظریہ والوں کی دو قوم کے پرستاروں کے خلاف ہے۔ شیر کشمیر نے ۷ اگست ۱۹۴۸ء کو واضح کیا:۔
"کشمیری گاندھی جی کے جھنڈے کو اونچا رکھنے کے لئے مصمم ارادہ کئے ہوئے ہیں ..... اور اس طرح دو قوم کی نظریہ کی قبر کشمیر کی سرزمین میں کھود رہے ہیں"۔

ہندوستان ایک غیر مذہبی اور جمہوری ملک ہے۔ یہ قوم پرستی کو مانے ہوئے ہے اور یہاں فرقہ پرستی کے لئے کوئی جگہ نہیں ہے۔ اسی اصول کو مضبوطی کے ساتھ قائم رکھنے کے لئے ہندوستان بلکہ دنیا کے مانے ہوئے سب سے بڑے شخص مہاتما گاندھی نے اپنی جان تک قربان کر دی۔ کشمیر جس کا اصول

ہمیشہ سے ایسا ہی رہا ہے ہندوستان ہی اُس کے لئے ایک موزوں جگہ بن گئی ہے۔
اس کے برعکس پاکستان میں دو قوم کے بے بنیاد نظریہ پر فرقہ وارانہ پھوٹ، فساد، نفرت اور مطلق العنانی ہے اور یہاں یکجہتی اور قومیت نام تک کو نہیں ہے۔
کشمیریوں کو صوبہ سرحد کے واقعات سے سبق حاصل کرنا چاہیئے۔ بادشاہ خان جو سرحدی پٹھانوں کے مانے ہوئے رہنما تھے اور جو ایک قوم کے نظریہ کو تصور کر کے قوم کی رہنمائی کر رہے تھے، انگریزوں کے خلاف لڑ رہے تھے جیل کی کوٹھڑیوں میں طرح طرح کی مصیبتیں جھیلتے تھے، آج پاکستان کے وجود میں آنے سے پھر جیل کی کوٹھڑیوں میں بند کر دیئے گئے ہیں۔ اُن کے پیروکار خدائی خدمتگار بھی اُن کے ساتھ بند پڑے ہیں اور یہ پاکستان کی "آزادی" کا مطلب ہے۔

جنگ آزادی: کشمیر نے پچھلے ۱۷ سال آزادی کی جنگ لڑی اور مہاراجہ کی مطلق العنانی کا خاتمہ کرنے کے لئے انہوں نے کئی تحریکیں چلائیں۔ اس کے رہنماؤں اور کارکنوں نے اس ملکی آزادی کو حاصل کرنے کے لئے طرح طرح کی مصیبتیں جھیلیں اور بیش بہا قربانیاں پیش کیں۔ آزادی کی اس تڑپ میں اُن کی کھلم کھلا امداد کانگرس (ہندوستان) نے کی۔ کانگرس کے رہنماؤں نے ہر وقت اور ہر ایک جدوجہد میں اُن کی حمایت کی اور اس کو کامیاب بنانے کے لئے اپنی طاقت صرف کر دی۔ چنانچہ مطلق العنان مہاراجہ سے کشمیریوں نے جو طاقت چھینی اُس میں کانگرس کی امداد تہ دل سے شریک تھی۔

اس کے برعکس مسلم لیگ نے کشمیر کی کسی جنگ آزادی میں کشمیریوں سے کوئی ہمدردی نہ دکھائی اور امداد کرنا تو درکنار اس نے کشمیریوں کی کشمکش حیات، آزادی اور غلامی کی جدوجہد میں کشمیریوں کی کھلے طور پر مخالفت کی۔ سنہ ۱۹۴۶ء کے "کشمیر چھوڑ دو" تحریک کے موقع پر بھی انھوں نے ایسا ہی رویہ اختیار کیا۔ یہاں تک کہ انھوں نے قومی رہنماؤں کو

غنڈوں" کا نام دیا جبکہ کانگریس نے اس تحریک کی امداد کھلے بندوں کی اور کانگرسی رہنما یہاں تک کہ گاندھی جی اور پنڈت نہرو بھی کشمیریوں کی ڈھارس باندھنے کے لئے آئے۔ مسلم لیگ نے دل کھول کر مخالفت کی۔ اور ان کے قائد اعظم نے اعلان بھی کیا کہ کشمیر میں کوئی تحریک ہی نہ تھی بلکہ یہ غنڈوں کی ایک ٹولی" کی بغاوت تھی جس کے ساتھ مسلمانوں کو کوئی تعلق نہ تھا۔ پس لیگ کا رویہ ہمیشہ سے مخالفانہ اور بے ہمدردانہ رہا ہے۔

پاکستان کے کرتوت:۔ ۱۵ اگست ۱۹۴۷ء کے بعد پاکستان کے وجود میں آنے سے کشمیر کو زیادہ مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑا اور اس نے کشمیریوں کی آزادی کی پرواہ نہ کرتے ہوئے مطلق العنان مہاراجہ کے ساتھ گٹھ جوڑ کر کے "جوں کا توں معاہدہ" منظور کر لیا اور پھر مکاری سے اس کو اپنی آغوش میں لانے کے لئے ریاست کی مکمل ناکہ بندی کر دی۔ اس طرح سے اس نے کشمیر کا گلا گھونٹا اور کشمیریوں کو تڑپانا چاہا۔

اس کے علاوہ پنجاب میں فرقہ وارانہ فسادات نے خطرناک صورت اختیار کی اور مسلم لیگ نے کشمیر میں بھی اس لعنت اور مہلک وبا کو پھیلانے کی ٹھانی اور اس طرح سے اس نے کشمیر کو انسانیت سے ہٹا کر حیوانیت پر گامزن کرنا چاہا۔ پاکستان کشمیر کو اپنی زنجیروں میں جکڑنا چاہتا تھا لیکن کشمیر نے اتحاد اور یکجہتی کو مضبوطی سے قائم رکھ کے لیگیوں کے منہ پر چپت لگائی۔

کشمیر کے سامنے اس وقت دو مسئلے تھے۔ ایک آزادی اور دوسرا شمولیت۔ کشمیریوں نے آواز بلند کی اور "شمولیت بعد آزادی" کا نعرہ لگایا۔ انھوں نے واضح کر دیا کہ وہ آزاد ہو کے ہی ۴۰ لاکھ عوام کی مرضی سے شمولیت کا سوال حل کریں گے لیکن پاکستان کو کشمیریوں کی آزادی کی ضرورت نہ تھی بلکہ اُسے کشمیر کی غلامی اپنے لئے درکار تھی۔

اِس لئے اس نے آزادی کے نعرہ کو ٹھکرا کر اور ۴۰ لاکھ عوام کے فیصلے کا انتظار نہ کرتے ہوئے ریاست کو بزورِ شمشیر ہڑپ کرنا چاہا جس کے لئے اس نے وسیع پیمانے پر حملہ کر دیا۔

جمہوریت پرستی :- اس انتہائی نازک گھڑی میں کشمیر نے ہندوستان سے امداد کی درخواست کی اور اس وقت بھی یہی کانگرس کشمیریوں کی زندگی اور موت، آزادی و غلامی کے مسئلہ پر حفاظت کرنے کے لئے اتر آئی اور اُن کے لئے اپنا خون اور اپنا دھن پیش کر کے حفاظت کرنے کی ذمہ داری اپنے اوپر لے لی۔ اس کے ساتھ ہی اس نے مہاراجہ پر دباؤ ڈالا کہ وہ اختیارات عوام کی طرف منتقل کرے۔ چنانچہ کشمیر میں آزادی کی جھلک پیدا ہوئی اور کشمیری اپنی قسمت کے مالک بن گئے۔

۱۷ر اگست ۱۹۴۷ء کو شیرِ کشمیر نے عیدگاہ سری نگر میں کشمیریوں کو مخاطب کیا:

"ہماری آزادی کی جنگ میں جب کہ مسٹر جناح اور مسلم لیگ نے ہماری تحریک کو بغاوت کا نام دیا، مہاتما گاندھی اور پنڈت نہرو نے ہمیں مدد دی .... جب ہم نے ہندوستان سے امداد کی درخواست کی تھی تو وہ ہم پر من مانی شرائط ٹھونس سکتا تھا لیکن یہ ہندوستان کی جمہوری جذبہ کی تعریف ہے کہ اُس وقت بھی اُس نے کشمیر کی شمولیت کو عارضی مانا۔"

ہندوستان نے کشمیریوں سے وعدہ کیا اور اُن کو بتلا دیا کہ وہ شمولیت کا آخری فیصلہ اپنی رائے سے کرلیں اور اپنے عہد پر ہندوستان اڑا ہوا ہے اور اسی نے پاکستان کو بھی اس حق کے ماننے پر مجبور کیا ہے۔

پاکستانی درندگی :- پاکستان کے ہزاروں لٹیروں نے کشمیر میں تباہی بربادی، آتش زنی، قتل و غارت، لوٹ کھسوٹ، جسمانی اذیتیں، انتہائی ظلم، تشدد اور جابرانہ اقدامات کیئے۔ پاکستان کے ان کرتوتوں نے کشمیر کے امن میں خلل پیدا کر کے کشمیری عوام کو مصیبتوں میں گرفتار کیا۔ شیخ صاحب

اور دیگر قومی رہنماؤں نے پاکستانیوں کی اس درندگی کا نقشہ بار بار کھینچا ہے۔ انھوں نے ۷ جنوری ۱۹۴۹ء کو نگروٹہ کیمپ میں فرمایا:۔

"ہم ۱۷ سال سے شخصی راج اور غریبی کے خاتمہ کے لئے جدوجہد کر رہے تھے کہ قبائلیوں نے پاکستان کی شہ میں آکر کشمیر کو تباہ کرنے کی ٹھانی۔ انھوں نے ہماری بہنوں اور لڑکیوں کو اغوا کر کے آٹھ آٹھ آنے میں فروخت کیا"۔

ہند کی امداد:۔ لیکن اس درندگی اور بربریت کا مقابلہ کرنے کیلئے ہندوستان نے اپنی خون کی آہوتی دی اور ہندوستان کے بہادر سپاہیوں نے اپنی جان جوکھوں میں ڈال کر کشمیریوں کو پاکستانیوں کا شکار ہونے سے بچا لیا۔ اس کے علاوہ ہندوستان نے کشمیریوں کی اس انتہائی مصیبت کے وقت تن، من اور دھن سے کھلے طور پر امداد کی اور ضروریات زندگی مہیا کرنے کے لئے کروڑوں روپے خرچ کئے۔ سینکڑوں میل سڑکیں تعمیر کیں۔ تجارت کو ترقی دی اور ہر طرح سے کشمیری عوام کو فائدہ پہنچایا۔

نیشنل کانفرنس:۔ کشمیریوں کی عوامی جماعت نیشنل کانفرنس ہے اور اسی جماعت نے کشمیریوں کی صحیح رہنمائی کی اور کئی بار تحریکیں چلا کر مطلق العنان مہاراجہ سے اختیارات چھین لئے اور ملک کو آزاد کرالیا۔ نیشنل کانفرنس کے کارکن اور رہنماؤں نے طرح طرح کے مصائب جھیلے اور کشمیریوں میں سیاسی بیداری پیدا کی۔ اُن کے محبوب رہنما شیخ محمد عبداللہ نے جن کو انہوں نے "شیر کشمیر" کا خطاب دیا، اُن کی ہر وقت اور ہر مسئلہ پر رہنمائی کی اور یہ انہی کی کوششوں کا نتیجہ ہے کہ کشمیری اب باعزت اور آزاد قوم بن گئی ہے اور اُن سے طوق غلامی چھن گیا ہے اور وہ اپنی قسمت کے مالک بن گئے ہیں۔ کشمیریوں کا فرض ہے کہ وہ اسی جماعت کے

بتائے ہوئے اصول اور نظریہ کو مدِنظر رکھکر الحاق کا فیصلہ کریں۔
کشمیریوں کو یہ دیکھنا ہے کہ اُن کا "نیا کشمیر" کس ملک کے الحاق میں آنے سے پایہ تکمیل تک پہنچ سکتا ہے؟ کہاں اُن کی قومی حکومت قائم رہ سکتی ہے اور کس ملک کے ساتھ الحاق کرنے میں وہ انتہائی غربت کا خاتمہ کر سکتے ہیں؟ کہاں اُن کی تجارت ترقی کر سکتی ہے؟ کہاں سے سیاح اُن کے خوبصورت ملک کو دیکھنے آسکتے ہیں اور کون ہر وقت ان کی امداد کرنے کیلئے تیار ہے؟

عوامی راج

کشمیر میں نیشنل کانفرنس کی قربانیوں اور ہندوستان کی امداد سے عوامی راج قائم ہوا۔ جمہوری ہندوستان جمہوری کشمیر کو پھلتا پھولتا دیکھنا چاہتا ہے اور اسی لئے ہندوستان نے مہاراجہ کو اختیارات منتقل کرنے پر مجبور کیا۔ کشمیر کی قومی حکومت جو جنگ کے زمانے وجود میں آئی اس نے ایک سال کے قلیل عرصے میں بہت سے انقلابی تدابیر کو عملی شکل دی۔ حالانکہ اس زمانے میں اس کو بیرونی حملہ اور اندرونی ناپائدار حالات کا سامنا کرنا پڑا پھر بھی اس نے عوام کی بھلائی کے لئے بہت سے کارہائے نمایاں کئے۔

جاگیرداری کا خاتمہ:۔ اس حکومت نے سب سے پہلے جاگیردارانہ نظام کو ختم کیا جس کے لئے کئی اصلاحات وجود میں لائیں۔ جاگیرداری نظام کی رو سے جو رقم جاگیرداروں کو نقد یا جنس کے طور پر ادا کی جاتی تھی، اُس کو اُڑا دیا گیا جس کی وجہ سے سرکاری خزانہ میں ۸ لاکھ روپے کی آمدنی ہو گئی اسکے علاوہ حکومت نے نقدی عطیہ (مقرری) کو بھی بند کر دیا۔ جس سے اور بھی ۲۰ لاکھ روپے کی بچت ہو گئی۔

صوبہ جموں کی ایک بڑی جاگیر چینینی کے عوام کو مطلق العنانیت سے چھٹکارا دلانے کے لئے حکومت نے اس علاقے کو اپنے اقتدار میں لایا۔

اس جاگیر کا کُل رقبہ ۹۵ مربع میل اور آبادی ۱۲۰۰۰ ہے۔ اس علاقے میں زیادہ تر ہریجن بستے ہیں جن کی حالت انتہائی پست ہے۔

زمیندارانہ اصلاحات:۔ جاگیرداری کا خاتمہ کرنے کے ساتھ ہی زمیندارانہ اصلاحات پاس کئے گئے جن کی رُو سے کاشتکاروں کی حالت بہتر بنائی گئی۔ حکومت نے ۷ لاکھ کنال کی زمین کسانوں میں بانٹ دی۔ اراضی غیر مزارعہ زمین میں سے اس وقت تک ۹۰ ہزار کنال زیر کاشت لائی گئی ہے۔ لگان دارانہ اصلاحات جو حکومت نے پچھلے سال پاس کئے اُن کی رُو سے اُن زمینداروں کو جن کے پاس ۱۰۰ کنال سے زیادہ زمین ہے، پیداوار آبی کا ½ حصّہ اور پیداوار خشکی کا ⅓ حصّہ ہی ملے گا۔ اس سے پہلے وہ پیداوار کا ½ اور ¾ حصّہ لیتے تھے۔ حکومت کا اندازہ ہے کہ ان مختلف اصلاحات سے تقریباً ۱۵ لاکھ کشمیری کسانوں کا فائدہ ہوگا۔ اس کے ساتھ ساتھ تمام غیر تجارتی باضابطہ التوائے قرض کو جو کاشتکاروں، جلاہوں، کشتی بانوں، کاریگروں، دستکاروں جہاں اور فیکٹریوں میں کام کرنے والے مزدوروں کو ادا کرنا تھا، ایک سال کے لئے بند کر دیا گیا تاکہ غریب عوام گرانی اور موجودہ مشکل دور میں گزارہ کرنے کے قابل ہو سکیں نیز ۲۹ اپریل ۱۹۴۹ء کو شیر کشمیر نے فرمایا کہ ایک سال کے اندر زمین کسانوں کی ملکیت بن جائے گی۔

پنچایت راج:۔ حکومت کی بنیادوں کو جمہوری اصولوں پر لانے کیلئے دیہاتوں میں ذیلداروں اور نمبرداروں کا تقرر چناؤ کے ذریعے عمل میں لایا گیا اور اس طرح سے دیہاتیوں پر واضح کیا گیا کہ انہیں بھی حکومت میں حصّہ مل گیا ہے۔ نمائندہ اسمبلی وجود میں نہ ہونے کیوجہ سے حکومت نے ایک اسکیم منظور کی جس کی رُو سے تحصیل اور ضلع کی کونسلوں کو حکومت کی پالیسی اور پروگرام کے مطابق نگرانی اور رہنمائی کرنے کا اختیار

دیا گیا۔ میونسپل کمیٹیوں اور دوسری خود اختیاری جماعتوں کو پورے طور پر خود
اختیار اور نمائندہ بنانے کے لئے ایک کمیٹی مقرر کی گئی جو اِن کے متعلق ایک
رپورٹ تیار کر رہی ہے۔ اس بارے میں یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ ریاست
کے چھ ٹاؤن ایریا کمیٹی کے صدر غیر سرکاری ممبر بنا لئے گئے ہیں۔

تعلیمی سُدھار:۔ تعلیمی پہلو کو سُدھارنے کے لئے حکومت کافی کام
کر رہی ہے۔ اس نے نومبر ۱۹۴۸ء میں قومی یونیورسٹی قائم کرکے ایک بھاری
کام کو انجام دیا ہے۔ چنانچہ اس یونیورسٹی کے پہلے امتحانات اِس سال کے
مئی میں لیے گئے۔ تعلیم کو وسیع پیمانے پر لاگو کرنے کے لئے کچھ نئے پرائمری
اسکول کھولے گئے اور کئی اسکولوں کو اونچا درجہ دیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ
ایک ٹیکسٹ بک کمیٹی بھی قائم کی گئی ہے جس کے فیصلہ سے نئی درسی کتابیں
لکھی جا رہی ہیں۔ قومی زبان کو ترقی دینے کیلئے پرائمری تعلیم کو کشمیری زبان میں پڑھانے
کا حکم جاری کیا گیا ہے۔

حفظانِ صحت کا سُدھار:۔ حکومت عوام کے صحت کو سدھارنے
کی طرف کافی توجہ دے رہی ہے۔ اور صحت وصفائی کے اصولوں کو کشمیریوں
پر واضح کیا جاتا ہے۔ نرسوں (دایہ) کی قلت کو دور کرنے کے لئے ایک
ٹریننگ سنٹر کھولا گیا ہے جہاں نرسوں کو تربیت دی جاتی ہے۔ حکومت کا
یہ منشاء ہے کہ ہسپتالوں کو زیادہ مفید بنانے کے لئے سرینگر کے ہسپتال کی
لائبریری کو باقاعدہ رکھا جائے اور اس میں نئی طبی کتابیں منگائی جائیں
تاکہ تمام ڈاکٹر اور دوسرے ملازم اِن کتابوں کے مطالعے سے علمِ طب کے
حال ہی کے تبدیلیوں سے واقف ہو کر عوام کو زیادہ فائدہ پہنچائیں۔

انفارمیشن اور براڈکاسٹنگ:۔ یہ ایک الگ محکمہ کھولا گیا ہے
جس کو کافی وسیع کیا جا رہا ہے۔ ہند سرکار کی امداد سے جموں اور سرینگر میں
دو ریڈیو اسٹیشن کھولے گئے ہیں جن میں سے جموں کا اسٹیشن میڈیم ویو ٹرانسمیٹر

پر ایک کلو واٹ کا ہے اور سری نگر کا اسٹیشن میڈیم اور شارٹ ویو ٹرانسمیٹر پر ایک ایک کلو واٹ کا ہے۔ ان دو اسٹیشنوں کے قائم ہونے سے کشمیریوں کو اصلی حالات اور تازہ خبروں سے آگاہ کیا جاتا ہے۔ مقامی زبانوں میں براڈ کاسٹ کرنے سے عوام پر اسکا اثر زیادہ پڑ رہا ہے اور ان اسٹیشنوں کے کھل جانے سے مقامی شاعروں گویوں اور سوز و ساز جاننے والوں کو کافی حوصلہ افزائی ہو رہی ہے۔ براڈکاسٹنگ سے فائدہ پہنچانے اور لوگوں کو صحیح حالات ذہن نشین کرانے کیلئے حکومت نے صوبہ کشمیر میں ۱۲۰ اور صوبہ جموں میں ۵۸ سننے کے مقامات قائم کئے جن سے غریب اور بھولے بھالے عوام کو جو ریڈیو سیٹ نہیں خرید سکتے ہیں، ریڈیو سننے کا فائدہ مل گیا ہے۔ حکومت اس سے بھی زیادہ سننے کے مقامات قائم کرنے پر غور کر رہی ہے۔ جہاں بجلی کی طاقت میسر نہیں وہاں بیٹری پر چلنے والے سیٹ لگائے گئے ہیں۔ بیٹریوں کو بھی کارآمد بنانے کیلئے ریاست میں کئی مقاموں پر بیٹری چارج کرنے کے اسٹیشن کھولے گئے ہیں۔

اس کے علاوہ حکومت کے پاس ایک متحرک فلم بھی ہے جسے لوگوں کو تفریح اور تربیت پہنچانے کیلئے ریاست کے دور دور علاقوں میں دکھایا جا رہا ہے بہت سی تعلیمی اور دیہی فلمیں جن پر ہندوستانی اور کشمیری میں تبصرہ کیا جاتا ہے، لوگوں کو دکھائے گئے ہیں۔ اور اس ایک یونٹ سے تقریباً ۵۰ ہزار کشمیریوں کو فائدہ پہنچایا گیا ہے۔

تجارت:- پاکستان کی ناکہ بندی اور حملہ کی وجہ سے ریاست کی تجارت بالکل ختم ہو چکی تھی لیکن حکومت نے کاروباری پہلو کو بھی سرگرمی سے شروع کر دیا۔ اور حالانکہ کشمیر جنگ کا اکھاڑہ بنا تھا پھر بھی تجارت کو ترقی ہی ہوئی۔ حکومت نے ریاستی مال کی کھپت کو بڑھانے کیلئے دہلی بمبئی امرتسر اور شملہ میں آرٹس ایمپوریم کھولے۔ ریشمی مال کی زیادہ مانگ ہونے کیوجہ سے ریشم کے کارخانے کو وسیع کیا۔

۱۹۴۹ء میں ریشم سازی کے کارخانوں نے ۲۰ لاکھ گز ریشمی کپڑا تیار کیا جس کے مقابلے میں پچھلے سالوں میں اوسطاً ۴ لاکھ گز تیار ہوتا تھا۔ پہلے کشمیر میں ہر سال ۵،۷۰۰ من کچا ریشم باہر بھیجا جاتا تھا لیکن پچھلے سال نہ صرف یہ تمام ریشم استعمال میں لایا گیا بلکہ باہر سے بھی بہت زیادہ

منگانے کی ضرورت پڑی۔ نیز سنہ ۱۹۴۷-۴۸ء میں ۲۶ لاکھ روپے کے میوے باہر بھیجے گئے تھے لیکن پچھلے سال ۵۰ لاکھ روپے کے میوے ہندوستان بھیجے گئے۔ اشیاء درآمد اور برآمد کی سہولتیں مہیا کرنے کے لئے حکومت نے امرتسر اور پٹھانکوٹ میں ٹریڈ ایجنسیاں کھولی ہیں اور حکومت کی امداد اور کوشش سے اشیائے درآمد اور برآمد پر کافی فائدہ ہو رہا ہے۔ نیز مصر اور دیگر ممالک میں بھی مارکیٹ کھولے گئے ہیں۔

پچھلے سال ۱۲ لاکھ روپے کی عمارتی لکڑی ہندوستان بھیجی گئی اور اس سال ۵۰ لاکھ روپے کی بھیجی جائیگی اس میں سے مئی سنہ ۱۹۴۹ء تک ۲۰ لاکھ روپے کی لکڑی بھیجی گئی۔

نقل و حمل:۔ تجارت کو اتنی ترقی دینے میں محکمہ ٹرانسپورٹ کا بھی ہاتھ ہے۔ ریاست کے نقل و حمل کے نظام کو بہتر بنانے کیلئے حکومت نے تقریباً ۳۰۰ ٹرکوں (لاریوں) کا ایک بیڑا رکھا ہے جو سرینگر اور پٹھانکوٹ کے درمیان ہزاروں من سامان ادھر ادھر ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جاتا ہے۔ نیز سرکاری سڑکوں کی مرمت وغیرہ کے لئے سرینگر اور جموں میں دو کارخانے کھولے گئے ہیں۔ حال ہی میں ہندوستان کی طرف سے ۲۰۰ ٹرکیں مزید بھیجی گئی ہیں اور پٹھانکوٹ بلکہ امرتسر سے سرینگر تک باقاعدہ بس سروس جاری کی گئی ہے۔

ہندوستانی فوج کی امداد سے ریاست کے محکمہ پبلک ورکس نے سڑکوں کی مرمت کی اور کئی نئی سڑکیں اور پل تعمیر کرائے۔ ہندوستانی فوج نے سینکڑوں میل نئی پختہ سڑکوں کے تعمیر کرنے پر ۲ کروڑ روپے خرچ کئے۔ حکومت کے پاس تمام ریاست میں سڑکوں کا جال بچھانے کیلئے ایک سکیم زیر غور ہے اس سکیم کی رو سے سڑکیں بنانے اور ان کی مرمت کرنے پر حکومت ۵۰ لاکھ روپے خرچ کرے گی۔ جموں سرینگر سڑک کو کشادہ کرنے کیلئے ۲۰۰ سے زیادہ ملازم کام کر رہے ہیں اور کھندرواہ۔ بٹوت اور دیا آسی کو ملانے کیلئے پختہ سڑکیں تعمیر کی جا رہی ہیں۔

خبر رسانی:۔ ریاست کے خبر رسانی کے محکمہ نے بھی کافی کام کیا ہے ٹیلیفون اور تار کے تباہ شدہ لائنوں کو نئے سرے سے جوڑ دیا گیا ہے۔ اس نے پاکستانی حملوں کی وجہ سے تباہ کئے ہوئے تار اور ٹیلیفون کے لائنوں کو گلمرگ، اوڑی، ہندواڑہ، ٹیٹوال، سوپور، بارہمولہ، نوشہرہ، جھنگڑ راجوری اور دوسرے علاقوں میں پھر سے ٹھیک کیا ہے۔ اس کے علاوہ اس نے سونامرگ سے لے کر

کرگل اور لیہ تک کی لائن کو پھر سے کام کے قابل بنایا ہے۔ نیز کپواڑہ کے راستے ٹیٹوال کے ساتھ ایک نئی لائن قائم کی گئی ہے۔ جموں کے آٹو میٹک ٹیلیفون سسٹم میں بھی ۰۰ ا نئی لائنیں جوڑ دی گئی ہیں۔

خوراک:۔ جنگ کی وجہ سے ریاست میں خوراک اور کھانے پینے کی چیزوں میں کافی کمی واقع ہوئی۔ لیکن حکومت نے اس قلت کو پورا کیا۔ اس نے ہندسرکار سے کروڑوں روپے کی چیزیں منگا کر عوام کی ضروریات کو بہم پہنچائیں۔ پچھلے سال سیلاب کی وجہ سے وادیٔ کشمیر میں غریب کسانوں کا بہت نقصان ہوا لیکن حکومت نے سیلاب زدگان کی نقد اور جنس دونوں طریقوں سے امداد کی۔ تمام ریاست میں زیادہ پیدا کرنے کی مہم کو شروع کیا گیا اور پیداوار کو بڑھانے کی کافی کوشش کی جا رہی ہے۔ صوبہ جموں میں مشینی کاشت کرنے کا تجربہ کیا جا رہا ہے تاکہ تمام قابل کاشت زمین کو کاشت میں لا کر خوراک کے مسئلہ کو ہمیشہ کے لئے حل کر کے ریاست کو غیر محتاج بنایا جائے۔

"کشمیر چھوڑ دو" تحریک کے دوران میں جن لوگوں سے تعزیری ٹیکس وصول کیا گیا تھا انہیں حکومت نے واپس کرنے کا حکم دے دیا ہے۔ وادیٔ کشمیر میں مارچ اور اپریل سنہ ۱۹۴۹ء کے دو مہینوں میں ۲ لاکھ گز کپڑا ۱۸ ہزار من نمک، ۷ ہزار من تیل اور ۲ ہزار من سے زائد مٹی کا تیل بانٹا گیا۔

پناہ گزینوں کا بسانا:۔ پاکستانی حملے کی وجہ سے ریاست کے ۷ لاکھ باشندے بے گھر ہو گئے ہیں۔ ان کو آباد کرانا حکومت کا سب سے پہلا اور بھاری کام ہے۔ حکومت نے ان کو پھر سے بسانے کے لئے سرگرمی سے کام کیا ہے۔ اس نے ہندوستانی فوج کی امداد سے صوبہ جموں میں ۳ لاکھ پناہ گزین پھر سے بسائے اور انہیں ضروریات زندگی کی چیزیں مہیا کیں۔ لیکن اس سلسلے میں بہت کچھ کرنا ابھی باقی ہے اور اس کے

لیے حکومت کو کروڑوں روپے خرچ کرنے کی ضرورت ہے۔

آرمز ایکٹ :۔ قومی حکومت نے برسر اقتدار آتے ہی سب سے پہلے آرمز ایکٹ کو منسوخ کیا جس کی وجہ سے ہر ایک ریاستی باشندے کو ہتھیار رکھنے کا حق دیا گیا۔ نیشنل کانفرنس شروع سے ہی اس ایکٹ کو منسوخ کرنے کے لیے جدوجہد کرتی آئی تھی۔ غرض کہ کشمیر کی قومی حکومت، کشمیر کی پاک زمین سے غربت، جہالت اور پسماندگی کا جنازہ نکالنے پر تلی ہوئی ہے۔ اور جو کام اس حکومت نے صرف ایک سال کے اندر کیا اس پر دوسری حکومتیں رشک کر سکتی ہیں۔

ہندوستانی مسلمان :۔ کشمیر کا فیصلہ ہندوؤں اور مسلمانوں کا فیصلہ نہیں ہے بلکہ کشمیریوں کا یہ فیصلہ اُن کو اپنے مفاد کے پیش نظر کرنا ہے۔ ۱۵ اگست سنہ ۱۹۴۷ء کے بعد جب ملک میں خانہ جنگی کی صورت پیدا ہوئی، ہندوؤں اور مسلمانوں میں خوفناک نفرت نے شکل اختیار کی اور دونوں نے ایک دوسرے کو ختم کرنے کی ٹھانی، ہندوستان نے ہندوستانی مسلمانوں کو بحیثیت اقلیت کے حفاظت کی اور اس وقت بھی ہندوستان میں ۴ کروڑ مسلمان آباد ہیں جن کو ہر قسم کی آزادی حاصل ہے۔ وہ پاکستان جانے کے لئے رضامند نہیں بلکہ ہندوستان میں ہی اپنی سلامتی مانتے اور اسی میں اپنی بھلائی تصور کرتے ہیں۔ پس کشمیری مسلمانوں کو گمراہ ہونے کی کوئی ضرورت نہیں۔

فرقہ وارانہ اتحاد اور قوم پرستی کے اصول کو اپنا کر ہندوستان کی قومی حکومت نے اسے سرتوڑ کوشش سے قائم رکھا ہے یہانتک کہ فرقہ وارانہ نوعیت کا خاتمہ کرنے کے لئے ہندوستانی قوم کے باپو گاندھی جی نے اپنی جان کو بھی خطرے میں ڈال دیا اور آخر وہ ہندوستان میں فرقہ وارانہ اتحاد کو مضبوط اور مسلمانوں کی عزت و حفاظت کو برقرار رکھنے کے لئے ہم سے ہمیشہ کے لئے جدا ہو گئے چنانچہ بیگم شیر کشمیر نے ۲۷ جنوری سنہ ۱۹۴۹ء کو جموں میں فرمایا:۔

"اتحاد پہلا اور سب سے اگلا اصول ہے جس نے ہمارے شہیدوں کی رہنمائی کی

جن میں سب سے بڑے گاندھی جی ہیں ..... کشمیر ایک درخت ہے جس کو شہیدوں نے خون سے سینچا ہے اور جو ہر ایک کی حفاظت کر رہا ہے"۔

چنانچہ کشمیر کا مسئلہ وہاں کے ۲۱ لاکھ مسلمانوں کا مسئلہ نہیں بلکہ یہ ہندوستان کے ۴½ کروڑ مسلمانوں کا مسئلہ ہے۔ آج کشمیری مسلمان ہندوستان کے کروڑوں مسلمانوں کی رہنمائی کر رہے ہیں اور کروڑوں مسلمانوں کی ہی نہیں بلکہ سارے ہندوستانیوں کے نظریہ کو عملی طور پر شکل دے رہے ہیں اور قوم پرستی کے اصول کو اپنا رہے ہیں۔ غرض کہ وہ گاندھی جی کے پودے کو ہرا رکھ کر اور ہر ایک کیلئے محبت سچائی اور اتحاد کا درس دے کر دو قوم کی نظریہ کی جڑ کھود رہے ہیں۔ کشمیریوں کو چاہیے کہ وہ مضبوطی کیساتھ یہ کر ہندوستان میں قوم پرستی کی پرچم کو بلند کریں۔

بیگم شیخ عبداللہ نے ۲۶ ستمبر سنہ ۱۹۴۹ء کو سری نگر ریڈیو اسٹیشن سے یوں تشریح کیا:۔

"ہندوستان کے ۴½ کروڑ مسلمانوں کی قسمت کیا ہے جو ملک کے بٹوارے کے بعد رہ گئے ہیں؟ اگر اُن کا مذہب، تمدن، جان و مال سب محفوظ ہے تو کشمیر کے مسلمانوں کو کیسے کوئی اندیشہ لاحق ہو سکتا ہے؟"

بین الاقوامی حالات

ادھر دنیا میں بین الاقوامی حالات بڑی تیزی کے ساتھ بدلتے جا رہے ہیں اور سیاسی اقتدار کی دوڑ باقاعدہ جاری ہے۔ دنیا دو کیمپوں میں بٹ چکی ہے، سیاسی شطرنج بازی کی کھیل ہو رہی ہے اور سنہ ۱۹۵۰ء کے پہنچتے جیسے بادل منڈلائے دکھائی دے رہے ہیں۔ کمیونزم کا غلبہ دنیا کو اپنی آغوش میں لا رہا ہے، سوویٹ روس خطرے کا باعث بن گیا ہے۔ مغربی یورپ کی طاقتوں کی یونین ظہور میں آ چکی ہے۔ ۱۲ ممالک نے حال ہی میں اٹلانٹک پیکٹ (اوقیانوس معاہدہ) منظور کر لیا ہے۔ مشرقی یورپ روسی اقتدار میں آ گیا ہے۔ چین میں کمیونزم کے زور نے حکومت کے چھکے چھڑا دیئے ہیں اور گورنمنٹ بالکل ختم ہو گئی ہے۔

برما میں بھی کمیونسٹ اور کیرن باغیوں نے حکومت کے خلاف بغاوت کرکے اس کو آخری لمحوں پر پہنچا دیا ہے اور انڈونیشا اور ہند چینی کے علاقوں میں بھی کمیونیزم کا غلبہ ہے۔ غرضیکہ ایشیا میں کمیونیزم آگے قدم بڑھا رہا ہے پسماندہ ایشیا آج سرخ ایشیا میں تبدیل ہو رہا ہے اور ہندوستان ہی ایک واحد ملک ہے۔ جو اس سیلاب کو کسی حد تک روک سکتا ہے۔ کشمیر کی سرحدیں سرخ چین اور سویٹ روس سے ملی ہوئی ہیں اور اگر کشمیر کی ناؤ زیادہ دیر تک بھنور میں پڑی رہی تو ممکن ہے کہ کشمیر میں بھی کمیونسٹ سرگرمیاں تیز ہو جائیں۔ پھر کشمیر نہ ہندوستان کے ہاتھ آئے گا اور نہ پاکستان کے۔ اقوام متحدہ بھی انگشت بدنداں رہ جائے گی اور ہندوستان کی موجودہ سیاسی حالت بھی خطرے میں پڑ جائے گی۔ اگر دنیا چاہتی ہے کہ ہندوستان کو کمیونیزم کے لئے سنگ میل ثابت کرنا ہے تو اسے چین کے دروازے کی کنجی ہندوستان کے ہاتھ ضرور رکھنی پڑیگی اور وہ دروازہ لیہ ہے جو دنیا میں سب سے اونچی بستی ہونے کا فخر کرتی ہے۔ کشمیر کو خطرہ ہندوستان کو خطرہ ہے اور کشمیر کی حفاظت ہندوستان کی حفاظت ہے۔

آگے کیا ہوگا؟

غرض کہ کشمیر آج ایک ایسے آتش فشاں پہاڑ کے دہانے پر کھڑا ہے جس کے پھٹ جانیکا کسی وقت بھی امکان ہے۔ کشمیر جیسا محبوب خطہ جنگ کا اکھاڑہ بننے کے بعد سیاسی اقتدار کی دوڑ کا مرکز بنا ہوا ہے۔ کشمیریوں کی قسمت گرداب میں ہے۔ ان کی ناؤ بھنور میں ہے اور ابھی تک ان کی سلامتی کے لئے کوئی مسئلہ حل نہیں ہوا۔ یہ ظاہر ہے کہ سادہ لوح، لاعلم، پرامن اور مظلوم کشمیریوں کو زندگی اور موت، آزادی اور غلامی، اتحاد اور پھوٹ، محبت اور نفرت کے درمیان اپنی مرضی سے قسمت بدلنے یا جوڑنے کا حق دیا گیا ہے۔ لیکن جس پردہ تقسیم کی باتیں بھی ہو رہی ہیں تقسیم کیا؟

دو حصے تو ظہور میں آچکے ہیں اور پاکستان نے آخر ایک تہائی علاقے پر قبضہ کر لیا ہے پاکستان نام نہاد "آزاد کشمیر حکومت" کو توڑنے کیلئے تیار نہیں ہے اور نہ ہی وہ "آزاد" کشمیر سپاہیوں کو سبکدوش اور غیر مسلح کرنے پر رضامند ہے ہندوستان کو کمشن نے یہ یقین دلایا ہے کہ "آزاد کشمیر" سپاہی سبکدوش اور غیر مسلح کر دیئے جائیں گے حکومت کشمیر کا اقتدار پاکستان کے مقبوضہ علاقے پر بھی رہے گا لیکن پاکستان کی غیر رضامندی نے "لڑائی روکو" قرارداد کے دوسرے حصے یعنی التوائے جنگ کو تعطل میں ڈال دیا ہے۔ اقوام متحدہ کے کمشن کی تجاویز کے متعلق پاکستان کی تشریحات ہندوستان کی تشریحات سے متضاد ہیں۔

کشمیر بیدار ہے

کشمیر اب بیدار ہو گیا ہے اور دنیا کی کوئی طاقت اسکی آزادی اور رائے کو کچل نہیں سکتی نیا کشمیر اس کا نصب العین ہے اور اس کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کیلئے وہ ہر قسم کی قربانی دینے کیلئے تیار ہے۔ کشمیریوں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ وہ اپنے عدیم المثال رہبر شیر کشمیر کی رہنمائی میں اپنے مقصد کو حاصل کر کے ہی دم لیں گے۔ جیسے لاکھوں نے پہلے، اس سال قوم نے انکی رہنمائی میں مطلق العنانی کا خاتمہ کیا، غیر ذمہ دارانہ نظام کا جنازہ نکالا اور کشمیر میں عوامی راج قائم کیا اسی طرح وہ یہاں زندگی اور موت، آزادی اور غلامی کے مسئلے کے وقت انکی رہنمائی پر سختی سے کاربند رہیں گے۔ انہیں یقین ہے کہ کشمیر اقتصادی پستی اور نکبت سے اسی وقت چھٹکارا پا سکتا ہے جبکہ اسکا الحاق دو متمدن اور جمہوری ملک سے ہو اور جنگ سے اپنی آزادی حاصل ہو۔ کشمیر کا مستقبل بڑا شاندار ہے اور یہ ملک حیرت انگیز رفتار سے ترقی کر سکتا ہے نیز یہاں کے لوگ کافی ذہین، ہنرمند اور محنتی ہیں اس لئے کشمیر اقتصادی طور پر غیر ممالک کا محتاج نہ رہیگا۔ لاکھوں آدمی کارخانوں میں جا کر کشمیر کی صنعتی پیداوار کو بڑھائیں گے اور اس طرح زمین کا بوجھ ہلکا کر کے ملک کو ترقی کے راستے پر گامزن کریں گے۔ نیا کشمیر قومی پروگرام ہے جو لگ بھگ روس کے اقتصادی نظام سے ملتا جلتا ہے اور اگر کشمیر نے اس قومی منصوبہ پر عمل کر کے ملک کے کونے کونے میں صنعتوں کا جال بچھا دیا اور بوسیدہ ہلوں کی جگہ کھیتی باڑی کیلئے جدید طرز کی مشینری کا استعمال شروع کر دیا، لاعلمی کا خاتمہ کر دیا، بے روزگاری کا انسداد کیا تو کشمیر پھر بہت جلد ایک چمکتا ہوا نگینہ بن جائیگا اور کشمیری عوام کا معیار زندگی کافی بلند ہو جائیگا اور وہ غریبی، لاعلمی اور جہالت کے گڑھے سے نکل کر ہمیشہ کے لئے آرام، امن اور عزت کی زندگی بسر کرنے کے قابل ہو جائیں گے۔

کشمیر کی کشتی کے ناخدا

کشمیر میں اس زبردست سیاسی بیداری کو پیدا کرنے والا ایک واحد شخص ہے اور یہ اسی کی ان تھک اور سرگرم کوششوں کا نتیجہ ہے کہ کشمیر اب آزاد ہے اور کشمیر کی کشتی کے چلانے والے کشمیری

بے ہیں۔ یہ عدیم المثال مسلم الثبوت اور قوم پرست رہنما شیر کشمیر شیخ محمد عبداللہ ہیں جنہوں نے ایم۔ ایس۔ سی کی ڈگری پاس کرنے کے بعد سرکاری غلامی کو لات مار کر کشمیریوں کا حقیقی خادم بننا قبول کیا۔ انہوں نے انتہائی مصائب اور مشکلات کے باوجود کشمیر کو آزاد کرا لیا، جمہوریت کا آغاز کیا، مطلق العنانی کا خاتمہ کیا اور قوم پرستی کا جھنڈا تمام ہندوستان میں کبھی بھی سرنگوں نہ ہونے دیا۔ یہ اٹل ارادے والا انسان اپنے نصب العین کے پیش نظر حوادث روزگار کے موجزن سمندر میں چٹان کی طرح استقلال کے ساتھ کھڑا رہا۔

یہ کشمیر مرد جواں رہبر بلند نظر   بلا سے موج حوادث سے رک نہیں سکتا
جھکا تو سکتا ہے یہ گردن تکبر کو   مگر یہ خود کسی آفت سے جھک نہیں سکتا

(ماہر)

کشمیر کی سیاسی زندگی کے رہبر شیر کشمیر ہی ہیں اور پچھلے ۱۸ سال میں کشمیر کی سیاست خالص انہی کے اثر اور رسوخ میں رہی ہے۔ انہوں نے سنہ ۱۹۳۱ء میں مسلم کانفرنس کی بنیاد ڈال کر سنہ ۱۹۳۹ء میں نیشنل کانفرنس پیدا کی۔ سنہ ۱۹۳۲ء کے قومی مطالبہ کو لے کر سنہ ۱۹۳۸ء میں مکمل ذمہ دار نظام حکومت کا مطالبہ کیا۔ سنہ ۱۹۴۴ء میں نیا کشمیر منصوبہ وجود میں لا کر سنہ ۱۹۴۶ء میں "کشمیر چھوڑ دو" کا نعرہ بلند کیا اور آج وہی شیر کشمیر، کشمیر کی قسمت کے معمار اور کروڑوں دلوں کے تاجدار ہیں۔ پاکستان کی کمینہ سازشوں اور گردہ سرگرمیوں کے باوجود اُن کے پائے استقلال میں کبھی لغزش نہ آئی۔ ان کی اولوالعزمی اور مستقل مزاجی نے کشمیریوں کو غلامی کی گرفت سے آزاد کرا لیا اور اُن کو حق رائے دہی دلایا۔ کشمیر کی کشتی کے ناخدا اس وقت بھی اُن کی صحیح رہنمائی کر رہے ہیں اور ہمیں پوری امید ہے کہ کشمیر کی کشتی انکی رہنمائی میں ضرور بالضرور ہندوستان کے کنارے لگے گی اور کشمیر ہمیشہ کیلئے ہندوستان کی انگوٹھی کا در بے بہا رہیگا۔ اور کشمیری عوام اس کے مالک۔ دنیا بھی اس وقت چلا اٹھیگی اور کہے گی

شیر کشمیر زندہ باد   نیا کشمیر پائندہ باد   آزاد ہندوستان زندہ باد

غنچے ہمارے دل کے اس باغ میں کھلیں گے !
اس خاک سے اٹھیں ہیں اس خاک میں ملیں گے !

چکبست

جے ہند